تاریخ غازیان بہرائچ

تصنیف لطیف

مفتی وصی احمد علوی قادری
سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر
بھساول مہاراشٹر

صراط پبلیکیشنز
www.siraatpublications.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

تاریخ غازیانِ بہرائچ

تصنیف لطیف: مفتی وصی احمد علوی قادری سربراہ اعلی جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول مہاراشٹر

تصحیح: حضرت علامہ مفتی علی حسن علوی ازہری صاحب قبلہ

کمپوزنگ: اُمنگ کمپیوٹر۔ بیاول

زیر اہتمام: جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر

پہلا ایڈیشن: ستمبر: ۲۰۲۵ء/ ۱۴۴۷ھ

ناشر: صراط پبلیکیشنز (بھوج پور، مرادآباد)

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل نمبرات پر رابطہ کیجئے کالنگ نمبر 6398643669

واٹسپ نمبر 7351104956 العارض وصی احمد علوی قادری غفرلہ

NOTICE:

کسی بھی فرد یا ادارے کو اس کتاب کی PDF بنا کر یا Scan کر کے کسی ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرنے، عکس لینے یا طباعت کرانے کی اجازت نہیں، بصورت دیگر Copy Right کے قانون کے تحت کارروائی کی جائے گی۔

SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

www.siraatpublications.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شرف انتساب

نہایت خلوص وعقیدت کے ساتھ ہم اپنی اس تالیف کو وارث علوم مولائے کائنات وجانشین سید السادات فقیہ مدینہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسید سالار محمد غازی الدین غازی الہروی شہید منگرونڈا، مزار اطہر منگرونڈا شریف۔ بارہ بنکی وفاتح منگرونڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی علوی الہروی مزار اطہر گنج شہیداں منگرونڈا۔ بارہ بنکی وحضرت سید سالار محمد قاسم شہید علوی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیلکھرا۔ بارہ بنکی ومجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کرنے کی سعادت سعیدہ حاصل کرتے ہیں۔

عقیدت کیش

عبدہ المذنب وصی احمد علوی قادری غفرلہ

سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر

وخادم مرکزی دارالافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا بھساول۔ مہاراشٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اھداء

صاحب حال وکمال مصدر فیوض و برکات منبع انوار و تجلیات واقف اسرار رموز حقیقت شہزادۂ فاتح خیبر اولاد محمد بن حنفیہ عابد بے ریا حضرت شعیب الاولیاء حضرت مولانا محمد یار علی علوی الہروی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر ۔یوپی، جنہوں نے تقریباً پینتالیس سال نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ صحت و مرض سفر وحضر میں ادا کی، اس دوران نماز تو نماز جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی

۔(ماخوذ از ماہنامہ فیض الرسول جنوری فروری ۱۹۸۰ء از حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی اعظمی قدس سرہ)

خراج عقیدت

فخر سیادت غوّاص بحر معرفت واقف اسرار حقیقت قتیل بہرائچ گوہر قلزم ولایت

مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وسر تاج اولیاء واقف اسرار حقائق قطب بہرائچ

حضرت سید ابو جعفر افضل الدین امیر ماہ جعفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ علوی مظہری مجددی

بہرائچی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و پیر و مرشد وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند

حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وخضر راہ ہدایت مشعل جادۂ صداقت مقتدائے اہل طریقت رہنمائے راہِ حقیقت

خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت العلام حضرت مولانا صوفی محمد صدیق احمد علوی قادری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہرستانِ اولیاء، براؤں شریف۔ سدھارتھ نگر (یوپی)

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	شرفِ انتساب	۳
۲	اھداء	۴
۳	خراجِ عقیدت	۵
۴	فہرست	۶
۵	تقریظات	۹
۶	تقدیم	
۷	وجہ تالیف	۴۳
۸	فلسفۂ جہاد وغزا	۴۵
۹	بہرائچ کی تاریخی حیثیت	۵۱
۱۰	بہرائچ میں بھڑ قوم کی آمد	۵۵
۱۱	بھڑ قوم کی حکومت اور بہرائچ	۵۶
۱۲	بہرائچ کی وجہ تسمیہ	۵۷
۱۳	بہرائچ کی زبان وتعلیم	۵۸
۱۴	بہرائچ کی ندیاں اور جھلیں	۵۹
۱۵	بہرائچ میں غازیان اسلام کی آمد	۶۰
۱۶	سلطان ناصرالدین سبکتگین کے جدامجد کی آمد ایران سے ترکستان وبخارا میں	۶۲
۱۷	سلطان ناصرالدین سبکتگین کی آمد بخارا سے غزنی میں	۶۶
۱۸	سادات فاطمی وسادات علوی کی مدینہ منورہ سے ہرات میں آمد وقیام	۶۸
۱۹	سادات فاطمی وسادات علوی کی جہاد ہند میں شمولیت درعہد سلطان ناصرالدین سبکتگین	۷۲

۲۰	سید سالار میر نصر اللہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۷۲
۲۱	سید سالار شاہو غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۷۴
۲۲	سید سالار زنگی غازی داماد سید سالار شاہو غازی	۷۵
۲۳	سید رجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۷۶
۲۴	مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۸۷
۲۵	آپ کے آباء واجداد کی وطن مالوف سے ہجرت اور ہرات وغزنہ میں قیام	۸۸
۲۶	شرکتِ اسمی کی بنیاد پر شبہ وازالہ شبہ	۱۴۵
۲۷	سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۵۹
۲۸	شرکتِ اسمی کی بنیاد پر غلط فہمی وازالہ غلط فہمی	۱۶۶
۲۹	غازی ہرات فاتح منگرونڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی	۱۷۰
۳۰	خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بیلکھرا	۱۷۳
۳۱	عالی نسب عبد المنان علوی بن عبد الرحمٰن علوی میر پور	۱۷۴
۳۲	بدر الدین علوی بن عبد المنان علوی میر پور	۱۷۵
۳۳	لائق علی علوی بن عبد الغنی علوی	۱۷۷
۳۴	سیّد سالار سیف الدین غازی کی نسل کے مشہور افراد	۱۸۰
۳۵	سیّد سالار محمد غازی الدین غازی شہیدِ منگرونڈا	۱۸۰
۳۶	سیدنا سالار سیف الدین غازی	۱۸۲
۳۷	گنج شہیداں	۱۸۲
۳۸	حضرت امیر خضر	۱۸۳
۳۹	گنبد واقع عیدگاہ درگاہ شریف	۱۸۳
۴۰	قدم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۱۸۳
۴۱	گنج شہیداں	۱۸۴

۴۲	حضرت عالم شہید	۱۸۴
۴۳	حضرت خنجر شہید	۱۸۵
۴۴	حضرت سیدنا ابراہیم شہید بارہ ہزاری	۱۸۵
۴۵	سید ابراہیم کی بہرائچ شریف میں شہادت	۱۸۶
۴۶	سید ابراہیم اور قلعہ دھندگڑھ	۱۸۸
۴۷	حضرت سکندر دیوانہ عرف بابا برہنہ	۱۹۱
۴۸	حضرت بی بی مائلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا	۱۹۲
۴۹	حضرت فیروز شہید ترک بخاری	۱۹۳
۵۰	حضرت بھولے شہید	۱۹۳
۵۱	سیدنا سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب شدہ قرآن مجید و صدری شریف	۱۹۴
۵۲	حضرت امیر حسن شہید پیر بتنی شریف	۱۹۴
۵۳	سید سالار مسعود غازی اور بی بی زہرہ کی رسم شادی	۲۰۲
۵۴	سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد آپ کا مزار مبارک بہرائچ میں کیسے قائم رہا	۲۰۶
۵۵	سید سالار مسعود غازی کے مزار پاک کو سب سے پہلے کس نے اور کب تعمیر کیا	۲۰۸
۵۶	محمد شاہ تغلق کی بہرائچ حاضری اور تعمیرات عمارت	۲۰۹
۵۷	فیروز شاہ تغلق کی حاضری اور تعمیرات عمارت	۲۰۹
۵۸	درگاہ سید سالار مسعود غازی کے متعلق کتبہ جات	۲۱۰
۵۹	درگاہ کمیٹی نے کچھ عمارتیں بنوائیں	۲۱۰
۶۰	سید سالار مسعود غازی کے مزار پاک پر سالانہ میلہ اور تاریخی روایات	۲۱۱
۶۱	درگاہ معلیٰ کی آمدنی کے ذرائع اور اخراجات	۲۱۲
۶۲	نواب شجاع الدولہ وزیر اودھ کا فرمان	۲۱۲
۶۳	درگاہ کی کمیٹی انتظامیہ کا دستور	۲۱۳

تقریظ العلوی

شہزادۂ فاتحِ خیبر اولادِ محمد بن حنفیہ نبیرۂ شعیب الاولیاء وجانشین حضور چشتی میاں پیر طریقت حضرت

العلام حضرت حافظ وقاری وحضرت علامہ مولانا **محمد افسر علوی قادری چشتی**

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یارعلویہ براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

زیرِ نظر تالیف ''تاریخِ غازیانِ بہرائچ'' عالم تاریخ داں ماہر فقہیات مفتیٔ بھساول حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری زید شرفہ سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر وصدر مفتی مرکزی دارالافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا بھساول کی تالیف ہے، انکی بے حد کاوشوں کا یہ ثمرہ ہے جو سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے رفقاء کے مجاہدانہ کارناموں سے متعلق ہے۔ یہ ایک اہم اور عظیم تاریخی دستاویز ہے جس میں موصوف نے ہرات وغزنہ سے لیکر بہرائچ تک کے حالات سفر ومجاہدانہ کارنامہ تحریر کیا ہے۔ ہرات وغزنہ سے ہجرت اور قیام سترکھ وبہرائچ کے اغراض ومقاصد اور قیام قنوج وسترکھ سے غازیانِ اسلام کو جہاں جہاں تبلیغ دین کے لئے بھیجا مثلاً کانور ومہوبہ وگوپامئو وبنارس بھاگنگر ولکھنو ومنگرونڈادیوی وانچوبی صبیحہ ومہند وغیرہ اس پر بھی کافی حد تک روشنی ڈالی ہے۔ بہرائچ کی تاریخی حیثیت اور اس دور میں اس کے حالات کیا تھے اس پر قیمتی معلومات فراہم کی ہے۔ سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد مزار پاک بہرائچ میں کیسے قائم رہا، سب سے پہلے سید سالار مسعود غازی کے مزار کو کس نے اور کب تعمیر کیا، نواب شجاع الدولہ وزیر اودھ کا فرمان درگاہ کے متعلق وغیرہ پر سیر حاصل معلومات فراہم کی جو کہ مطالعہ سے عیاں ہے، محتاج بیاں نہیں۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سرزمین بہرائچ میں ایسے وقت تشریف لائے جس وقت اس مقام پر بھڑ قوم کے ظالم وجابر اُجڈ لوگ آباد تھے، لودھی وبرہمنی مشن جاری

تھا۔تاریخی شواہد سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں کے راجگان اپنی چھوٹی چھوٹی ریاست کے حکمراں بنے ہوئے تھے جو والیٔ قنوج راجہ جے پال کے ماتحت تھے اور غریبوں کا چین و سکون سے زندگی گزارنا مشکل کر رکھا تھا، سورج کنڈ پر جان کی بلی پیش کی جاتی وہ بھی اکلوتا لڑکے کی گویا کہ یہ سرزمین پورے بھارت میں ایک المیہ بنی ہوئی تھی۔دریں حال ظلم وعدوان نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو آواز دی تو رب کائنات نے انسانیت کی حفاظت نیز طغیان و سرکشی کا قلع قمع کرنے کے لئے مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو منتخب فرمایا۔آپ نے قیام ستر کھ کے دوران وہاں سے سب سے پہلے سید سالار سیف الدین غازی درجب کوتوال کو ایک مختصر سی فوج کے ساتھ بہرائچ روانہ کیا اور آپ کے شہزادگان سید سالار ابو محمد منیر غازی وسید سالار ابوظفر رفیع الدین غازی کو مختصر سی فوج کے ساتھ منگرونڈا روانہ کیا۔ بعدہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اپنے والد ماجد سے اجازت کے بعد بہرائچ روانہ ہوئے اور یہاں دس ماہ کچھ دن قیام فرمایا۔آپ کی نگاہ کیمیا نے بے شمار افراد انسانی کو تاریک وادیوں سے نکال کر ان کے لئے امن وآشتی وصلح وشانتی کا پیغام نشر فرمایا جس کو مفتی صاحب قبلہ نے مذکورہ کتاب میں بڑی عرق ریزی سے تحریر فرمایا ہے۔مفتی صاحب قبلہ کی یہ تالیف ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ رب قدیر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس تالیف کو مقبول خاص وعام فرمائے اور نظر بد سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

---: دعا گو :---

محمد افسر علوی قادری چشتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یار علویہ براؤں شریف

وچیف ایڈیٹر مجلہ سہ ماہی شعیب الاولیاء براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر۔یوپی

۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۷/جون بروز سنیچر ۲۰۲۵ء

****

تصدیق انیق

مصنف کتب کثیرہ ادیب اریب محقق لبیب ماہر فقہیات وجزئیات حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد نظام الدین قادری** صاحب قبلہ طول اللہ عمرہ استاذ ومفتی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیز گرامی حضرت مولانا سید محمد افسر علوی سلمہ ربہ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ مفتی وصی احمد علوی قادری سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول، مہاراشٹر نے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور ان کے خانوادہ نیز ان کی قیادت میں شریک شہدائے اسلام کی روشن تاریخ اور عظیم الشان کارناموں سے متعلق ایک کتاب مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ برِ صغیر ہند و پاک میں شمعِ اسلام کو فروزاں کرنے اور کفر کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو اسلام وایمان کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کرنے میں جن مقدس نفوسِ قدسیہ نے اہم کردار ادا کیا ہے ان کی فہرست میں ایک ممتاز نام سید سالار مسعود غازی نور اللہ مرقدہ کا ہے جنھوں نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے وطن اور ہر طرح کی راحت وآسائش کو چھوڑا اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں جامِ شہادت نوش کیا اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ہندوستان کے کلمہ گو مسلمان ان کے عظیم احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ان کی عظمتوں کا اندازہ کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد کافی ہے جس کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح البخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر اسلامی پرچم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلاً خَیْرٌ لَّکَ مِنْ أَنْ یَّکُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ"

یعنی اللہ تعالیٰ اگر تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت نصیب فرمادے تو یہ تمہارے لیے (انتہائی قیمتی) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: کتاب المغازی، حدیث نمبر ۳۷۰۱)

اور بعض روایتوں میں ہے: "لَاَنْ یَھْدِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی یَدَیكَ رَجُلاً خَیْرٌ لَكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ" یعنی کسی کے ذریعہ کسی ایک آدمی کو راہِ ہدایت نصیب ہوجانا اس کے لیے تمام روئے زمین کی نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ کسی ایک آدمی کو داخلِ اسلام کرنا انتہائی عظیم سرمدی سعادت ہے تو جس ذات نے نہ جانے کتنے گم گشتگانِ راہِ حق کو جادۂ مستقیم پر گامزن کرنے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہو اس کی عظمتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اسلاف شناسی اور اپنے بزرگوں کی دینی خدمات کا تذکرہ یقیناً قابلِ ستائش کارنامہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب ترتیب دے کر یہ کارنامہ انجام دینے والے مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب پوری جماعتِ اہلِ سنت کی طرف سے مبارک باد کے قابل ہیں۔ کتاب کی فہرست اور جستہ جستہ مقامات سے کتاب کے مشمولات دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ انہوں نے اس موضوع سے متعلق متعدد کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد کو بڑی خوبصورتی اور سلیقہ سے مرتب ومزین کرکے اہلِ علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

امید ہے کہ مؤلف موصوف کی یہ کاوش اہلِ علم کے درمیان قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی خدماتِ جلیلہ کے سلسلہ میں لوگوں کے علم میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

دعا ہے کہ رب قدیر مؤلف موصوف کے علم، صحت اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے، انھیں ترقی درجات سے سرفرازی بخشے اور مزید قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد نظام الدین قادری (غفرلہ)
خادم درس وافتاء دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی۔ بستی

کلمات تبریک

ادیبِ شہیر ماہرِ علومِ کثیرہ فاضل جامع ازہر مصر، شہزادۂ مولائے کائنات حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی **علی حسن علوی ازہری** صاحب قبلہ متعنا اللہ بطول حیاتہ ونفعنا من علومہ

(میر پور قیصر گنج ضلع بہرائچ)

صدر المدرسین مرکزی درسگاہ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! برِ صغیر ہندو پاک کی سرزمین وہ سرزمین ہے جہاں اسلام کی سربلندی کے لیے بے شمار مجاہدینِ اسلام و غازیانِ اسلام نے اپنا لہو پیش کیا ہے، ان کی داستان کے ہر صفحے میں ایثار کی خوشبو اور صداقت کی روشنی ہے۔ انہیں بے مثال ہستیوں میں سے ایک بے مثال ہستی یعنی مظہرِ عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جنکی جائے شہادت بہرائچ شریف ہے، اسی وجہ سے اس جگہ کا مقام ایک خاص روحانی اور تاریخی عظمت کا حامل رہا ہے۔ یہ زمین نہ صرف اولیائے کرام کے فیوض و برکات سے معمور ہے بلکہ غازیانِ اسلام کی قربانیوں کی گواہ اور شاہدِ عدل بھی ہے۔

زیر نظر تالیف ''تاریخ غازیان بہرائچ'' عزیزم مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب، سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول۔ مہاراشٹر کی انہیں پاکباز ہستیوں کی تاریخ و ترجمہ پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنی قیمتی جان کا نذرانہ دے کر حق کی شمع روشن کی ہے۔ اس کتاب میں ہرات و غزنہ سے لیکر سترکھ اور سترکھ سے جہاں جہاں اشاعتِ اسلام کے لئے غازیانِ اسلام کا وفد بھیجا گیا مثلاً حضرت مہی بختیار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کانور میں، حضرت امیر حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مہوبہ ضلع ہمیر پور میں اور اعز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گوپامئو میں، سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہرائچ میں اور

آپ کے شہزادگان سید سالار ابو محمد منیر غازی وسید سالار ابو ظفر رفیع الدین غازی کو منگرونڈا میں جیسا کہ مرأت مسعودی وغزا نامہ مسعودی وواجب العرض منگرونڈا سے عیاں ہے۔ ان تمام تاریخی حقائق کو مذکورہ کتاب میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب صرف ایک ترجمہ ہی نہیں بلکہ ایک روحانی دستاویز، تاریخی مرقع اور ایمانی تذکار بھی ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے جذبۂ ایمانی، حبِّ دین اور ایثار وقربانی کی مثالیں فراہم کرتی ہے۔ تاریخ اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ بہرائچ شریف کی سرزمین پر وہ مردانِ حق قیام پذیر ہیں جن کی زندگی کا مقصد فقط رضائے الٰہی تھا، ان میں سرفہرست حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں جن کی زندگی جوانمردی، حکمت اور جہاد کے واقعات اس خطہ کو تا قیامت یادگار بناتے رہیں گے ۔آپ کا نام تاریخ ہند میں ایک درخشندہ ستارہ کی طرح ہے، بلکہ ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے جو تا قیامت مجاہدین اسلام کے لیے مشعل راہ رہے گا۔ آپ کی ذات والا صفات اور آپ کے رفقاء کی بے مثال قربانیوں سے ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا دروازہ کھلا، وہ سرزمین جو کبھی ظلمت وضلالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی آپ کی آمد کی برکت سے وہ نورِ ایمان وایقان سے منور ہوگئی اور اس کی فضا میں ایک عجیب سی اور خوشگوار تبدیلی محسوس ہوئی اور ہر سو اعتماد وسکون واطمینان ویقین کی خوشبو پھیل گئی۔ آپ کا لشکر صرف جنگجوؤں کا ہی ایک لشکر نہ تھا بلکہ یہ گروہ مردانِ خدا آگاہ وخدامست پر مشتمل تھا، ایک زندہ روشن متحرک اور حیات آفریں قافلۂ حق وصداقت تھا جو خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات پر دست افلاک میں تکبیرِ مسلسل کو ہمیشہ ترجیح دیتا تھا، اس قافلۂ عشق کے بارے میں یہ شعر برمحل ہوگا۔

وہ آبلہ پا کاروانِ اہل جنوں
لٹا گیا جو بہاروں پر اپنی سرخیٔ خون
اف یہ جادو کہ اسے دیکھ کے جی ڈرتا ہے
یا مسافر تھے جو اس راہ گزر سے گزرے

یہ پاکیزہ کاروان وہ تھا جو عشق الٰہی، اخلاصِ نیت، روحانیت اور تقویٰ سے لبریز تھا، ان کے ہاتھوں میں تلوار، دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، لبوں پر ذکرِ حق اور نگاہوں میں

رضائے الٰہی کی جستجو تھی۔ یہ قافلہ جہاں سے گزرا وہاں صرف فتح کے پرچم ہی بلند نہ ہوئے بلکہ انسانیت، عدل، محبت اور روحانیت کی قندیلیں بھی روشن ہوئیں۔

مؤلف کتاب نے نہایت باریک بینی کے ساتھ ان غازیانِ اسلام وشہدائے بہرائچ کے احوال وآثار قدیم کتب تاریخ وسیر سے مرتب کیا ہے۔ اسلوب سادہ مگر شائستہ، زبان رواں مگر پُر اثر، قلم ایسا کہ اس سے عقیدت اور صداقت یکجا ہو کر جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں کے لیے چراغِ راہ ہے، یہ انہیں بتاتی ہے کہ زندگی کا مقصد صرف جینا نہیں بلکہ حق کے لیے جینا اور حق پر مرنا ہے۔ سچ پوچھئے تو مؤلف کا یہ کارنامہ فقط ایک کتاب کی تالیف نہیں بلکہ ایک پیغام کی تجدید ہے، ایک دعوتِ عمل ہے اور ایک تاریخ ایمان و عزیمت کی بازیافت ہے جس کو پڑھنے والے اپنے دلوں میں ایمان کی حرارت، اسلام کی حمیت اور زندگی میں شان عزیمت پیدا کریں گی۔

موصوف ہمارے طرف سے خاص مبارک بادی کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں زیادہ سے زیادہ خدمتِ دینِ متین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

علی حسن علوی ازہری (غفرلہ)
صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت فیض الرسول
براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر۔ یوپی

کلماتِ جلیلہ

پیر طریقت شہزادۂ حضور بدر ملت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مصنف کتب کثیرہ ادیب شہیر حضرت العلام

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی **محمد رابع نورانی شاہ بدری صدیقی** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

استاذ و مفتی مرکزی درسگاہ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف و قاضی شرع ضلع سدھارتھ نگر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"تاریخ غازیانِ بہرائچ" مؤلفہ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر، بھساول راقم السطور کی نگاہ سے گزری۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ سرزمینِ بہرائچ شریف کی ان مقدس ہستیوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے دینِ متین کی سربلندی، اسلام کے فروغ، اور ظلم و باطل کے استیصال کے لیے اپنی جانیں نچھاور کیں۔ کسی فارسی شاعر نے انھیں جیسی شخصیات کے بارے میں کہا ہے کہ

آناں کہ غم تو برگزیدند ہمہ
در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ
در معرکہ دو کون فتح از عشق است
با آنکہ سپاہ او شہیدند ہمہ

اس مبارک جماعت کے سرخیل اس کے روحِ رواں اور مرکزی محور حضور سیدی سرکار سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات ہے، جن کی قیادت میں غازیانِ ملت و مجاہدینِ امت کی جو جماعت تھی اس کی خصوصیات میں سب سے نمایاں اور لائق ذکر بات اس کی جامعیت تھی کہ اس میں جہادِ اصغر (تزکیہ نفس) بھی تھا اور جہادِ اکبر (جہاد و قتال) بھی، زہد و عبادت بھی اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی، عقل بھی اور جذبات

بھی، رات کے رہبان بھی، دن کے فرسان بھی یعنی رات کی تنہائیاں مسجد کے گوشۂ خلوت میں رب تعالیٰ کے حضور سر بسجود گزارنے والے اور دن کی روشنی میں حق کے پرچم تلے گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہوکر باطل کے ایوانوں کو لرزانے والے یہ سب درحقیقت اس صحیح دینی فہم اور دینی شعور کا کرشمہ تھا جو آپ کی عبقری شخصیت اور صحیح تربیت کی وجہ سے جماعتِ مجاہدین میں پختہ اور راسخ ہو چکے تھے اور زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی تھے، یہ ایک صاحبِ یقین اور مجاہد نسل کی بہترین تصویر اور اخلاص وللّٰہیت کا وہ صحیح معیار اور دلکش نمونہ تھے جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے۔ بہر حال یہ کتاب نہ صرف یہ کہ ایک تاریخی دستاویز ہے بلکہ ایک روحانی آئینہ بھی ہے جس میں اخلاص، قربانی، ایثار اور فدائیت کی وہ روشن تصویریں جھلکتی ہیں جنہیں دیکھ کر قلوب میں ایمان کی حرارت تازہ ہوجاتی ہے۔

مصنف کتاب ایک جواں سال عالم وفاضل، لکھنے پڑھنے اور مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، جہاں وہ ایک بہترین مؤلف ہیں وہیں ایک دانش گاہ یعنی ''جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر'' کے سربراہ اعلیٰ بھی ہیں، اس طرح جہاں ایک طرف تصنیفی میدان میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے ہیں وہیں دوسری جانب بحیثیت سربراہِ اعلیٰ اپنی تنظیمی صلاحیتوں کو بھی آشکار کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ مولائے کریم موصوف کے زبان وبیان میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

محمد رابع نورانی بدری ابن حضور بدر ملت علیہ الرحمہ
خادم التدریس والافتاء دار العلوم اہل سنت فیض الرسول
براؤں شریف۔ سدھارتھ نگر (یوپی)

تاثر گرامی

ماہر درسیات رئیس القلم ناشر فکر رضا حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد کمال احمد علیمی**
صاحب قبلہ متعنا اللہ بطول حیاتہ ونفعنا من علومہ، استاذ و مفتی مرکزی درسگاہ دار العلوم علیمیہ
جمدا شاہی ضلع بستی۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہٗ الکریم

اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت ایمان کی علامت اور عقیدے کی حفاظت کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اللہ والوں کے نقشِ قدم پر چلنا ہی مدار نجات ہے۔ یہی راہِ اعتدال اور صراطِ مستقیم ہے۔ قرآن مجید میں انعام یافتہ لوگوں کے نشان قدم پر چلنے کی دعا کی گئی ہے۔ احادیث مبارکہ میں ان کی دوستی کو اللہ کی دوستی اور ان سے عداوت کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں برائیوں کا عروج اور نیکیوں کا زوال عام ہے، فتنوں کی گرم بازاری نے پوری ملت اسلامیہ کو بکھیر کر رکھ دیا ہے، اخلاقی اقدار کی گراوٹ جاری ہے، محبت ہار رہی ہے اور نفرت جیت رہی ہے، ایک دوسرے سے حسد، جلن، عناد، بغض اور تنگ نظری کا دور دورہ ہے، انسان انسانیت سے عاری ہو چکا ہے، لوگوں کے دلوں سے خوف الٰہی کب کا رخصت ہو چکا ہے. ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ماضی کی طرف رجوع کیا جائے، اسلاف کے نقوشِ حیات تلاش کیے جائیں، ان کے دبستانِ حیات کے گل ولالہ کی مہک سے مشام جاں کو معطر کیا جائے، ان کی کتابِ حیات کے زریں اوراق یک جا کیے جائیں پھر ان ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی جائے، تصوف کا پاکیزہ تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ لوگ اپنے دلوں میں اللہ والوں کی محبت کا چراغ جلائیں پھر تقاضائے محبت پر عمل کریں۔ اس کار خیر میں خیر ہی خیر ہے، لوگوں کا روحانی تزکیہ ہوگا، عملی تربیت ہوگی، ان کی دلی قساوتیں دور ہوں گی، راہِ حق کے راہی بنیں گے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمنانِ دین کے پروپیگنڈوں کا خوبصورت جواب بھی ملے گا، اس اقدام

سے جذبۂ محبت کو فروغ ملے گا، عداوت تاراج ہوگی، لوگوں کے دلوں میں جذبۂ خیر خواہی پیدا ہوگا، دین کا فروغ اور دینداروں کی نجات ہوگی۔

زیر نظر کتاب پانچویں صدی ہجری کی ایک انقلابی شخصیت، مجاہد اسلام، داعیٔ دین، حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے ساتھ، آپ کے قافلۂ شوق میں شامل ان نیک بخت مجاہدین کے کارناموں پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع تاریخی دستاویز ہے جس میں بہرائچ شریف میں معرکۂ حق وباطل میں شامل راہِ حق کے ان مسافروں کی مجاہدانہ خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جنھوں نے کفر وشرک کی شبِ دیجور میں ایمان وایقان کی شمع فروزاں کی، جن کا احسان عظیم ہے کہ آج ہم اپنے معبود حقیقی کے حضور جبینِ نیاز خم کرتے ہیں، جن کے طفیل آج ہمیں کائنات کی سب سے عظیم نعمت ''نعمتِ ایمان'' حاصل ہے۔ کتاب کے نام سے اس کا موضوع اور غرض وغایت ظاہر ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ ہر کسی کے لیے نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

اس کتاب کے مؤلف محترم مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے صدیوں کی تاریخ کو سمیٹ کر علم وحکمت اور تاریخ وسیرت کا ایک خوبصورت گلدستہ بنا دیا ہے۔ رب کریم آپ کی اس عظیم خدمت کو شرف قبولیت بخشے، ہجوم کار کے باعث اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا مگر جتنا پڑھا اچھا لگا، تاریخ نہایت خشک فن ہے مگر مؤلف کتاب کی زبان وبیان کی چاشنی نے اس فن کو بھی شیریں بنا دیا ہے۔ عزیز ومعزز، نبیرۂ شعیب الاولیا، حضرت مولانا محمد افسر علوی قادری چشتی علیمی جانشین مخدوم مکرم حضرت علامہ الشاہ غلام عبد القادر علوی چشتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی خواہش تھی کہ میں اس پر کچھ لکھوں، کما حقہ نہ لکھ سکا، مگر اس کتاب کے تعلق سے میرے خیالات کی عکاسی کے لیے اتنی تحریر بہت ہے۔

کمال احمد علیمی نظامی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

۱۴/ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ/ ۱۱ جون ۲۰۲۵ء

تاثر گرامی

ماہر فقہ وافتاء ناشر مسلک اعلی حضرت خلیفہ حضور تاج الشریعہ استاذی الکریم حضرت علامہ الحاج **مفتی محمد عبدالرحمن قادری رضوی** حفظہ اللہ تعالیٰ استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف وصدر تعلیمات رضا فاؤنڈیشن رجسٹرڈ نگرور بہرائچ شریف۔ یوپی

نصلی ونسلم علیٰ رسولہ وحبیبہِ الکریم۔

امابعد!

نشانِ سیّد سالارِ اعظم امتیازی ہے
شہیدِ راہِ مولیٰ ہے مگر نام ان کا غازی ہے

اللہ رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت وضرورت پوری کرنے کے لیے خاص فرمادیا ہے، لوگ اپنی حاجتیں ضرورتیں اُن کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی عطا سے لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پوری فرماتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں نہ ہی کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم۔ یعنی حضرات اولیائے کرام کی جماعت (مفہوم حدیث) انہیں حاجت روا اور مشکل کشا، خاصانِ خدا ومحبوبانِ بارگاہِ خداوندی میں سے ایک عظیم ہستی شہیدِ اعظم ہندوستان، مظہرِ عیسیٰ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ہے جن کا مبارک آستانہ صوبہ اتر پردیش کے ضلع بہرائچ کے خاص شہر بہرائچ میں درگاہ شریف کے نام سے مرجع خلائق ہے۔ بے شمار حاجت مند، مریض، لاولد، گونگے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے، قوم کے ستائے ہوئے، دکھ کے مارے ہوئے، مظلوم و پریشان انسان آپ کی چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں اور من کی مرادیں پاکر خوشی خوشی واپس جاتے ہیں۔ کوڑھیوں کو شفاء، بے زبانوں کو زبان، بے اولادوں کو اولاد، مظلوموں کو انصاف ملنا اس دربارِ عالی شان کی ریت ہے، جس کا ریکارڈ آج بھی درگاہ شریف کی منتظمہ کمیٹی کے پاس (نام، ولدیت، مکمّل پتّے کے ساتھ) محفوظ ہے۔ اس مبارک آستانے کی سب سے پہلی کرامت کیسے ظاہر ہوئی اور ایک دکھ کی ماری خاتون کی حاجت روائی اس چوکھٹ سے کس

طرح سے ہوئی چند سطروں میں اُس کا تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

یہ کرامت خود میرے آبائی وطن مولد و مسکن میرے گاؤں سے متعلق ہے، اس کا خاندان آج بھی میرے گاؤں میں موجود ہے جس کا جی چاہے وہ آکر تحقیق کر سکتا ہے۔ تذکرہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے گاؤں نگرور میں ایک غیر مسلم شخص شادی کے کئی سال گزر جانے کے باوجود بھی وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہا جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں بالخصوص اس کی ماں نے اولاد نہ ہونے کے سبب منحوس، بانجھ اور سخت سخت الفاظ سنا سنا کر اس کی بیوی کا جینا دشوار کر دیا، طعنوں کی تاب نہ لا کر ایک دن اس کی بیوی اپنے شوہر، ساس اور گھر والوں سے بتائے بغیر حضور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی چوکھٹ پر روتی بلکتی حاضر ہوئی اور اپنا سر پٹک پٹک کر عرض کرنے لگی ''اے غازی دولہا، اے بالے سرکار! (کچھ لوگ غازی سرکار کو ''بالے میاں'' کے نام سے بھی پکارتے ہیں) سب کی فریادیں سنتے ہو میری بھی سن کر پوری فرما دو، میرا بھی دکھ دور کر دو، اولاد نہ ہونے کا طعنہ سن سن کر میں زندگی سے تنگ آچکی ہوں اے غازی سرکار! اگر اولاد کی نعمت نہ ملی تو میں مر جاؤں گی۔ روتے بلکتے اپنا دکھڑا سرکار غازی کی بارگاہ میں سنا ہی رہی تھی کہ اس کا شوہر بھی درِ غازی پر آ پہنچا وہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ رُو رُو کر عریضہ پیش کرنے لگا پھر سمجھا بجھا کر اپنی بیوی کو گھر لایا دونوں میں قربت ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں ظاہر ہوا کہ اس کی بیوی امید سے ہے۔ اب تو گھر والوں کی بالخصوص اس کی ماں کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ وہ غیر مسلم شخص، اس کی ماں اور اس کی بیوی ہر دوشنبہ کی رات کو بارگاہ غازی میں آتے سلامی پیش کرتے اور شیرینی پیش کرتے اور لوگوں میں تقسیم کرتے۔ مدت پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندے غازی سرکار کے وسیلۂ کرم سے اس کو ایک خوبصورت بیٹے کی نعمت عطا فرمائی اس وقت مزار شریف کچی تھی وہ شخص اور اس کے گھر والوں نے بچے کے ولادت کے بعد مزار شریف کو خالص گائے کے دودھ اور چونے سے پختہ تعمیر کرایا۔ یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ نے اسے اور بھی بچوں سے نوازا۔ یہ ہے غازی سرکار کی چوکھٹ کی پہلی کرامت۔ پھر اس کے بعد مخلوقِ خداوندی کی حاجت روائی کا سلسلہ جو چلا ہے الحمد للہ آج تک جاری ہے اور یہ کیوں نہ ہو کہ:

بے سہاروں کے سہارے سید سالار ہیں

رحمتِ باری کے دھارے سید سالار ہیں

کیا بگاڑے گا زمانہ اے عبید قادری

حامی و ناصر تمہارے سید سالار ہیں

زیرِ نظر کتاب ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' حضور سید سالار مسعود غازی اور آپ کے ساتھ آنے والے، پرچمِ اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۂ حق کی خاطر اپنی جان راہِ خدا میں قربان کرنے والے، مجاہدینِ اسلام کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے، ساتھ ہی ساتھ بہرائچ کی تاریخی حیثیت کو بھی اس کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے جسے میرے عزیز شاگرد حضرت مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری زید علمہ وفضلہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول، مہاراشٹر) نے ۴۸ رعنوانات پر بڑی محنت اور لگن سے مرتب کیا ہے۔ عزیز موصوف ضلع بہرائچ شریف کے تحصیل نانپارہ کے بیراگی گاؤں (نزد شنکر پور چوراہا) کے رہنے والے ہیں اور اس وقت شہر بھساول میں دینِ متین کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ایک ذمہ دار عالمِ دین اور مستند مفتی ہیں دورانِ طالب علمی ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تحقیقی ذوق وشوق کے حامل رہے ہیں اور سب سے نمایاں خوبی موصوف میں میرے نزدیک یہ ہے کہ اس دورِ صلح کلیت میں مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک مبلغ و ترجمان ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ رب تعالیٰ انہیں اس خوبی پر استقامت بخشے۔ اس کتاب کو مقبولیت کا شرف بخش کر مقبول انام، خواص وعوام بنائے اور مزید قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

---: دعا گو ودعا جو: ---

محمد عبدالرحمن قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم

چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف۔ یوپی

۹ رذی الحجہ ۱۴۴۶ھ ۱۵ رجون ۲۰۲۵ء شب دوشنبہ مبارکہ

تقریظ جلیل

جیدالتحریر والتقریر مصنف کتب کثیرہ ازنسل فاتح خیبر حضرت العلام حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد شبیر احمد علوی مصباحی صاحب قبلہ زید شرفہ

سربراہ اعلیٰ دارالعلوم شعیب الاولیاء کٹلیا چوراہا ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری زید مجدہٗ ایک باصلاحیت مدرس، بہترین خطیب، مشاق مفتی کئی کتابوں کے مصنف اور انشاء پردازی کا کافی ذوق وشوق رکھتے ہیں۔ زیرنظر کتاب ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' میں موصوف نے غازیانِ بہرائچ کی تاریخی حیثیت اور ان کے عظیم کارناموں کو اجاگر اور ایک ہزار بائیس سال کی پرانی تاریخ یکجا کر کے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ شمالی اور مشرقی ہندوستان میں غازیانِ بہرائچ بالخصوص فاتحِ ہندوستان مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا اور اس راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کا قوتِ حیدری اور فراست ایمانی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اتری وپوربی اضلاع کے مسلمان انھیں کے مرہونِ منت ہیں۔ میں نے ''تاریخ غازیان بہرائچ'' کو مکمل پڑھا اس کے مضامین معلومات افزا وحقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ یہ کتاب مجھے بہت پسند آئی اور دل سے دعا نکلی کہ اسے مقبولیت عامہ تامہ عطا فرما کر توشہ آخرت بنائے اور رب قدیر فاضل مرتب کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدماتِ دینیہ کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمد شبیر احمد علوی مصباحی (غفرلہ)

خادم دارالعلوم شعیب الاولیاء کٹلیا چوراہا

جامعہ عائشۃ الصدیقہ للبنات غازی نگر نزد دیورنیا ٹاور ضلع شراوستی

۳؍محرم الحرام ۱۴۴۷ھ بروز اتوار

تقریظ جمیل

شہزادۂ مولائے کائنات اولاد فقیہ مدینہ حضرت العلام حضرت علامہ مولانا سید عبدالرحیم بن
سید محمد مبشر صاحب قبلہ اطال اللہ عمرھما، بیلکھر اشریف۔ بارہ بنکی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

بحمدہ تعالیٰ زیر نظر کتاب ''تاریخ غازیان بہرائچ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا، مذکورہ کتاب میں بہرائچ وشہدائے بہرائچ کے احوال پر کافی تاریخی مواد جمع پایا نیز مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے اعوان وانصار کے احوال وکوائف پر بھی کافی حد تک روشنی ڈالی گئی ہے اور ستر کھ سے جن جن جگہوں پر غازیانِ اسلام کو دعوت دین واشاعت دین کے لئے روانہ کیا مثلاً یہاں سے پہلے سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میاں رجب کوتوال کو مختصر سی فوج کے ساتھ بہرائچ روانہ کیا اس کے بعد سید ابراہیم بارہ ہزاری کو قلعہ دھندگڑھ دھی بختیار کو ولایت فرودست کی طرف، امیر حسن کو مہوبہ کی طرف، میر سید اعز الدین کو گوپامئو کی طرف وملک فیصل کو بنارس کی طرف وملک عبدالرحمن کو بھاگنگر کی طرف وملک آدم شہید کو لکھنؤ کی طرف وسید سالار ابو محمد منیر غازی کو منگرونڈا کی طرف اسی طرح دیوی اینچوبی صبیحہ مہند کی طرف روانہ کیا۔ اس زمانہ میں اس طرف میں چھوٹے چھوٹے بھڑ قوم کے راجہ تھے جو قنوج کے ماتحت تھے منگرونڈا میں بھی راجہ منگل سنگھ کی ریاست تھی جو بھڑ قوم سے تھا اور راجہ جے پال والئ قنوج کے ماتحت تھا، بندہ ناچیز (سید عبد الرحیم) بھی سید سالار ابو محمد منیر غازی کی نسل سے تعلق رکھتا ہے آپ کی نسل کے لوگ منگرونڈا و بیلکھرا ومیر پور وبیراگی گاؤں دیورا پر ہوا کیول پور وبراؤں شریف واسنگواں وغیرہ میں شاد وآباد ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ کے آباء واجداد بھی اسی نسل وخاندان سے ہیں۔ بہرکیف کتاب پڑھنے کے بعد کافی مسرت ہوئی اور دل سے دعا نکلی۔ اس سلسلے میں ہم نے مفتی بھساول مفتی وصی احمد علوی صاحب قبلہ سے بہت پہلے کہا تھا مفتی صاحب قبلہ نے میری بات کی اہمیت رکھتے ہوئے مذکورہ کتاب تالیف کر کے تمنا پوری کردی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب قبلہ کے علم وعمر، تقویٰ وطہارت میں خوب برکتیں اور رحمتیں عطا فرمائے اور مفتی صاحب قبلہ کا سایہ ہمارے اور ہم جیسوں کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سید عبدالرحیم بیلکھر اشریف۔ بارہ بنکی

بتاریخ ۹ رذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۶ رجون ۲۰۲۵ء بروز جمعہ

ماہر علوم کثیرہ اولاد محمد بن حنفیہ حضرت العلام حضرت مولانا

مفتی غلام نبی علوی امجدی صاحب قبلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم،

امابعد!

عالم نبیل، فاضل جلیل ماہر فقہیات حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری دامت برکاتہم العالیہ، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء والقضا ''فیضان امام احمد رضا'' وسربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول کی تازہ ترین علمی پیشکش بنام ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کا مطالعہ کیا۔ الحمدللہ! تذکرۂ شہدائے بہرائچ کے تاریخی حقائق سے دل ودماغ معطر ہوا اور روح علمی فتوحات کے نکہت سے شادکام ہوئی۔ یہ تالیف محض تاریخ کا بیان نہیں بلکہ اخلاص وعلم کا آئینہ دار، صدق وجذبہ اور سوز یقین کا مظہر ہے جس میں مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی کے جنگی کارنامے وفتوحات امصارِ ہند وجذبۂ اشاعت اسلام و آپ کی شہادت اور آپ کے رفقاء کی عظیم قربانی اور بہرائچ کی تاریخی حیثیت کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ تاریخی حقائق جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ مفتی صاحب قبلہ کے عمیق مطالعہ، دقیق تحقیق اور جمال بیان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت مفتی صاحب نہ صرف علمی وفقہی دنیا کے تابندہ چراغ ہیں بلکہ سادات بیلکھر اشریف وسادات منگرونڈا شریف کی متبرک اور باوقار نسل کے چشم وچراغ ہیں جن کی رگوں میں شجاعت فہم وفراست اور ولایت کا پاکیزہ خون رواں دواں ہے۔ ان کے جدِّ کریم سید خدا بخش علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو فاتح منگرونڈا سید سالار ابومحمد منیر غازی کی نسل کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ بیلکھر اشریف سے ہجرت کرکے میر پور بقریب قیصر گنج میں سکونت اختیار کی۔ سید خدا بخش کے پوتے کے چار صاحبزادے ہوئے یعنی سید عبدالمنان بن سید عبدالرحمن بن سید خدا بخش ان کے بڑے صاحبزادے سید بدھو علی علوی جنکی نسل سے سادات میر پور ہیں، اس نسل کے لوگ وہاں آج بھی عزت ووقار

کے ساتھ شادو آباد ہیں۔ دوسرے صاحبزادے سید خاقان محمد علوی جنکی نسل سے سادات براؤں شریف وسادات اسنگواں ضلع سدھارتھ ہیں۔ تیسرے صاحبزادے سید بسالت علی علوی جنکی نسل سے سادات پرتاب پور ہیں۔ چوتھے صاحبزادے سید بدرالدین علوی جنکی نسل سے بیراگی گاؤں، کیول پور، پیر ہوا کے علوی سادات ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ خاقان محمد علوی بن پیر علی علوی بن کفائی علی علوی بن بدرالدین علوی کے تین صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے بلدے علی علوی جن سے بیراگی گاؤں ودیورا کے علوی سادات ہیں۔ دوسرے صاحبزادے حسین علی علوی جن سے پیر ہوا کے علوی سادات ہیں۔ تیسرے صاحبزادے جہانگیر علی علوی جن سے کیول پور اور بعض پیر ہوا کے علوی سادات ہیں۔ جہاں جہاں یہ خاندان پہنچا وہاں وہاں ان کی علمی وروحانی برکات کا فیض عام ہوا۔ انہی نفوس قدسیہ کی نسل سے حضرت شعیب الاولیا محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں جلوہ گر ہوئیں، جنہوں نے اپنے نورِ ولایت سے نہ صرف علاقہ اودھ بلکہ ہند کے مختلف خطوں میں جا کر لوگوں کے قلوب کو اسلام کی طرف مائل کیا اور ان کے سینے کو نورِ ایمان سے معمور کیا۔ سادات بیلکھرا و سادات منگرونڈا حضرت سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی کی مقدس نسل کے مہکتے گلاب ہیں اور مفتی وصی احمد علوی صاحب قبلہ ان ہی گلبہاروں کے ایک خوشبودار پھول ہیں۔

ہم رب کریم کی بارگاہ بیکس پناہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان تاریخی تالیف کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کے مؤلف کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے تا کہ آپ کی علمی خدمات کا سلسلہ تادیر جاری وساری رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---: دعا گو :---

غلام نبی علوی امجدی پیر ہواشراوستی۔ یوپی

نزیل حال گھوسی مئو، یوپی

بتاریخ: ۱۲ رذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۰ رجون ۲۰۲۵ء بروز منگل

شہزادۂ فاتح خیبر نبیرۂ فاتح منگرونڈا خلیفہ مشائخ سلاسل کثیرہ **سید محمد سالم** صاحب قبلہ بیلکھر اشریف بارہ بنکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم،

مفتیٔ بھساول حضرت العلام حضرت مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب قبلہ صدر مفتی مرکزی دارالافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا و سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول کی ایک اور تازہ ترین تالیف بنام ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اور ایک بار پھر سے ان کے زور قلم کا قائل ہوا۔ حضرت کی علمی صلاحیت سے ہم تمام بخوبی واقف ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ پر آج سادات بیلکھر او سادات منگرونڈا کو رشک ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا نسبی تعلق بھی سادات بیلکھر اشریف سے ہے۔ مفتی صاحب کے جد امجد سید خدا بخش علوی بن سید سالار بخش علوی ۱۵۰۰ء کے قریب بیلکھرا سے میر پور ہجرت کر گئے تھے جن کی اولاد اطہار میر پور میں شاد و آباد ہیں اور یہیں سے تقریباً ایک سو پچاس سال بعد اسی گھرانے اور اسی نسل کے ایک مہکتے ہوئے پھول سید بدرالدین علوی بن سید عبدالمنان علوی اپنے دونوں صاحبزادگان سید پیر علی علوی و سید کفائی علی علوی کے ساتھ یہاں سے بیراگی گاؤں بقریب پیر بتنی شریف ہجرت کر کے اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ میر پور ہی سے سید خاقان محمد کی اولاد سید شمس الدین علوی، سید حسن علی علوی و سید خورشید علی علوی براؤں شریف میں اقامت گزیں ہوئے۔ سید خورشید علی علوی ہی کی نسل سے مصدرِ فیوض و برکات منبع انوار و تجلیات حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور سادات بیلکھرا و سادات منگرونڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی کی نسل کے تر و تازہ و مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

ہم اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تاریخی سرمایہ ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی و سید و سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے فیوض و برکات اور نگاہِ کرم نوازی سے مالا مال فرمائے اور کتاب کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو: اسیر قادری سید سالم علوی بیلکھر اشریف۔ بارہ بنکی

بتاریخ ۷ رذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۴/۶/۲۰۲۵ء بروز بدھ

عالم نبیل فاضل جلیل شہزادۂ فاتح خیبر اولاد محمد بن حنفیہ وقارِ خاندان فاتح منگرونڈا

(سید سالار ابو محمد منیر غازی منگرونڈا شریف)

حضرت العلام حضرت علامہ مولانا **محمد سراج الدین علوی برکاتی** غفرلہ ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

الحمد للہ الذی جعل من شاء من عبادہ من المؤرخین الصادقین، والصلاۃ والسلام علی سید المجاھدین وقائد الغر المحجلین، وعلی آلہ وأصحابہ ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

امابعد! علمِ تاریخ انسان کی شعوری بیداری کا آئینہ اور اس کی فکری وروحانی ترقی کا پیمانہ ہے۔ کسی بھی قوم کے لیے اس کی تاریخ صرف ماضی کے واقعات کا ایک بے روح ذخیرہ نہیں بلکہ ایک ایسا زندہ شمعِ منیر ہے جو حال کو روشنی دیتا اور مستقبل کے راستوں کو روشن کرتا ہے۔ خاص کر آسمانِ تاریخ پر اس وقت چار چاند لگ جاتے ہیں جب یہ ایسے مردانِ حق کے تذکروں سے مزین ہو جنہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں قربان کیں، جن کی زندگی کا ہر لمحہ اخلاص وقربانی کی تعبیر ہو، اس صورت میں تاریخ محض مطالعہ کی نہیں بلکہ سجدۂ تحسین کی مستحق بن جاتی ہے۔ اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی میں اضافہ کرتے ہوئے محترم عالمِ تاریخ داں ماہر فقہیات مفتیٔ بھساول حضرت مفتی وصی احمد علوی قادری مدظلہ العالی نے کتاب بنام ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' لکھ کر ایک نہایت وقیع اور قابلِ قدر علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے خطۂ مقدس کی تاریخ کو نئی معنویت اور نئی زندگی عطا کرتی ہے جس نے صدیوں سے اسلام کے متوالوں، غازیوں، علما ومشائخ، مجاہدین اور شہدائے راہِ حق کی قربانیوں کا بوجھ اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔ بہرائچ کی سرزمین اپنے دامن میں تاریخِ اسلام کا ایک انتہائی روح پرور باب رکھتی ہے۔ یہ صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں کی خاک میں مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ وسید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی شخصیات نے نہ صرف یہ کہ قدم رنجا فرمایا ہے بلکہ آپ اور آپ کے جاں نثار رفقا نے راہِ حق میں جہاد کر کے جامِ شہادت نوش فرما کر اسلام کا جھنڈا ہمیشہ کے لئے یہاں نصب فرمایا ہے۔ ان کے لہو سے جس زمین کو سیرابی نصیب ہوئی وہ آج بھی تر وتازہ ہے۔ لیکن افسوس کہ وقت کی گرد اور بے خبری کے غبار نے

اس درخشاں تاریخ کو کچھ مدھم کر دیا تھا ایسے میں مفتی صاحب کی یہ کوشش ایک تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند ہے جس نے نہ صرف ماضی کی عظمت کو اجاگر کیا بلکہ نئی نسل کو ان تاریخی حقائق سے جوڑنے کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ''تاریخ غازیانِ بہرائچ''، محض ایک تاریخی تذکرہ نہیں بلکہ ایک تحقیقی مرقع ہے۔ مؤلف نے جس خلوص، محنت اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو ترتیب دیا ہے وہ لائقِ صد تبریک ہیں۔ مفتی صاحب کا اسلوبِ نگارش نہ صرف عالمانہ و محققانہ ہے بلکہ اس میں ایک خاص دینی چاشنی اور ادبی لطافت بھی محسوس ہوتی ہے۔ میں کتاب کے مؤلف جن کی رگوں میں شجاعت، فہم و فراست و ولایت کا پاکیزہ خون رواں دواں ہے، جن کا سلسلۂ نسب سادات میر پور بیلکھرا و سادات منگرونڈا بارہ بنکی سے ہوتا ہوا ۳۵ر پشت پر مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے یعنی حضرت العلام مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب قبلہ کو اس عظیم تحقیقی و دینی خدمت پر دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یہ کتاب ان شاء اللہ نہ صرف ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنے گی بلکہ بہت سے اہلِ قلم و اہلِ علم کے لیے ایک مثال بھی ہوگی کہ تاریخ کیسے لکھی جائے اور اس میں دینی جذبہ، علمی دیانت و روحانیت کیسے شامل ہو۔ یہ کتاب مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے مولیٰ تعالیٰ صاحبِ کتاب کی محنت کو قبول فرمائے، اس کتاب کو مقبول انام بنائے اور مؤلف کے علم و عمل میں برکتوں کی بہاریں نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

---: دعا گو و دعا جو: ---

سگ امین ملت محمد سراج الدین علوی برکاتی

بتاریخ ۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۵ر جون ۲۰۲۵ء

استاذ الحفاظ والقراء شیخ التجوید حضرت العلام حضرت حافظ وقاری **کبیر احمد خان مصباحی**
صاحب قبلہ بانی وسربراہ اعلیٰ مدرسہ اہلسنت فیضان مصباح شنکر پور چوراہا ضلع بہرائچ شریف۔یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خوب ہے مسعود غازی زندگانی آپ کی
ہوگئی قربان ملت پر جوانی آپ کی

مجاہدِ اعظم حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرزمین بہرائچ شریف بڑی مردم خیز زمین ہے۔ یہاں اسلام وسنیت کی نشرواشاعت کے لئے صدیوں سے علما، فقراء ومشائخ سرگرم عمل ہیں۔ موجودہ دور میں بہرائچ شریف کو جو عروج وارتقا حاصل ہے اور دنیا بھر میں دیارِ غازی کے رہنے والوں کو جو مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہ سب حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ کے قدوم میمنت لزوم کی برکتیں ہیں اور بہرائچ شریف میں سرکار غازی اور ان کے رفقاء کی شہادت اور ان کی خدمات کا نتیجہ ہے کہ بہرائچ شریف میں اہل سنت والجماعت خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ مدارس اسلامیہ بھی موجود ہیں، طالبان علوم نبویہ دور ودراز مقام سے آکر علوم ومعارف سے بہرہ مند ہورہے ہیں، قال اللہ وقال الرسول کے نغمۂ امتیاز سے اہل سنت کے مشام جاں کو معطر کررہے ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کا درس دیا جارہا ہے اور تا قیام قیامت یہاں سے حق وباطل میں خط امتیاز پیدا کرنے کا ہنر دیا جاتا رہے گا۔ دیار سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ میں بلاتفریق مذہب وملت کثیر تعداد میں مخلوقِ خدا اپنی جبین نیاز جھکا کر برکات حاصل کررہے ہیں ۔ضرورت تھی کہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی اپنی دینی خدمات اور ان کے رفقاء کی شہادت کو منظر عام پر لایا جائے اور ان کے عظیم خانوادہ کے ذکر جمیل کو عام کیا جائے تاکہ نئی نسل کے لئے مشعل راہ ثابت ہو اور وہ لوگ جو حضرت سید سالار مسعود غازی کی

شخصیت کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کررہے ہیں ان کے لئے درس عبرت ہو۔

بحمدہ تعالیٰ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے حضرت علامہ مفتی وصی احمد علوی صاحب نے قلم اٹھایا اور حضور غازی میاں علیہ الرحمہ کی خدمات اور ان کے عظیم کارناموں کو قلمبند فرمایا۔

حضرت علامہ مفتی وصی احمد صاحب قابل مبارک باد ہیں۔آپ حضور شعیب الاولیا محمد یار علی علوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ کے خوشہ چیں ہیں اور ملک کی عظیم درسگاہ سے علم متداولہ اور کتب درسیہ حاصل کر چکے ہیں، ساتھ ہی ساتھ فقہ وافتاء اور عرف و عادات اور مشق و ممارست میں اپنی شان آپ ہیں۔مولیٰ تعالیٰ حضرت مفتی وصی احمد صاحب کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

---: دُعاگو :---

کبیر احمد خان مصباحی

شنکر پور چوراہا ضلع بہرائچ شریف۔یوپی

□

عالم نبیل فاضل اجل حضرت العلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عارف رضا قادری

صاحب قبلہ طول اللہ عمرہ سدھارتھ نگر۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لك الحمد یارب العالمین جل جلاله والصلوۃ والسلام

یارحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

تمام تعریفیں اس خالق ارض وسماء کے لئے جس نے انسان کو نطق وعلم کی دولت سے مالا مال فرمایا، زبان پر نوع بنوع وطرح طرح کے الفاظ وکلمات جاری کرنے کی قدرت بخشی اور خوش نصیب اہل علم ودانش اور ادیب واہل قلم کو عبارت وضع کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ یہی وہ دولت گوہر نایاب ہے جس کی بدولت آدمی بعد موت بھی زندہ رہتا ہے۔ سچی اور اچھی باتیں صفحۂ قرطاس پر بصورت الفاظ موتیوں کی طرح بکھر کر قارئین کے دل ودماغ میں تازگی وتابندگی پیدا کرتی ہیں اور نشان منزل بتاتی ہیں اور صاحب قلم و قرطاس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر ہمیشہ کے لیے چمکنا شروع ہو جاتا ہے۔ خصوصا عالمانِ دین متین اور عاشقانِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاط قلم عشق ومحبت اور ہدایت کے واسطے ایصال الی المطلوب کا درخشندہ ستارہ اور مہر درخشاں بن کر دامن مراد کو گوہر آبدار سے بھر دیا جاتا ہے۔ اس میدان کے شہسوار ہر دور میں رہے ہیں، انہیں گروہ میں سے لئیق وفہیم، مدبر ومبصر، عالم تاریخ داں، ماہر فقہیات صاحب فکر وقلم، اولاد علی مرتضیٰ گل گلزار فاتح منگرونڈا (سید سالار ابو محمد منیر غازی) مفتیٔ شہر بھساول فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب قبلہ کی ذات ہے جن کی تازہ ترین تالیف کردہ کتاب ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' ہے۔

الحمدللہ! ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ماشاءاللہ کتاب اسم بامسمی پایا۔ مذکورہ کتاب تاریخی حقائق پر مبنی ہے، کتاب سے ظاہر ہے کہ ان کی نظر تاریخی حقائق پر بھی بڑی گہری ہے۔ غزنی سے لے کر بہرائچ تک غازیانِ بہرائچ کے احوال وسید سالار مسعود غازی نے کہاں کہاں جنگ کی اور یہ جوابی جنگ تھی یا اقدامی جنگ، شرکت اسی کی بنیاد پر شبہ وازالۂ شبہ وغیرہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مطالعہ سے ظاہر ہے کہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

رب قدیر اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کو مقبول خاص وعام فرمائے اور مفتی صاحب قبلہ کو دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

گدا اپنے کریم کا

محمد عارف رضا قادری رضوی

خطیب وامام مدینہ مسجد ڈونگری پھلیا، واپی۔ گجرات

بتاریخ ۱۸ رذی الحجہ ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۵ رجون ۲۰۲۵ء بروز اتوار

مؤید معمولات اہلسنت حضرت العلام حضرت علامہ مولانا **محمد ہاشم رضا خاں**

صاحب قبلہ اطال اللہ عمرہ

صدر المدرسین جامعہ عربیہ امیر العلوم درگاہ پیر بتنی شریف ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم،

امت محمدیہ کے اولیائے کرام وصلحائے عظام وغازیانِ اسلام جادۂ حق سے برگشتہ انسانوں اور منزل علم وعرفان سے نا آشنا مسلمانوں کے اصلاح وارشاد کے لیے جو باطنی اور روحانی کوششیں فرمائی ہیں اسے اگر آبِ زر سے تحریر کیا جائے تو حق ادا نہ ہوگا، اپنے اپنے زمانہ میں ان مقدس ہستیوں نے راہ حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی اس انداز میں اصلاح کی ہے کہ رگ وریشے میں خالق کائنات اور سرکار کائنات فخر موجودات علیہ الصلاۃ والتسلیم کے عشق ومحبت کی ایک غیر فانی روح دوڑنے لگی۔ پیش نظر کتاب ''تاریخ غازیان بہرائچ'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے نور نظر سید الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات وغزات وفتوحات اور آپ کی افواج کے تحقیقی احوال پر مشتمل ہے۔ یہ مردِ مجاہد افغانستان سے بھارت میں آکر اصلاح وارشاد کے لئے باطنی وروحانی کوششیں کی۔ مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ عظیم ہستی ہیں جنہوں نے ہندوستان کے مختلف خطوں کے بت پرستوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ان کے سینوں میں اسلام کی شمع روشن کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کیا، صعوبتیں برداشت کیں، لیکن حق کی خاطر آگے ہی بڑھتے رہے۔ مرتبے کا یہ عالم ہے کہ بادشاہوں کے تخت وتاج ان کے قدموں میں قربان ہونے کے لیے بے قرار رہتے ہیں، سنگلاخ وادیوں کو طے کرتے ہوئے آخرکار بہرائچ میں آکر عظمت اسلام بچانے کے لیے راہ مولیٰ میں جام شہادت نوش فرمالیا۔ اسی فوج کے ایک مشہور کمانڈر حضرت سیدنا امیر حسن عرب شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شہید پیر بتنی شریف ہیں۔ آپ ۴۲۴ھ کی جنگ جو احقاق حق ابطال باطل کے لئے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راجہ سہیل دیو سے کر

رہے تھے اسی جنگ میں بہرائچ کے مغربی واتری گوشے بمقام پیر بتنی شریف علاقہ نواب گنج نانپارہ میں حضرت سیدنا امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راجہ چردہا سے جنگ کرتے ہوئے راہ مولیٰ میں خون کا آخری قطرہ بہا کر ۲۷ رجب المرجب ۴۲۴ھ کے موقع پر جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ اس مقام کی کمانڈری فرمارہے تھے اور سید سالار مسعود غازی کے سپاہ کے سردار و تاجدار شمار کیے جاتے تھے، آپ کا اہم ترین مقابلہ چردہا کے راجہ سے ہوا تھا جو روپی ڈیہہ کے قریب میں واقع ہے جہاں پر اس زمانہ کے قلعہ کا ٹیلہ اور نشان بطور یادگار باقی ہے۔ حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار اطہر سندری نگر عرف پیر بتنی شریف میں مرجع خلائق اور تجلیات ربانی کا مرکز ہے۔ خلق خدا اس شہید راہ وفا سے فیض لازوال پاتی ہے، جہاں پر ہر روز عقیدت مندوں کا جم غفیر اور محبان اولیاء کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ حقائق کی چٹانوں پر تاریخ کا یہ سر فلک مینار آج بھی پیر بتنی شریف کی سرزمین سے اقوام ہند کی رہنمائی کر رہا ہے اور تربت میر عرب سے آواز آرہی ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروروں جہاں نہیں

جس کو محب گرامی لائق صد احترام حضرت علامہ مفتی وصی احمد علوی صاحب قبلہ نے بنام ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کتابی شکل میں قارئین کرام کے سپرد کیا ہے۔ موصوف نہایت متحرک وفعال عالم دین ہیں جنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ مواد فراہم کیا ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے لیے جس کسی لائبریری میں جانے کی ضرورت پڑی وہاں گئے جہاں پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت پڑی وہاں پیسہ خرچ کیا۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے نیز مفتی صاحب قبلہ کو جزائے خیر اور دارین کی سعادت سے مالا مال فرمائے۔، آمین یارب العالمین

---: دُعا گو :---

خادم الفاروقی محمد ہاشم رضا خان

جامعہ عربیہ امیر العلوم، درگاہ پیر بتنی شریف ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

ماہر درس وتدریس ناشر فکر رضا حضرت العلام حضرت علامہ مولانا **محمد کلیم الرحمٰن** صاحب قبلہ
قادری صدر المدرسین جامعہ عربیہ مدرسہ حسینہ رضویہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لك الحمد يا الله والصلاة والسلام عليك يا رسول الله ﷺ

اما بعد! بہرائچ، نیپال کی سرحد پر واقع شمالی ہند کا ایک بڑا خوبصورت شہر ہے ،یہاں کی زمین اپنے اندر کچھ اس قدر جاذبیت اور کشش رکھتی ہے کہ جو اپنی مثال آپ ہے ،غالبا اسی بنا پر شہزادۂ علی مولیٰ مظہر عیسیٰ حضرت سیّدنا سالار مسعود غازی علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا تھا کہ مجھ کو اس سرزمین سے محبت کی بو اور وفا کی خوشبو آتی ہے۔ الغرض میرے اپنے ناقص نظریات وتجربات کے اعتبار سے بہرائچ صرف ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی شہر ہے جو اپنے دامن میں سیکڑوں لعل وگوہر کو لے رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے تاریخ نویس نے اس شہر کو اپنی تاریخی دستاویز میں ایک خاص مقام دیا اور اپنی معلومات کے مطابق اس پر قلم اٹھایا ہے نیز تاریخی یادگاروں پر بکھرے ہوئے بے شمار انمول خزانوں کو بڑی جاں فشانی اور بے بہا عرق ریزی سے یکجا کر کے قوم کی گود میں ڈالنے کا ایک اہم اور نمایاں کردار انجام دیا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک انوکھی کڑی محب گرامی وقار مفتیٔ بھساول حضرت علامہ مفتی وصی احمد صاحب قبلہ علوی قادری زید مجدہ وشرفہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے جو گوناگوں خصوصیات وکمالات کے مجموعہ ہیں۔ موصوف جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر کے سربراہ اعلیٰ اور مرکزی دارالافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا بھساول کے صدر مفتی بھی ہیں۔ موصوف ایک خوش مزاج نیک ،طینت عالم دین ہیں اور ایک اچھی استعداد واقتدار کے زریں گلستان بھی اور علم وادب کے ایک بہترین شاہکار بھی ہیں۔ فقہ وفتاویٰ وتاریخ وسیر کے باذوق قلمکار بھی ہیں جیسا کہ مذکورہ تالیف سے عیاں ہے۔

زیر نظر کتاب فائق بنام ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' ان کی خداداد صلاحیتوں کا ثمرہ اور قلمی کاوشوں کا نتیجہ ہے جو سرزمین بہرائچ کی تاریخی حیثیت نیز مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود

غازی ودیگر غازیانِ بہرائچ کی بے لوث شہادت پر ایک عظیم پونجی اور بڑا سرمایہ قوم کو دیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سید سالار مسعود غازی اور آپ کے احباب واصحاب نے اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکتوں نیز اپنے پاکیزہ جسموں میں دوڑ رہے خون کے قطرات سے سرزمین بہرائچ اور اس کے گرد ونواح میں ایسے مستحکم مضبوط اور تر وتازہ درخت لگائے ہیں کہ تا قیامِ قیامت اسلام مخالف طاقتیں اپنی تمام تر انتھک کوششوں کے باوجود بھی ان اشجار اسلام کی بیخ کنی میں ناکام ونامراد رہیں گی اور یہ اسلامی باغیچے ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیش پھولتے پھلتے مہکتے اور لہلہاتے رہیں گے اور ساتھ ہی یہ اعلان کرتے رہیں گے کہ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

ناچیز راقم الحروف دل کی اتھاہ گہرائیوں سے رب کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ موصوف کی اس تالیف لطیف کو مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء کے طفیل شرف قبولیت عطا فرما کر اسے مقبول خاص وعام بنائے اور اس کے مؤلف کو اجر دوام کی دولت لازوال سے مالا مال فرمائے اور مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الا مین المتین سید الانبیاء والمرسلین علیھم و علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم وعلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

---: دُعا گو :---
گدائے تاج الشریعہ
محمد کلیم الرحمن قادری عفی عنہ
پرنسپل جامعہ عربیہ مدرسہ حسینیہ رضویہ محلہ حضرت گنج نانپارہ ضلع بہرائچ شریف۔ یوپی
۵ رمحرم الحرام/ ۱۴۴۷ھ/ ہجری یکم جولائی/ ۲۰۲۵ء/ عیسوی بروز سہ شنبہ

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا محمد اجمل رضا قادری علیمی اطال اللہ عمرہ بہرائچ شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

کسی موضوع پر تحقیقی مضمون سپرد قلم کرنا کتنا مشکل امر ہے یہ اہل علم پر ظاہر و باہر ہے۔ تاریخ کے اہم گوشے پر نظر رکھنا اور تمام شبہات کا ازالہ کر کے یقین کے معیار تک پہنچانا اور دلائل کے انبار لگا دینا کس قدر اہمیت کا حامل ہے یہ وہی زیادہ بہتر سمجھتا ہے جو اس راہ کا مسافر ہے و علم دوست ہے۔ اسی میدان کے شہسوار گرامی قدر حضرت العلام حضرت مولانا مفتی وصی احمد صاحب قبلہ علوی زید شرفہ ہیں جنہوں نے ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کی گل فشانی کرتے ہوئے اس اہم عنوان کے پیچ و خم سے ایسے گزرے ہیں کہ دل سے سبحان اللہ و ماشاء اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ موصوف ایک نوجوان صاحب علم و فضل، مفتی اور کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ مرکزی دار الافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا کے صدر مفتی جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول کے سربراہ اعلیٰ بھی ہیں۔ اس عمر میں اتنا وسیع مطالعہ قابل ستائش ہے۔ میں مفتی صاحب قبلہ کا ان کی اس تصنیف کو پڑھ کر گرویدہ ہو گیا، مفتی صاحب قبلہ کی نظر جہاں فقہ و فتاویٰ پر گہری رہتی ہے وہیں تاریخ پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے ہیں جیسا کہ مذکورہ کتاب سے عیاں ہے جو کہ عوام و خواص کے لیے بہت مفید ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم مفتی صاحب قبلہ کو مزید قوت ہمت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور عوام و خواص میں قبولیتِ عام و تام فرمائے۔ آمین بجاہ سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد اجمل رضا قادری علیمی غفرلہ الاحد

خطیب و امام مسجد فضل کریم بہرائچ شریف۔ یوپی

بتاریخ۔ ۱۴ر جون ۲۰۲۵ء بمطابق ۱۷ر ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ

کرم فرما گرامی وقار استاذ الحفاظ حضرت حافظ وقاری **محمد عابد رضا قادری** زید شرفہ
بہرائچ شریف۔یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ وہ بارگاہ ہے جس بارگاہ سے ہر سال لاتعداد لوگ امراض سے شفایاب اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے ہیں، انہیں فیض پانے والوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ووارث پاک حضرت سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیوی شریف وقطب بہرائچ حضرت سید ابو جعفر افضل الدین امیر ماہ جعفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ومصدر فیوض وبرکات ومنبع انوار وتجلیات حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ومحمد شاہ تغلق وفیروز شاہ تغلق واورنگزیب عالمگیر جیسی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

صاحب مرأت الاسرار شیخ عبدالرحمٰن علوی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ" مجھ سے عطائے رسول خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الحق والدین چشتی حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم رویا میں فرمایا کہ ہم نے تم کو چار صاحب ولایت وصاحب تصرف کے درمیان جگہ دی ہے جو قیام قیامت تک اپنی قبور میں مثل احیاء کے اپنی قبر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہمیشہ تمہارے ممد ومعاون رہیں گے، مغرب کی طرف شیخ بدیع الدین شاہ مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مشرق کی طرف سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شمال کی طرف سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جنوب میں شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان چاروں کے درمیان تم ہمیشہ امن وامان میں رہو گے"۔(ماخوذ از سیرت مدار اعظم ص ۳۷ و ۳۸ رومرأت الاسرار)

اس سے تھوڑا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا مقام کتنا بلند وبالا ہے۔انہیں تمام اوصاف حسنہ اور اور آپ کے رفقاء کی شہادت اور غزنی سے ہندوستان تک کے حالات سفر

ومجاہدانہ کارنامہ جو درۂ خیبر سے بہرائچ تک انجام دیا اور اشاعت اسلام کی ۔ان کو مذکورہ کتاب میں حضرت العلام حضرت مفتی وصی احمد صاحب قبلہ علوی نے یکجا کرنے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔ مفتی صاحب قبلہ حسن عمل حسن اخلاق کی وجہ سے اپنے احباب میں خصوصی طور سے معروف ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ باصلاحیت عالم دین ومستند مفتی ہیں۔ تحقیق ومطالعہ وعلم وفہم کا پتہ مذکورہ کتاب سے چلتا ہے کی کس قدر بلند ہے۔

زیر نظر کتاب ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ مذکورہ کتاب میں مفتی صاحب قبلہ نے ایک عمدہ تحقیق پیش کی ہے جو قابل تعریف ہے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے رفقاء ومجاہدین کے کارناموں کو دلائل کے ساتھ جمع کیا ہے اور شہدائے بہرائچ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے جس کو پڑھنے کے بعد قاری مطمئن ہوجاتا ہے اور امید ہے شہدائے بہرائچ کے کارناموں سے نئی نسل کو سبق حاصل کرنے کا موقع بھی ملے گا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ کریم مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقہ وطفیل مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب قبلہ کے علم وعمل میں وعمر ورزق میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے اور یوں ہی دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمد عابد رضا قادری

سالار گنج بہرائچ شریف۔ یوپی

خلیفۂ امام ملت حضرت العلام حضرت علامہ مولانا **محمد ریحان رضا** صاحب قبلہ امجدی
صدر المدرسین جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول۔ مہاراشٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

ہندوستان کے مسلمانوں پر صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس ہولناک بت کدے میں قدم رکھ کر کفر وشرک میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو ایمان واسلام کی روشنی سے روشناس کرایا اور ان کی پیشانیاں خدائے واحد وقدوس کے حضور جھکادیں۔ برصغیر کے مسلمان ان بزرگوں کے اس احسان سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ انہیں اولین بزرگوں میں جواں سال غازی وشہید فی سبیل اللہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کی جائے شہادت بہرائچ شریف ہے۔ بہرائچ علاقہ اودھ کا ایک تاریخی شہر ہے۔ بہرائچ کا تذکرہ تقریباً تاریخ کی تمام کتابوں میں ملتا ہے۔ شہدائے اسلام نے اس سرزمین کو اپنے خون سے سینچا ہے، انہیں شہدائے اسلام کی نفوسِ قدسیہ کو مفتیٔ بھساول ماہر علوم کثیرہ حضرت العلام مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب قبلہ زید شرفہ سربراہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر وصدر مفتی مرکزی دارالافتاء والقضاء فیضان امام احمد رضا بھساول نے پردۂ خفا سے عیاں اور اجاگر کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شہر بہرائچ کی تاریخی حیثیت بھی بیان کی ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کے بارے میں سید سالار مسعود غازی نے اپنی حیات ظاہری میں خود فرمایا تھا کہ یہاں سے محبت کی بو آرہی ہے۔ یہاں کے چپے چپے پر شہدائے اسلام کے مزارات نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی ہند خصوصاً علاقہ اودھ کے محلوں میں سید سالار مسعود غازی اور ان کے ساتھی غازیانِ اسلام کی تبلیغ اور جہاد ہی نے اسلام کی اشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، جس کی واضح دلیل وہ قدیم مزارات ہیں جن کے بارے میں تاریخ سے بھی کچھ اشارے ملتے ہیں اور سینہ

بہ سینہ روایات بھی چلی آرہی ہیں کہ یہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھی شہیدوں کے مزارات ہیں، دوسری شہادت علاقہ اودھ اور اطراف واکناف کے مختلف شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں سید سالار مسعود غازی کے علامتی مزارات اوران پر لگنے والے صحبت کے وہ میلے ہیں جو سید سالار مسعود غازی کے سالانہ عرس یا سالانہ میلے کے موقع پر دھوم دھام اور انتہائی عقیدت سے منعقد ہوتے ہیں اور سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیدائی منت کے علم نصب کرتے ہیں۔

موصوف قابل صد تحسین ہیں کہ انھوں نے صدیوں کی بکھری ہوئی تاریخ کے اوراق سے غازیانِ بہرائچ کی دینی تبلیغی اور روحانی کارناموں کے مواد کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بہرائچ کی تاریخی حیثیت بھی بیان کی۔ موصوف نے جو تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ یقیناً یہ عظیم کارنامہ رہتی دنیا تک ان کی یادگار رہے گی۔

فقیر دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کی توفیق رفیق بخشے اور دارین کی برکتوں اور سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ عالی جاہ میں یہ نذرانہ عقیدت ''تاریخ غازیان بہرائچ'' قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

از۔ محمد ریحان رضا قادری امجدی غفرلہ

خادم جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول۔ مہاراشٹر۔

بتاریخ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۴ر دسمبر ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ

وجہ تالیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے برصغیر ہند و پاک میں شمع اسلام کو فروزاں کیا، مذہب اسلام کی عطر بیز خوشبوؤں سے بھٹکتی اور بلکتی انسانیت کے مشام جاں کو معطر کیا اور جن کے قدوم میمنت لزوم کی برکتوں سے مسلمانوں کے نہاں خانۂ دل بقعۂ نور بن گئے، سرزمین ہند کے کہسار، آبشار، جنگل و بیابان، بلندی و پستی سب اسلام کے سرمدی نغموں سے گونجنے لگے، اس خطہ کے خوش نصیب مکیں جہالت و گمراہی کے دلدل سے نکل کر سعادت و کامیابی کے لازوال دولت سے سرفراز ہوئے، انسانوں کی عبادت سے نکل کر ذات وحدہ لاشریک لہٗ کی پرستش کی جانب مائل ہوئے، ان کے اور ان کے ہمنوا کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مادر وطن کی فضاؤں میں رحمت و نور کی بہاروں نے اپنا قدم جمایا، ایسی ذات کو ہم تمامی حضرات کو چاہیے کہ تاریخ ہند کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھیں مگر ظلم بالائے ظلم کہ ایسی مقدس ذات کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہند میں امن شانتی اور صوفی ازم کی اشاعت کے لیے نہیں بلکہ حکومت اور لوٹ مار کرنے کے لئے آئے تھے۔ معاذ اللہ! اسی طرح قلت مطالعہ کی بنا پر بعض تذکرہ نگاروں کو سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شرکت اسمی کی بنیاد پر غلط فہمی ہوئی ہے۔ مثلاً بعض باتیں مسعود بن محمود کی مسعود بن شاہو غازی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ کی آرمی میں بھی کچھ حضرات کے شرکت اسمی کی بنیاد پر لوگوں سے بیان احوال میں غلطی ہوئی ہے۔ مثلاً میر سید ابراہیم شہید بدایوں اور سید ابراہیم شہید کنتور بارہ بنکی و سید ابراہیم بارہ ہزاری فاتح قلعہ دھند گڑھ و سید ابراہیم بارہ ہزاری مزار پاک محلہ اکبر پورہ بہرائچ شریف و سید ابراہیم بارہ ہزاری مزار پاک درگاہ معلیٰ بمتصل سکندر دیوانہ اسی طرح سید امیر حسن مزار پاک ضلع ہمیر پور مہوبہ و سیدنا امیر حسن مزار پاک پیر بتنی ضلع بہرائچ شریف کے شرکت اسمی کی بنیاد پر غلط فہمی ہوئی اسی طرح سید سالار

سیف الدین غازی مزار پاک موضع سنگھار پر اسی محلہ بخشی پورہ بہرائچ شریف وسیدنا سالار سیف الدین غازی نشان بردار مزار پاک درگاہ شریف سید سالار مسعود غازی بقریب قدم ناز سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرح غزنی سے ہند آتے ہوئے راستے میں ایک مقام سیت پور یا شیو پور نامی پڑتا ہے جو دریائے چناب اور جہلم کے سندھ کے ملنے کی جگہ پر تھا، مرآت مسعودی کے کسی نسخے میں اس شہر کا نام شیو پور ہے تو دوسرے نسخے میں ستی پور یا سیت پور یا سہور پور درج ہے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم عصر مورخ ابوریحان البیرونی کے مطابق ہندوستان کے جس حصہ میں دریائے سندھ بہتا ہے وہاں ایک شہر شیو پور بھی ہے۔ ہنری ایلیٹ نے البیرونی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق دریائے گنگا کی سات شاخیں ہیں ان میں سے ایک کا نام دریائے سیت بھی ہے حالانکہ صحیح نام شیو پور ہے، اسی طرح بہرائچ میں آنے کے اغراض ومقاصد کیا تھے اور بہرائچ کے قصبہ نگرور کا کون شخص تھا جو قنوج پہنچ کر سید سالار مسعود غازی کو بہرائچ آنے کی دعوت دی اور انسانی جان کی بلی چڑھانے کی شکایت کی۔ بہرائچ میں انسان کی بھینٹ یعنی جان کی بلی چڑھانے والے کون لوگ تھے، کس مذہب کے ماننے والے تھے، اس سرزمین پر سب سے پہلے مسعودی لشکر کس کی قیادت میں بھیجی گئی اور کیا وہ جنگ کے لیے آئے تھے اور پہلی جنگ کس جگہ ہوئی اور دوسری جنگ کس جگہ ہوئی اور تیسری اور آخری جنگ کس جگہ ہوئی۔ انہیں اعتراضات وشبہات کے ازالہ وتحقیقی معلومات کے پیش نظر ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' لکھنے کی ضرورت محسوس کیا اور لکھنا شروع کیا۔ بحمدہ تعالیٰ یہ کتاب ''تاریخ غازیانِ بہرائچ'' پائے تکمیل تک پہنچی اور قارئین کرام کے مطالعہ کے حوالے کی گئی۔

۔:العارض:۔

خاک پائے جد کریم فاتح منگرونڈا غازی ہرات

سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منگرونڈا شریف بارہ بنکی

عبدہ المذنب وصی احمد علوی الہروی

بتاریخ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۴ر دسمبر ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واہل بیتہ واولیاءامتہ وشہداءملتہ اجمعین

فلسفۂ جہاد وغزا

یہ بدیہی حقیقت ہے کہ اسلام ایک امن پسند، فطرت سے ہم آہنگ اور قدرتی مناظر سے بھرپور مذہب ہے۔اس کی نرم پالیسیوں، انسانیت کے احترام اور ایسے بنیادوں اور طریق کار کی بناء پر ہے جس میں بنی نوع انسان کے حقوق کو تحفظ ملتا ہے۔ اسے دینِ انسانیت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔لیکن بدقسمتی سے آج دنیا میں جہاد کے نام پر دہشت گردانہ کارروائیوں کو مذہب اسلام سے جوڑا جاتا ہے۔آج اسلامی تصور جہاد وغزا، خونریزی اور جنگ وجدال کا تاثر دیا جاتا ہے۔دراصل دین اسلام کی عالمگیر اور آفاقی خوبیوں اور محاسن کی بنا پر اس کے دشمنان اور حاسدین روز اول سے ہی اس کے خاتمے کے لئے کوشاں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قتل وغارتگری کا نام جہاد سے موسوم کرتے ہیں اور کچھ شر پسند عناصر جیسے طالبان ،داعش، وغیرہ دہشت گرد تنظیموں سے تعلق رکھنے والے نہ صرف جہاد اور اسلام سے متعلق گمراہ کن پروپیگنڈے کرتے ہیں بلکہ مقدس جہاد کے اصل مفہوم کو ہی مسخ کر کے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی سعی میں ملوث ہیں۔اس سے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

یاد رہے جہاد وغزا کا یہ معنی نہیں ہے کہ کسی بے قصور کو ناحق قتل کیا جائے۔جہاد کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ کوشش، محنت ومشقت وغیرہ۔اور اسے دینی پس منظر میں لیا جائے تو اسلام کی سربلندی، دعوت وتبلیغ، ترویج وتنفیذ اور تحفظ ودفاع کے لئے کی جانے والی مختلف النوع عملی کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی خواہشات پر کنٹرول اور نفس کی اصلاح کی مساعی پر بھی جہاد کا لفظ بولا گیا ہے۔دوم: یہ ذہن میں بیٹھا لینا چاہیے کہ اساسی اور بنیادی طور پر اسلامی فلسفۂ جہاد ایک ایسی پُر امن، تعمیری، اخلاقی اور روحانی جدوجہد ہے

جوحق وصداقت اورانسانیت کی فلاح کے لیے کی جاتی ہے۔ابتداءً اس جدوجہد کا جنگی معرکہ آرائی اور مسلح ٹکراؤ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ جدوجہد اصولی بنیادوں پر صرف ایسے ماحول کا تقاضا کرتا ہے جس میں ہر شخص کا ضمیر، زبان اور قلم اپنا پیغام دلوں تک پہنچانے میں آزاد ہو۔ معاشرے میں امن وامان کا دور دورہ ہو۔انسانی حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوں۔ظلم واستحصال اور استبداد کی کوئی گنجائش نہ ہو اور دنیا کے تمام ممالک پُر امن، بقائے باہمی کے رشتے میں منسلک ہوں۔لیکن جب امن دشمن طاقتیں علم وعقل کی رہنمائی سے محروم ہو کر مقابلہ پر آجائیں اور اجتماعی امن وسکون اور نظم ونسق کے خلاف تباہ کن سازشیں اور علی الاعلان جنگی تدابیر کرنے لگیں تو ایسے وقت میں جہاد کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ امن وسلامتی کے دشمنوں اور ان کے تمام جنگی مرکزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کی جائے تاکہ امن وآشتی کے ماحول کو بحال اور خیر وفلاح پر مبنی معاشرہ قائم کیا جاسکے۔قرآنی آیات سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ جہاد خدا کی راہ میں جدوجہد یا معرکہ آرائی اسلام کا فلسفۂ جہاد کرنا ہے اس کا مطلب تشدد کرنا، دہشت پھیلانا ہرگز نہیں ہے۔ وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (ت) اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔(پارہ نمبر ۲۶ رسورہ حجرات آیت نمبر ۱۵) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ فی سَبِیلِ اللہ جان ومال سے قربانی یہ صفات جس میں موجود ہوں وہی سچے مومن ہیں اور اس کے برعکس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بے قصوروں کو موت کے گھاٹ اتارنا، انکی جان ومال کو تار تار کرنا یہی جہاد ہے، اُس میں وہ سچے نہیں جھوٹے ہیں، بلکہ مقدس جہاد وغزا کو نفرت میں بدلنا ہے اور مسلمانوں کے لیے مسائل کھڑے کرنا ہے اور ان کے جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرے میں ڈالنا ہے۔لہٰذا آج وقت کی ضرورت ہے کہ اس نفرت سے بیزاری کا اعلان کیا جائے، الفت ومحبت کی شمع جلایا جائے اور امن وشانتی کے ساتھ روحانی جہاد پر توجہ دی جائے جو نفس کو برائیوں سے بچانے اور غریبوں، محتاجوں اور پریشان حالوں کی مدد کی جانب قائل کرتا ہے۔ جو مسلمان تعلیمی اداروں میں غریبوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، ضرورت مندوں کی دادرسی کرتے ہیں وہ بھی جہاد کے زمرے میں ہی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد وغزا کا صحیح مفہوم سمجھنے اور سمجھانے والا بنائے۔

مقصد جہادوغزا: قرآن مجید نے جہاد کی اجازت دیتے ہوئے مقصد جہاد کے متعلق فرمایا، فی سبیل اللہ حق کی سربلندی کے لیے لوٹ مار، تجارتی وصنعتی رقابت، وطنی یا نسلی عداوت وتعصب یا اس قسم کی سفلی مقاصد کے پیش نظر جنگ نہیں ہوتے، صرف ان لوگوں کے ساتھ اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ جوتمہارے ساتھ جنگ کررہے ہیں، جوتم پر یلغار کرنے کے لیے پرتول رہے ہیں اوراس شرط کے ساتھ لاتعدوا کہ جب جذبات پر قابو نہیں رہتا آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے خبردار اس وقت بھی کسی پر زیادتی مت کرو کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ عورتوں، معصوم بچوں، اپاہجوں، بوڑھوں، کسانوں، مزدوروں اور راہبوں پر ہاتھ اٹھانے سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب اپنے ایک سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہنے کے لیے پا پیادہ ان کے ساتھ گئے تو رخصت کرتے وقت انھیں پھلدار درختوں کے کاٹنے اونٹوں اور شیر دار جانوروں کو بلاضرورت ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔ مستشرقین حضرات جو اسلام کے نظریۂ جہادوغزا پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں وہی انصاف سے بتائیں کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی گزری ہے یا آج کی مہذب ومتمدن دنیا میں کوئی قوم ایسی موجود ہے جس کے جنگی قانون میں عدل وانصاف کا یوں لحاظ رکھا گیا ہو، آج تو جنگ شروع ہوتی ہے تو پُر امن شہریوں اور آباد بستیوں کو ایٹم بموں سے اڑا کر راکھ کردیا جاتا ہے، عورتوں، معصوم بچوں، بوڑھوں، بیماروں کسی سے درگزر نہیں کی جاتی، ہسپتالوں، درسگاہوں، عبادت خانوں تک کا احترام پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن، ج ا ص ۱۳۲)

غازیانِ اسلام کی اہمیت کتاب وسنت کی روشنی میں:۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے بھی افضل ہے۔ (قرآن مجید سورہ توبہ) مجاہدین اسلام جب راہ خدا میں نکلتے ہیں تو ان کا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا سب عبادت میں شمار ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مجاہد کا گھوڑا اسی میں بندھا گھاس چرنے کے لئے نکلتا ہے تو اس مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جب تک جہاد سے لوٹ نہ آئے اس روزہ دار اور نمازی کی طرح ہے جو متواتر روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ (جامع ترمذی) اور جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا سر کٹا دیتا

ہے تو وہ کتنا ہی بڑا پاپی کیوں نہ ہو ابر کرم کے چھینٹے اس کے تمام گناہوں کو دھو ڈالتے ہیں اور اعمال بد کی گندگیاں اس کے لہو کی خوشبو سے محو ہو جاتی ہیں بجز قرض کے اور قیامت میں شہید کی یہ شان ہوگی کہ ان کے تر و تازہ زخم سے مشک و عنبر کی خوشبو پھوٹ رہی ہوگی۔ اسی لئے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے راہ حق میں جام شہادت نوش فرمانے کی تمنا کی تھی۔

سیدنا عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاؤں پر جہاد کی دھول پڑی ہو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ (از سنن نسائی) اللہ تعالیٰ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے فساد، بدامنی و طمع و ہوس و بغض اور تعصب و تنگ نظری کی آگ کو فرو کرنے کے لئے اپنے نیک بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جس میں ایک رات کا جاگنا ہزار راتیں جاگ کر عبادت کرنے سے افضل ہے۔ جس کے لئے میدان میں جم کر کھڑے ہونا گھر بیٹھ کر ۷۰ سال تک نماز پڑھتے رہنے سے افضل بتایا گیا ہے۔ جس میں جاگنے والی آنکھوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی ہے۔ جس راہ میں غبار آلود ہونے والے قدموں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ کبھی آتش دوزخ کی طرف نہ کھسیٹے جائیں گے۔ یہی وہ بنیادی قانون اور اصول تھا جس کو علی کے لخت جگر مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی نے ہندوستان میں پورا فرمایا اور دین حق کی سربلندی و حفاظت کی خاطر بہرائچ شریف میں جام شہادت نوش فرمایا۔

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے جبکہ دوسروں کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتیں۔ ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پارہ نمبر ۱۱ رسورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۱) اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔ ایک بندۂ مومن جب اعلائے کلمۂ حق کے لیے راہ مولیٰ میں سر دھڑ کی بازی لگا کر جام شہادت نوش کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے حیات

جاودانی عطا فرما کر اپنے خاص انعام واکرام سے نوازتا ہے۔قرآن ان کی زندگی کا یوں اعلان کرتا ہے۔وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ (پارہ ۲رسورۂ بقرہ رکوع ۳) **محل نزول:** یہ آیتِ مبارکہ شہدائے بدر کے حق میں نازل ہوئی۔لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا وہ دنیوی آسائش سے محروم ہوگیا،ان کے حق میں نازل ہوئی۔شہادت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے،ان کی ارواح پر رزق پیش کے جاتے ہیں،انھیں راحتیں دی جاتی ہیں،ان کے عمل جاری رہتے ہیں،اجروثواب بڑھتا رہتا ہے۔حدیث مبارکہ میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (پارہ ۴رسورۂ آل عمران رکوع ۸) **محل نزول:** اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت مبارکہ شہدائے احد کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے وہ جنتی میوے کھاتے ہیں طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں جب انھوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انھیں خبر پہنچاؤں گا پس یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(ازسنن ابی داؤد) شہداء زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔

غازیانِ اسلام کی حیات کتاب وسُنت کی روشنی میں: امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید بن عبدالملک اموی کے دور حکومت میں جب روضۂ منورہ کی دیوار گر گئی اور بادشاہ کے حکم سے نئی بنیاد کھودی گئی تو اچانک بنیاد میں ایک پاؤں نظر آیا،لوگ گھبرا گئے اور خیال کیا کہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔لیکن جب صحابیٔ رسول حضرت سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا اور پہچانا تو قسم کھا کر فرمایا کہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس پاؤں نہیں ہے بلکہ یہ امیر المومنین حضرت عمر

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم شریف ہے۔ یہ سن کر لوگوں کی گھبراہٹ اور بے چینی کو قدرے سکون ہوا۔ (عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحت الحدیث ۱۳۹۰، ج ۶، ص ۳۱۰ مطبوعہ ملتان)

حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا، ایک نہر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والے کا پھاوڑا آپ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں زخمی ہو گیا تو اس میں سے تازہ خون بہ نکلا حالانکہ آپ کو دفن ہوئے تقریباً چالیس سال گزر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین من کرامات عبداللہ ص ۶۱۵ ملخصاً مطبوعہ برکات رضا، ہند) بعد انتقال تازہ خون کا نکلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام مالک نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قبر دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے، سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد ظاہرہ یوں تر و تازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انھیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (موطا امام مالک) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مبارک دو مرتبہ قبر مبارک سے نکالا گیا۔ پہلی مرتبہ چھ ماہ کے بعد نکالا گیا تو وہ اسی حالت میں تھے جس حالت میں دفن کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ہل یخرج المیت، الحدیث ۱۳۵۱، ج: ۱ ص: ۴۵۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسری مرتبہ چھیالیس برس کے بعد اپنے والد ماجد یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کھود کر ان کے مقدس جسم کو نکالا تو میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا وہ بدستور صحیح و سالم تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین من کرامات عبداللہ ص ۱۱۵، مطبوعہ برکات رضا۔ ہند)

بہرائچ کی تاریخی حیثیت

بہرائچ دریائے گھاگھرا کے کنارے صوبہ اتر پردیش کے دارالحکومت لکھنؤ سے ۱۲۵ رکلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، بہرائچ صوبہ خطۂ اودھ کا تاریخی ضلع اور شہر ہے۔ ضلع بہرائچ کو اگر جغرافیائی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتر پردیش کا ایک ایسا ضلع ہے جو نیپال کی سرحد پر اور ہمالیہ کی گود میں بسا ہوا ہے۔ ویسے تو یہ ضلع ترقیاتی نقطۂ نظر سے کافی پسماندہ ہے لیکن قدرتی دولت سے مالا مال بھی ہے۔ بہرائچ کے جنگلات میں کتنیا گھاٹ پوری دنیا میں اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ اتر پردیش کی اکھلیش یادو حکومت نے اسے اپنی اکوٹورازم اسکیم میں نمایاں طور پر آگے رکھا اور یہاں بیرونی اور ملکی سیاحوں کے لیے کافی سہولیات کا انتظام بھی کیا ہے۔ صاحب تاریخ اردو جلد ۱۶ رص ۳۱۵ ر پر اپنی تصنیف کے باب اضلاع مشرقی میں لکھتے ہیں: ''از اہل اسلام اول کسے کہ دریں ملک فرماں رواشد حضرت سالار مسعود غازی بودند کہ بعد فتح این ملک تا دیار سر بنارس، جونپور خطبہ وسکہ بہ نام سلطان محمود غزنوی خال خود رواج داند ۔'' ترجمہ اردو از سید ظفر احسن بہرائچی: اہل اسلام میں سے اول جو شخص فرمارواں ہوا وہ حضرت سالار مسعود غازی تھے جنہوں نے اس ملک کو فتح کے بعد بنارس اور جونپور تک کے شہروں میں اپنے ماموں سلطان محمود غزنوی کے نام کا خطبہ وسکہ رائج کیا۔

سید سالار مسعود غازی کے والد محترم سید سالار شاہو غازی ستر کھ (بارہ بنکی) میں مقیم تھے۔ وہیں انھوں نے ۲۵ رشوال المکرّم ۴۲۳ھ میں وفات پائی گویا ان مفتوحہ علاقہ کا صدر مقام وہی تھا۔ سید سالار شاہو غازی کی وفات کے بعد بہرائچ تک کے مقامی باشندوں نے بغاوت کی۔ اسی جنگ کی وجہ سے اس مقام کا نام بھڑائچ (یعنی خاص لڑائی) پڑ گیا تھا۔ توابع آں حضرت (سالار غازی) کہ تا بنارس متفرق بودند یک یک بجاہائے خود شہید شدند و باز حکومت این دیار بہ راجہ ہائے منتقل شد۔ ترجمہ از سید ظفر احسن بہرائچی: حضرت سالار غازی کے رفقاء جو کہ بنارس تک پھیلے ہوئے تھے اپنی اپنی جگہ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور پھر

اس شہر کی حکومت راجگان کو منتقل ہوگئی۔ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں بہرائچ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: بہرائچ ایک خوب صورت شہر ہے جو دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے۔سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔بادشاہ شیخ سالار (سید سالار مسعود غازی) کی قبر کی زیارت کے لئے دریا پار گیا۔شیخ سالار نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کیے تھے اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں۔(ماخوذ از۔سفر نامہ ابن بطوطہ)

بہرائچ کے شراوستی جنگل میں ۲۵ رسالوں تک گوتم بدھ تلاشِ حق کے لئے گیان و دھیان میں مراقب رہا، آج بھی شراوستی کے کھنڈرات اس عظیم متلاشی کی صحرا نوردیوں کا افسانہ زبان حال سے بیان کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔مشہور چینی سیاح ہوان سانگ جو بودھ مذہب کے آثار وصنادید کی تلاش میں ہندوستان آیا تھا بہرائچ بھی حاضر ہوا تھا۔سید سالار مسعود غازی کی آمد سے پہلے کی تاریخ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں سوائے گوتم بدھ کے آثار کے۔ (ماخوذ از بہرائچ گزیٹر مطبوعہ ۱۹۲۱ء بہرائچ ایک تاریخی شہر)

قدیم قوم جو یہاں آباد تھی جن پر آرین تہذیب اور شائستگی کا کم اثر ہوا وہ اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے۔ان میں آفتاب پرست بھی شامل تھے۔اسی قوم میں بدھ مت کی اشاعت کے لئے گوتم بدھ نے بھی سہیٹ مہیٹ کو اپنا مرکز بنایا تھا۔مگر جب چوتھی صدی عیسوی میں بدھ مت کا تنزل ہوا تو قدیم ویدک مذہب یعنی برہمنوں کے مذہب کا زور ہوا۔مگر باوجود تمام کوشش اور طاقت کے وہ قوم بھڑ کی پرانی عبادت گاہوں کو نہ مٹا سکے۔بھڑ قوم سے سید سالار مسعود غازی کی پہلی جنگ محرم ۴۲۴ رمطابق ۱۰۳۳ء میں نانپارہ تحصیل کے شمالی و مغربی جنگلات کے جنوب میں ہوئی جس کے کنارے دریائے کتھلہ بہتا تھا (موجودہ نام دریائے بھکلہ) اور دوسری جنگ بھی ربیع الاول یا ربیع الثانی ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں دریائے بھکلہ کے کنارے تین روز قیام کر کے ہوئی۔تیسری اور آخری فیصلہ کن جنگ ۱۰ رجب المرجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں ہوئی تھی اس جنگ میں راجہ سہیل دیو جس کا پایۂ تخت گونڈہ میں تھا، اُس کی فوج بہرائچ پر چڑھ آئی اور اس جنگ میں ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو سید سالار مسعود غازی شہید ہوگئے اور جہاں شہید ہوئے تھے وہیں مزار بنی اور آج بھی وہیں مزار شریف ہے۔بہرائچ کی پہلی دونوں جنگوں میں سید سالار مسعود غازی کو کامیابی

حاصل ہوئی مگر جب تیسری اور آخری فیصلہ کن جنگ شروع ہوئی تو ۱۲ رراجاؤں کی افواج بڑی تعداد میں تھیں اور اسے کمک بھی ملتی تھی جبکہ سید سالار مسعود غازی کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے۔ ایچ آر نیول نے بہرائچ گزٹیر میں لکھا ہے کہ ۱۲۴۶ء میں علاؤالدین مسعود تخت نشین ہوا اور اس نے سب سے پہلے ناصر الدین محمود کو بہرائچ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ بہرائچ اسلامی سلطنت میں اودھ کا دارالسلطنت بھی رہا ہے۔ سلطان ناصر الدین محمود ۱۲۴۶ء میں دہلی کے سلطان کے تخت پر بیٹھنے سے پہلے بہرائچ صوبہ کا گورنر بھی رہ چکا تھا۔ جب سلطان ناصر الدین محمود تخت نشین ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ کچھ وقت کے بعد ناصر الدین محمود نے قتلغ خاں کو بہرائچ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ کچھ سالوں بعد اس نے ۱۳۵۳ء میں قاضی شمس الدین بہرائچی کو جلال الدین کاسانی کی جگہ قاضی ممالک کا عہدہ تفویض کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اس کے تمام اہم ملکی امور میں معتمد و مشیر کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بہرائچ اودھ سے الگ ایک صوبہ تھا۔ (ماخوذ بہرائچ گزٹیر مطبوعہ ۱۹۲۱ ص ۱۲۰) ناصر الدین محمود کی فرمانروائی کے دسواں سال میں ۶۵۳ھ میں مطابق (۱۰ رفروری ۱۲۵۵ء - ۱۲۵۶ء) میں سلطان محمود نے ملک تاج الدین ماہ پشانی کو بہرائچ کا ذمہ دار بنا دیا تھا اسی سبب سے قتلغ خاں نے گرفتار کیا اور قید کر دیا۔ لیکن تاج الدین نے اپنے کو ایک مردانہ چال کے ذریعہ آزاد کرا لیا اس نے گھاگھرا ندی کو ایک کشتی سے پار کیا اور چند گھوڑ سواروں کے ساتھ بہرائچ کی جانب روانہ ہوا۔ ۱۳۴۰ء میں سلطان محمد بن تغلق بہرائچ آیا تھا اور درگاہ سید سالار مسعود غازی کی زیارت کی تھی۔ فیروز شاہ تغلق کی اہمیت بہرائچ کی تاریخ میں بہت ہے۔ ۱۳۷۴ء میں سلطان فیروز شاہ تغلق دوبارہ بہرائچ آیا لیکن اس بار اس نے درگاہ کے قلعہ کی دیوار کو بنوایا اور کئی دوسری عمارتوں کو بھی بنوایا تھا، اس وقت بہرائچ میں سید امیر ماہ بہرائچی بحیات تھے۔ ان کو درگاہ کی دیکھ بھال کے لئے جاگیر بھی دی تھی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب ''سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات'' میں لکھتے ہیں کہ میر سید امیر ماہ بہرائچ کے مشہور اور معروف مشائخ طریقت میں تھے سید علاء الدین المعروف بہ علی جاوری سے بیعت تھے۔ وحدت الوجود کے مختلف مسائل پر رسالہ مطلوب فی عشق المحبوب لکھا تھا۔ فیروز شاہ تغلق جب بہرائچ آیا تھا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور فیروز شاہ کے ذہن

میں مزار سے متعلق کچھ شبہات بھی تھے جن کو میر سید ابو جعفر افضل الدین امیر ماہ نے رفع کیا۔ عبدالرحمن چشتی کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد فیروز شاہ تغلق کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا تھا اور اس نے باقی عمر یادِ الٰہی میں کاٹ دی اور بہرائچ کے سفر کے بعد فیروز شاہ تغلق پر مذہبیت کا غلبہ ہو گیا تھا۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں بہرائچ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: بادشاہ نے بہرائچ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ یہ ایک خوبصورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے، سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔ بادشاہ شیخ سالار مسعود کی قبر کی زیارت کے لئے دریا پار گیا۔ شیخ سالار نے اس علاقہ کے اکثر ملک فتح کئے تھے اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں۔ دریا پار ہونے کے وقت بڑی بھیڑ ہوئی، چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی سوار تھے، ڈوب گئی اور ان میں سے ایک عرب جو امیر غداک ہمراہی تھا بچ گیا۔ ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے اس سبب اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ ہم نے شیخ سالار کے قبر کی زیارت کی۔ ان کا مزار ایک برج میں ہے لیکن میں اژدہام کے سبب اس کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا۔ لوگوں نے اس کا شکار کیا اور سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا لیکن سر اس کا چند در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں: سلطان سکندر لودھی نے بعض خرابیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کی تھی، مذہبی رسوم کے پردے میں جو گمراہیاں عام ہو گئی تھیں ان کے خلاف اس نے تعزیری کارروائیاں کیں جس میں سید سالار مسعود غازی کے نیزے جو ہر سال نکلتے تھے اس کو تمام ملک میں بند کرا دیئے۔ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں انتظامی ڈویژن میں بہرائچ گورنمنٹ کے طور پر جانا جاتا تھا جس میں موجودہ ضلع کے علاوہ گونڈہ اور کھیری ضلعوں کے کچھ حصے بھی شامل تھے۔ بہرائچ اس وقت ۱۱ر پرگنوں میں بنتا تھا۔ جس میں سب سے بڑا بہرائچ تھا جس میں ۶۱۹۲۲۶ر بیگھہ علاقہ کاشتکاری والا تھا اور اس سے ۹۱۳۴۱۴۱ر کی آمدنی ہوتی تھی۔ بہرائچ میں سرجوندی کے کنارے ایک قلعہ تھا جس میں ۶۰۰ر گھوڑ سوار اور ۴۵۰۰ر پیدل فوج کا دستہ رہتا تھا۔ ۱۶۳۷ء میں رسول خاں نام کے

پٹھان رسالدار نے بہرائچ کے قلعہ کی ذمہ داری حاصل کی اور ساتھ میں پرگنہ سلون آباد کے ۵ رگاؤں حاصل ہوئے۔اس وقت رسالدار کمریہ علاقہ بونڈی میں رہتا تھا۔وہیں رسالدار رسول خاں اوران کے بیٹے جہاں خاں کا مدفن ہے۔رسول خاں کے پوتے محمد خاں تھے جوسب سے پہلے نانپارہ میں آباد ہوئے جہاں ان کے بیٹے کرم خان نے ریاست نانپارہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ کرم خاں نے بنجاروں کے خلاف کامیاب ہوکر راجہ کا خطاب حاصل کیا۔اوراپنے بیٹے مصطفی خاں کے لئے کافی جائیداد چھوڑی جوایک طرح سے بڑی جاگیر تھی بہرائچ نہ صرف سید سالار مسعود غازی کی نسبت سے مشہور ہے بلکہ قدیم زمانے سے یہاں سادات فاطمی وسادات علوی بھی خوب کثرت سے پائے جاتے ہیں جیسا کہ منبع الانساب واخبارالاخیاروانساب علویان ہند میں سادات فاطمی وسادات وعلویان بہرائچ کا تذکرہ موجود ہے۔

بہرائچ میں بھڑ قوم کی آمد

تاریخی روایت کے مطابق جب رام چندر لنکا فتح کر کے اپنے بن باس کا زمانہ پورا کر کے واپس ہندوستان آئے تو اپنی جنم بھومی علاقہ لاہوراور پاکپٹن میں خود اقتدار سنبھالا جبکہ لچھمن پور بقول بعض لکھنا پور حال موسوم لکھنؤ کے قرب وجوار کی سرزمین انہوں نے اپنے ہمسفر بھائی لچھمن کو عطا کر دی۔ان کے قیام سے دریائے گومتی کے کنارے واقع ایک ٹیلہ پر بستی آباد ہوگئی جو لچھمن پور مشہور ہوئی۔ یہ بھی روایت مشہور ہے کہ مہاراجہ یدھشٹر کے پوتے راجہ جنم نے یہ علاقہ برناض بزرگوں رشیوں اور منیوں کو جاگیر میں دیا تھا۔جنہوں نے یہاں چپہ چپہ پر آشرم بنائے۔ایک مدت کے بعد ان کو کمزور پا کر دو نئی قومیں ہمالیہ کی ترائی سے آکر اس خطہ پر قابض ہوگئیں۔جو باہم ملتی جلتی تھیں اور جو ایک ہی نسل کی دو شاخیں ہوگئی تھیں ان میں ایک ''بھڑ'' اور دوسری ''ہانسی'' قوم موسوم ہوئی۔سنہ ۱۰۳۰ء میں انہیں اقوام سے ابتداء میں مجاہدین اسلام کا مقابلہ ہوا تھا اور غالباً انہیں پر بختیار خلجی نے سنہ ۱۲۰۲ء میں چڑھائی کی تھی۔ (ماخوذ از تاریخ گزشتہ لکھنؤ از مولانا عبدالحلیم شرر)

بھڑ قوم کی حکومت اور بہرائچ

بہرائچ قنوج کے ماتحت تھا، بہرائچ میں اس زمانہ میں جنگل ہی جنگل تھا اور چھوٹے چھوٹے خود مختار راجہ تھے برائے نام قنوج کے ماتحت تھے۔ سہیٹ مہیٹ Sehut Mehut ضلع بہرائچ کے قریب ۱۹۰۷ء میں ایک کتبہ برآمد ہوا جواب لکھنؤ کے عجائب گھر میں موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوج کے راجہ چندر دیو گہدوال نے ان اطراف کے چھ گاؤں برہمنوں کو دیئے (اپی گریفیا اینڈ کا جل ۷/۸/) اس سے قنوج کی ماتحتی ثابت ہے مگر یہ ماتحتی ایسی ہی تھی کہ سپہ سالار مسعود غازی کے ساتھ راجہ قنوج کے اچھے برتاؤ کے باوجود وہ ان ماتحت راجاؤں کو سپہ سالار موصوف کے ساتھ جنگ کرنے سے نہ روک سکا یا اس نے روکنا نہ چاہا۔ بہرائچ کی اس وقت یہ حالت تھی کہ وہ بھڑ قوم (جس کے نام پر بہرائچ کا نام ہے) کی بستی تھی یہ جابر اور اجڈ قسم کے لوگ تھے ہر ایک دوسرے کے جان و مال کے دشمن تھے۔ اس قوم کے چند نفوس حاشیہ جنگل پر آج بھی اس ضلع میں اور ملحقہ اضلاع میں موجود ہیں۔ یہ لوگ ہندوستان کے قدیم باشندگان میں سے ہیں جن پر آرین تہذیب اور شائستگی کا کم اثر ہوا اور جو اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے جن میں آفتاب کی پرستش بھی شامل تھی۔ بہرائچ میں سورج کنڈ پر آفتاب کی پرستش کی بہت بڑی جگہ تھی جہاں سورج گرہن اور چندر گرہن کے روز اور اتوار کو بھی جاتریوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا کیونکہ اتوار کا دن آفتاب (اوت وار) سے منسوب ہے۔ انہیں بھڑ لوگوں میں دین کی اشاعت کے لئے مہاراج گوتم بدھ نے بھی سیہٹ مہیٹ کو اپنی حیات میں مرکز بنایا تھا اور بدھ مذہب کے آثار آج تک وہاں موجود ہیں۔ مگر جب چوتھی صدی عیسوی میں بدھ دھرم کا تنزل ہوا تو قدیم ویدک دھرم یعنی برہمنوں کے مذہب کا زور ہوا مگر باوجود اس سنبھالے اور زور کے وہ بھڑوں کی پرانی عبادت گاہوں کو نہ مٹا سکے۔ بہرائچ میں اُس وقت راجا کون تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عباس خاں شیروانی لکھتے ہیں کہ: خیال اغلب یہ ہے کہ بہرائچ راجہ سہل دیو کی حکومت میں شامل تھا جس کا پایۂ تخت ضلع گونڈہ تھا اور یہی روایت ڈسٹرکٹ گزٹیر گونڈہ کی ہے۔ گونڈہ کے راجہ کا اصل نام راجہ سوہر دھوراج تھا جس کو عام طور پر لوگ سہیل دیو کہتے ہیں۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی و سوانح سید سالار مسعود غازی)

بہرائچ کی وجہ تسمیہ

بہرائچ علاقہ اودھ کا ایک قدیمی اور تاریخی شہر ہے۔ بہرائچ کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں مختلف آراء ہیں، بہرائچ کا قدیم نام بھڑائچ تھا۔ کچھ لوگ اس نام کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں یہاں بھڑ قوم آباد تھی جو حکومت کرتی تھی اسی قوم کے نام پر اس شہر کا نام بھڑائچ ہوا جو بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے بہرائچ ہو گیا۔ جیسا کہ بہت سے جگہوں کے قدیم نام الگ تھے اور اب جدید نام الگ ہیں۔ چند کے اسماء یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ قدیم نام مول استھان جدید نام ملتان، قدیم نام کاہلیر جدید نام کوٹ کائی، قدیم نام بوڈھا میوتا جدید نام بدایوں، قدیم نام ڈھلکا جدید نام دہلی، قدیم نام مہی رٹ جدید نام میرٹھ، قدیم نام ساکم بہری جدید نام سانبھر، قدیم نام برن جدید نام بلند شہر، قدیم نام سنبھلیشور، جدید نام سنبھل، قدیم نام کالنجر جدید نام بندیل کھنڈ، قدیم نام باری جدید نام سیتا پور، قدیم نام کانور جدید نام کانپور، قدیم نام لکھن پور جدید نام لکھنؤ، قدیم نام منہد اور مہندرورا جدید نام منگرونڈا، قدیم نام بھرکھیڑا جدید نام بیلکھرا۔ (ماخوذ از تاریخ فرشتہ وسوانح سید سالار مسعود غازی وتاریخ سید سالار مسعود غازی ومرأت مسعودی)

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سید سالار شاہو کا ۲۵ رشوال المکرم ۱۴۲۴ء کے موقع پہ ستر کھ میں وصال پُر ملال ہو گیا تو بہت سے لوگوں نے یہاں تک کہ بہرائچ تک کے مقامی باشندوں نے بغاوت کی اسی جنگ کی وجہ سے اس مقام کا نام بھڑائچ (یعنی خاص لڑائی) پڑ گیا۔ اور علامہ عبدالرحمن چشتی بہرائچ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ''وایں سورج کنڈ قبلہ جمیع کافران ہند بود یک شکل آفتاب برسنگ نقش کردہ کنارہ آن حوض داشتہ بودند آنرا بالا رکھ می گفتند و بہرائچ را باسم ہموں بالا رکھ آباداں ساختہ و روز کسوف آفتاب از مشرق تا مغرب جمیع کفار برائے پرستش او می آمدند و روز یکشنبہ طرف بہرائچ وغیرہ ہزار در ہزار از عورت و مرد حاضر آمدند و سر ہائے خود را در بہ سنگ می مالید و بجائے معبود خود می پرستیدند'' یعنی اور یہ سورج کنڈ ہندوستان کے تمام کافروں کا قبلہ تھا، ایک پتھر پر سورج کی بالا شکل کا نقش بنا کر اس حوض (تالاب) کے کنارے لوگوں نے رکھا تھا، لوگ اس کو بالا رکھ کہتے تھے اور بہرائچ کو اسی

بالارکھ کے نام سے آباد کیا گیا تھا اور سورج گرہن کے دن مشرق سے مغرب تک تمام کفار اس کی پرستش کے لئے آتے تھے اور اتوار کے دن بہرائچ وغیرہ کے اطراف سے ہزار ہا ہزار عورت اور مرد حاضر ہو کر اپنے سروں کو اس پتھر پر ملتے تھے اور اپنا خدا بنا کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ (ماخوذ از: مرآت مسعودی سوانح سید سالار مسعود غازی و بہرائچ تاریخ کے آئینہ میں)

بہرائچ کی زبان و تعلیم

بہرائچ کے باشندے کئی زبان بولتے ہیں۔ یہاں کی عام زبان اودھی ہے۔ یہاں کی اکثریت اردو ملی ہوئی، ہندی بہت بولتے ہیں۔ یہاں کی آبادی کی مادری زبان اردو اور ہندی ہے، بہرائچ تعلیم میں پیچھے ہے۔ یہاں ۳/ایڈیڈ ڈگری کالج ہیں، کسان ڈگری کالج بہرائچ ضلع کا سب سے قدیم اور بڑا ڈگری کالج ہے جس کی ابتداء ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔ یہاں ایک ویمنس ڈگری کالج بھی ہے جسکی ابتداء ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق بہرائچ ضلع میں ۴۸,۴۶/فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں جبکہ بہرائچ شہر میں ۷۳/۷۵/ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں ثانوی تعلیم کے کئی اسکول مشہور ہیں۔ شہر بہرائچ کے ۴/مشہور انٹر کالجوں کے نام یہ ہیں۔ ضلع کا سب سے قدیم تعلیمی ادارہ گورنمنٹ انٹر کالج بہرائچ ہے۔ جس کی شروعات ۱۸۶۸ء میں ہوئی تھی، یہ کالج بہت ہی تاریخی کالج ہے جہاں مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند نے ۱۹۰۰ء میں اپنی تدریسی خدمات انجام دی تھی۔ مہاراج سنگھ انٹر کالج کی شروعات ۱۹۲۸ء میں ہوئی تھی۔ گاندھی انٹر کالج کی شروعات ۱۹۴۴ء میں ہوئی تھی۔ آزاد انٹر کالج کی بنیاد محفوظ الرحمن نامی نے ۱۹۴۸ء میں مولانا آزاد نور العلوم ہائی اسکول کے نام سے رکھی تھی جو بعد میں آزاد انٹر کالج کے نام سے مشہور ہوا۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی یہاں کئی اسکولس چل رہے ہیں جن میں سے کچھ کے نام اس طرح ہیں: گورنمنٹ گرلس انٹر کالج تعلیم نسواں کا سب سے قدیم مرکز ہے جس کی اساس و بنیاد محلہ قاضی پورہ جامع مسجد کے سامنے ۱۹۰۵ء میں رکھی گئی۔ تارا گرلس انٹر کالج جس کی بنیاد ۱۹۴۶ء میں رکھی گئی۔ سرسید گرلس انٹر کالج جس کی شروعات ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔ اس کے علاوہ کئی نسواں تعلیمی ادارے بھی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بہرائچ اسلامی تعلیم کا بھی مرکز ہے۔ یہاں کئی بڑے

اسلامی ادارے قائم ہیں جہاں ملک کے مختلف علاقوں سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلبہ آتے ہیں۔شہر اور ضلع کے مشہور ادارے یہ ہیں،قدیم اسلامک ادارہ جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ ہے جس کی بنیاد ۱۹۳۸ء میں محدثِ اعظم ہند محمد میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رکھی۔۱۹۶۲ء میں جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ میں شروع ہوا اس کے علاوہ شہر و ضلع میں کئی چھوٹے بڑے ادارہ وجامعات قائم ہیں۔(ماخوذ از۔بہرائچ ایک تاریخی شہر)

بہرائچ کی ندیاں اور جھیلیں

بہرائچ میں کئی ندیاں اور جھیلیں ہیں۔یہاں کی جھیلوں میں سب سے مشہور جھیل انار کلی جھیل ہے۔یہ جھیل درگاہ سید سالار مسعود غازی سے تقریباً ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے۔یہ ایک پُر فضا و بابرکت مقام ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پر سالار مسعود غازی نے بہرائچ شریف آکر اپنے رب کی عبادت کا پہلا سجدہ ادا فرمایا،آج بھی انار کلی جھیل کے اندر بلند ترین پوربی سطح پر اس کا نشان باقی ہے۔اہل اللہ قبولیت دعا کیلئے اس مقام خاص کے قریب عبادت فرماتے ہیں۔تیسری اور آخری جنگ عظیم جو اس جھیل تک ہوئی تھی، بیشمار فرزندان اسلام نے جام شہادت نوش فرمایا جو اس جھیل کے سپرد کئے گئے،رب کائنات نے شہدائے اسلام کے خون مبارک کی برکتوں سے اس جھیل کو بابرکت بنادیا جو لاعلاج مریضوں کا شفا خانہ بن گئی، عقیدت مند حضرات غسل کرتے ہیں اور اپنی بیماریوں سے نجات پاتے ہیں،جھیل کا پانی اہل عقیدت دور دور تک لے جا کر اپنے مریضوں کو پلاتے ہیں۔سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں سے ان کو شفائے کلی حاصل ہوتی ہے۔یہاں سے ایک ندی بھی نکلی ہے جو آگے چل کر دوسری ندیوں میں مل جاتی ہے۔یہ جھیل شہر کے قریب ہونے کی وجہ سے ایک تفریح گاہ بھی ہے جہاں ہر اتوار اور جمعرات کو کافی تعداد میں شہر کے لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں۔سالانہ میلہ میں درگاہ آنے والے زائرین درگاہ پر حاضری دینے سے پہلے یہاں غسل کرتے ہیں پھر درگاہ حاضری کو جاتے ہیں۔یہاں لوگ مچھلیوں کا شکار بھی خوب کرتے ہیں۔ کچھ سال پہلے تک اس جھیل میں پان کی کھیتی بھی ہوتی تھی۔دوسرا مشہور جھیل تال بگھیل ہے۔ یہ صوبہ اتر پردیش کے ویٹ لینڈ میں شمار ہوتی ہے۔یہ جھیل پیا گپور قصبہ کے قریب واقع ہے۔

اس کے علاوہ چتوڑ تال بھی مشہور جھیل ہے۔ یہ تاریخی جھیل بہرائچ شریف سے چل کر گونڈہ روڈ پر تقریباً پانچ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پر سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دھوکا سے شہید کرنے والا راجہ سہیل دیو بھاگ کر جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا، ۱۵ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سراغ لگا کر اس مقام پر اسے قتل فرما کر واصل جہنم فرمایا تھا اس کی یاد کے طور پر یہاں پر ایک مندر بھی تعمیر کیا گیا ہے بعد قتل سہیل دیو حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی جنگ کرتے ہوئے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ بہرائچ میں سرجو اور گھاگھرا دو بڑی ندیاں ہیں۔ سرجو ندی بہت ٹیڑھی ندی ہے اس کا بہاؤ بہت تیز ہے۔ برسات کے دنوں میں اس میں سیلاب ہمیشہ آتا ہے۔

ابن بطوطہ نے سرجو ندی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ بہرائچ ایک خوبصورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے، سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔ گھاگھرا ندی ضلع کی سرحد کا کام کرتی ہے۔ گھاگھرا ضلع کے اندر نہیں بلکہ سرحد سے ہوتی ہوئی نکل جاتی ہے۔ یہ ندی بہرائچ اور لکھیم پور کی سرحد سے شروع ہوتی ہے اور سیتا پور اور بارہ بنکی ہوتے ہوئے یہ گونڈہ ضلع میں جاتی ہے۔ (ماخوذ از: تاریخِ صالحین بہرائچ و بہرائچ ایک تاریخی شہر)

بہرائچ میں غازیان اسلام کی آمد

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے درۂ خیبر و دریائے سندھ پار کر کے اجودھن اور دہلی فتح کرتے ہوئے براستہ میرٹھ قنوج ہوتے ہوئے ستر کھ پہنچے ستر کھ بارہ بنکی ضلع میں ایک مشہور قصبہ ہے جو اس وقت ہندوستان کا مرکزی مقام تھا اور ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ استھان تھا، ایک مقامی روایت یہ ہے کہ یہاں رام اور لچھمن نے تعلیم پائی اور سات رشی کا یہاں استھان تھا اس وجہ سے اس جگہ کا نام ست رشی مشہور ہوا پھر رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے ستر کھ ہو گیا اور ڈسٹرکٹ گزیٹیئر نے ستر کھ کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہاں سورشی لوگوں کے استھان تھے بابا سورش منی رہتے تھے۔ جب سید سالار مسعود غازی ستر کھ میں آئے تو ان کی عمر قریب اٹھارہ سال کی تھی ستر کھ ایک آباد پر رونق، انتہائی سرسبز و

شاداب، پرفضا اور خوشنما علاقہ تھا اور یہ جگہ اطراف کے دعوت توحید کے لئے بھی موزوں وسیرو شکار کے لئے بھی ایک اچھی جگہ تھی اس لئے یہ علاقہ آپ کو بہت پسند آیا اور یہاں پر قیام کیا۔ پھر یہیں سے آپس میں صلاح ومشورہ کرنے کے بعد اپنے چچا حضرت سید سالار سیف الدین غازی اور رجب کوتوال کو ایک مختصر لشکر کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے بہرائچ روانہ کیا۔ سید سالار سیف الدین غازی بہرائچ پہنچ کر دعوتِ توحید میں مصروف ہوگئے مگر یہ بات مقامی راجگان کو راس نہ آئی، بہرائچ اور اس کے اطراف کے راجگان نے مل کر چاروں طرف سے حضرت سید سالار سیف الدین غازی کو گھیر لیا۔ حالانکہ حضرت سید سیف الدین غازی بہرائچ جنگ کے لئے نہیں گئے تھے آپ کا مقصد محض اسلام کی تبلیغ واشاعت تھی حضرت سید سالار سیف الدین غازی نے فوراً تفصیلی حالات لکھ کر سید سالار مسعود غازی کی خدمت میں قاصد کے ذریعہ بھیجا خط ملتے ہی سید سالار مسعود غازی ۱۴ رشعبان المعظم ۴۲۳ھ کو والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہرائچ کی صورت حال سے باخبر کرتے ہوئے اجازت چاہی سید سالار شاہو غازی بہرائچ کے خطرناک صورت حال کے پیش نظر بادل ناخواستہ اجازت دے دی۔ والد محترم سے اجازت پا کر جذبۂ اسلامی سے سرشار ہو کر ۱۷ رشعبان المعظم ۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء ایک قول کے مطابق ۲۷ ررمضان المبارک ۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی بہرائچ کے لئے روانہ ہوگئے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب والد محترم سے اجازت ملنے کے بعد حضرت سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کے لئے اپنا مخصوص لشکر لے کر بہرائچ پہنچے، آپ کی آمد کی خبر ان راجاؤں کو ہوئی جنھوں نے حضرت سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر رکھا تھا، ان کے دلوں پر پہلے ہی سے آپ کی شجاعت وبہادری کا رعب وہیبت چھائی ہوئی تھی، آپ کے مقابلہ سے ان کی ہمت جواب دے گئی، بغیر جنگ کئے میدان چھوڑ کر اپنے اپنے مقام کی طرف واپس ہوگئے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں اسلام کی ترویج واشاعت میں منہمک ہوگئے چند ماہ بعد راجگان بہرائچ نے آپ کو دعوت مبارزت دی مگر آپ نے انھیں صلح نامہ پیش کرتے ہوئے دعوت توحید دی۔ ستر کھ ہی سے اطراف کے علاقوں میں اسلام کی وفود بھیجے مثلاً دیوی شریف وانچوبی صبیحہ مہند منگرونڈا ضلع بارہ بنکی وغیرہ میں۔ (ماخوذ از۔ آئینۂ مسعودی وسوانح سید سالار

مسعود غازی وحیات مسعودی وواجب العرض منگرونڈاو بیلکھرا)

تنبیہ: سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فوج میں دوسیف الدین غازی نام کے مشہور کمانڈر تھے اور دونوں حضرات کے مزارات بھی بہرائچ شریف ہی میں ہیں۔ایک آپ کے چچا تھے جنکی شہادت ۱۳ رجب المرجب ۴۲۴ھ یعنی سید سالار مسعود غازی کی شہادت سے پہلے ہوئی جن کے دو بیٹے تھے۔سیّد سالار ابو محمد منیر غازی وسیّد سالار ابو ظفر محمد رفیع الدین غازی بقول بعض تین بیٹے تھے جن کے مزارات گنج شہیداں منگرونڈاو بیلکھرا بارہ بنکی میں ہے اور پرپوتے سیّد سالار محمد قاسم شہید جنکی مزار بیلکھرا میں ہے اور دوسرے سیدنا سالار سیف الدین غازی نشان بردار تھے یعنی علمبردار لشکر تھے جنکی شہادت ۱۵ رجب المرجب ۴۲۴ھ یعنی سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد ہوئی جنگ کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملتا۔ پاکستان کے ایک تذکرہ نگار نے آپ کو لاولد قرار دیا ہے۔

سلطان ناصر الدین سبکتگین کے جدّ امجد کی آمد ایران سے ترکستان وبخارا میں

سلطان ناصر الدین سبکتگین ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد کی اولاد میں گیارہویں پشت میں نوشیرواں بادشاہ کے پوتے ہوتے ہیں۔نسب نامہ اس طرح ہے(۱) سلطان ناصر الدین سبکتگین (۲) بن جوقان (۳) بن قرالحکم (۴) بن قزل ارسلان (۵) بن قرمان (۶) بن فروز (۷) بن یزدجرد (۸) بن شیرویہ (۹) بن خسرو پرویز (۱۰) بن ہرمز کسری (۱۱) بن نوشیرواں۔امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب یزدجرد ایک چکی پیسنے والے کے مکان میں قتل کر دیا گیا تو اس کے اہل و عیال پریشان ہوکر اپنا وطن چھوڑ کر ترکستان چلے آئے یہاں ترکستان میں ان کے اور ترکوں کے درمیان رشتہ داریاں بھی ہوتی رہیں کچھ دنوں کے بعد اس خاندان سے علم ودولت دونوں چیزیں ختم ہوگئیں۔ انقلاب زمانہ کہ سلطان ناصر الدین سبکتگین کو نصر نامی ایک تاجر نے ترکستان سے بخارا لاکر بخارا کے ایک امیر شخص الپتگین کے ہاتھوں ایک غلام کی حیثیت سے بیچ دیا۔سلطان سبکتگین کا غلامی کی ابتدائی زمانہ پریشانیوں کا تھا۔اُن کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔روزی کی تنگی کی وجہ سے پریشان رہتے تھے،روزی حاصل کرنے روزانہ جنگل

میں جاتے اور شکار کرتے وہی ان کے گزر بسر کا ذریعہ تھا۔ایک دن سلطان سبکتگین جنگل میں شکار کی تلاش میں گھوم رہے تھے دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے چھوٹے سے بچے کو ساتھ لئے پھر رہی ہے آپ نے ہرنی کو پکڑنے کیلئے گھوڑا دوڑایا ہرنی تو بھاگ گئی مگر انہوں نے اس کے چھوٹے سے بچے کو پکڑ لیا اور اسے اپنے گھوڑے پر رکھ کر شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔جب ہرنی نے دیکھا کہ اس کے بچے کو صیاد اپنے گھوڑے پر لئے جا رہا ہے بے چین ہو گئی اور سلطان سبکتگین کے گھوڑے کے پیچھے دوڑنے لگی اور اپنی زبان میں فریاد کرنے لگی کچھ دور چلنے کے بعد جب سلطان سبکتگین نے مڑ کر دیکھا کہ ہرنی اس کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے اور اپنے بچے کی محبت میں اتنا محو ہے کہ اسے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں ہے تو سلطان سبکتگین کو ہرنی پر رحم آ گیا اور ہرنی کے بچے کو چھوڑ دیا۔ہرنی نے محبت سے اپنے بچے کو چوما چاٹا اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر سلطان سبکتگین کو دعائیں دیں پھر اپنے بچے کو لے کر جنگل کی طرف چلی گئی۔جب سلطان سبکتگین رات کو سوئے تو خواب میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبکتگین! تو نے ایک بے زبان جانور پر رحم کیا اس پر ہم تم سے بہت خوش ہیں اللہ تعالیٰ اس رحم کے بدلے تجھے بادشاہی عطا فرمائے گا مگر یاد رکھنا جس طرح تو نے اس جانور پر ترس کھایا یوں ہی بادشاہ ہونے کے بعد اپنی رعایا پر بھی رحم کرتے رہنا اور ظلم و ستم سے ہمیشہ پرہیز کرنا۔رفتہ رفتہ سلطان سبکتگین بحیثیت ایک غلام کے سلطان الپتگین کے زیر سایہ ترقی کرتے رہے یہاں تک الپتگین نے اپنا داماد بنا لیا اور سلطان الپتگین کی موت کے بعد اس کا بیٹا اسحاق تختِ سلطنت پر بیٹھا۔(ماخوذ از۔تاریخِ افغانستان)

پھر جب اس کی اچانک موت ہو گئی تو شہر غزنی کے با اثر لوگوں نے شہر غزنی کا سپہ سالار سلطان ناصر الدین سبکتگین کو بنا دیا، سلطان سبکتگین کا خواب سچ ثابت ہوا۔بادشاہ الپتگین اور اس کے بیٹے کے انتقال کے بعد غزنی شہر کے با اثر لوگوں نے سلطان سبکتگین کو غزنی کے شاہی تخت پر بٹھایا اور انہیں اپنا بادشاہ قرار دیا۔سلطان سبکتگین نے اپنا شاہی نام سلطان ناصر الدین رکھا جب سلطان ناصر الدین سبکتگین بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکومت کا نام "دولت غزنویہ" رکھا اور شہر غزنی کو اپنا دار السلطنت بنایا۔تخت نشیں ہونے کے بعد اس نے

کئی ایک علاقہ فتح کر کے اپنی طاقت خوب بڑھائی۔اس وقت پنجاب کا حکمراں جے پال تھا،جس کا پایہ تخت لاہور تھا اور پچھّم میں اُس کا راج پشاور تک تھا۔پشاور کے بعد سے غزنوی حکومت کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔راجہ جے پال سلطان سبکتگین کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر بڑا فکرمند ہوا اس نے سبتگین کی طاقت توڑنے کے لئے ۳۶۷ھ مطابق ۹۷۷ء میں غزنی پر حملہ کر دیا۔سبکتگین نے ہندوستانی افواج کو شکست دے کر راجہ جے پال کو گرفتار کر لیا راجہ نے معافی طلب کی اور خراج واطاعت کا وعدہ کر کے رہائی حاصل کر لی۔لیکن جب وہ لاہور پہنچا تو اپنے وعدہ سے پھر گیا اور غزنی پر دوبارہ حملہ کی تیاری کرتے ہوئے اس نے ہندوستان کے کئی راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا،اس طرح ایک لشکر عظیم جمع کر کے غزنی کی طرف پھر چل پڑا جب پھر دوبارہ بھی سلطان سبکتگین کے لشکر نے میدانِ جنگ میں ہندوستانی افواج کو پسپا کر دیا تو راجہ جے پال میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔اب کی مرتبہ سبکتگین نے پشاور فتح کر کے اسے اپنی سلطنت میں ملا لیا اور وہاں اپنی طرف سے انتظام کے لیے ایک گورنر مقرر کر دیا۔بقول صاحب تذکرہ نفوس قدسیہ عطا اللہ غازی کو مقرر کر دیا ۹۷۷ء میں جب سلطان سبکتگین کے انتقال کے بعد اس کے صاحبزادے سلطان محمود غزنوی ۳۸۸ھ مطابق ۹۹۸ء میں شہر غزنی میں تخت نشیں ہوئے۔جن کے بارے میں مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان اعظم نظام الدین ابو القاسم محمود ابن سبکتگین بہت بڑا فرمانروا تھا،بادشاہ اسلام میں وہ پہلا شخص ہے جسے خلافت بغداد نے سلطان کا لقب دیا۔

وقائع نگاران سلطانی حالات وخصائل سلطان محمود غزنوی کے یوں تحریر کرتے ہیں کہ یہ بادشاہ مردانہ فرازانہ ودلیر ودوراندیش وذی علم وعادل وجفاکش وکریم النفس اولوالعزم و فیروزمند شاعر وعاشق مزاج تھا بایں ہمہ کمالات کے اس پر یہ بھی اعتراض ہے کہ وہ لالچی و حریص اور جمع کنندہ مال دلدادہ تھا۔سلطان محمود غزنوی کے دربار کی یہ خصوصیت تھی کہ وہاں دنیا کے منتخب علماء اور فضلاء آ کر جمع ہو گئے تھے۔مؤرخین کا بیان ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کے دربار میں بیک وقت اتنے علماء اور فضلاء جمع نہیں ہوئے جتنے کہ محمود کے دربار میں تھے۔محمود غزنوی سنسکرت کی کتابوں کا بے حد قدرداں تھا۔چنانچہ البیرونی نے بیس سے زیادہ کتابوں کا ترجمہ وخلاصہ کیا۔۱۰۲۳ء میں گوالیر کے راجہ نندا نے محمود کی شان میں ہندی زبان میں مدحیہ

نظم لکھا۔ڈاکٹر ناظم اپنی تصنیف ''دی لائف اینڈ ٹائمس آف محمود غزنی''میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمود امام ابوحنیفہ کا پیرو تھا لیکن تخت نشینی کے بعد کرامیہ فرقہ کی طرف مائل ہو گیا تھا اور امام شافعی کی تقلید کرنے لگا تھا۔حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ محمود علماء وشعراء کا قدردان تھا اور ان پر چار لاکھ دینار سالانہ خرچ کرتا تھا۔مستند اہل کار نے سلطان محمود غزنوی کو فقہ حنفی کا فقیہ اور عالم تسلیم کیا ہے۔ ۴۱۰ھ میں محمود غزنوی نے غزنی میں بہت شاندار مدرسہ قائم کیا تھا۔(ماخوذ از طبقات ناصری وتاریخ فغانستان وہزار سالہ جدوجہد آزادی وآئینۂ اودھ وانوار مسعودی)

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ محرم الحرام ۳۶۱ھ اور تخت نشینی ۳۸۷ھ چھبیس سال کی عمر میں ہوئی تو تیسری بار راجہ جے پال پھر ایک لشکر عظیم اپنے ساتھ لے کر ۳۹۲ھ میں سلطنت غزنوی پر حملہ کرنے کے لیے پشاور پہنچ گیا۔حضرت سلطان محمود غزنوی بھی مقابلہ کے لیے اپنی فوج لے کر پشاور پہنچے۔ پشاور کے قریب دونوں فوجیں جان توڑ کر لڑیں۔لیکن ہندوستانی فوج شکست کھا گئی ۔ جے پال گرفتار ہو کر غزنی لایا گیا۔غزنی پہنچ کر راجہ جے پال نے سلطان محمود غزنوی سے معافی کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ میں تا زندگی وفادار رہوں گا اور برابر خراج بھیجوں گا۔سلطان محمود غزنوی نے اسے آزاد کر دیا وہ غزنی سے لاہور آ گیا لیکن وہ کئی بار شکست کھا چکا تھا اس لیے صدمہ اور غم سے چور ہو کر اُس نے خودکشی کر لی۔ جے پال کے بعد اس کا بیٹا آنند پال پنجاب کا حکمراں مقرر ہوا۔آنند پال بظاہر غزنی حکومت کا وفادار رہا اور باقاعدہ خراج بھی ادا کرتا رہا۔لیکن در پردہ سلطان محمود غزنوی کا سخت دشمن تھا۔چنانچہ اپنے باپ کی طرح اس نے بھی ہندوستان کے متعدد راجاؤں سے مدد طلب کی۔ایک لمبا چوڑا لشکر تیار کر کے سلطان محمود غزنوی کے خلاف پشاور تک جنگ کے ارادہ سے آیا سلطان محمود غزنوی کے لشکر نے ۴۰۲ھ میں پشاور کے قریب ہندو راجگان کی افواج کو شکست دے دی۔آنند پال میدان جنگ سے اپنی جان بچا کر نگرکوٹ بھاگ آیا۔بعد میں معافی کی درخواست بھیجی۔سلطان محمود غزنوی نے اسے معاف کر دیا۔۴۰۵ھ میں تھانیسر ،قنوج اور مہابن کے راجگان کے متعلق یہ خبر ملی کہ آپس میں متفق ہو کر سلطان محمود غزنوی کے خلاف حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ ایک لشکر لے کر تھانیسر کی طرف چل پڑے۔تھانیسر کا راجہ مقابلہ کی ہمت نہ پا کر میدان سے بھاگ گیا۔پھر آپ غزنی واپس آ گئے ۔۴۰۷ھ میں آپ کو اطلاع ملی کہ راجہ آنند پال کا بیٹا بغاوت

پر آمادہ ہے۔ آپ فوراً پنجاب پہنچے تو وہ کشمیر بھاگ گیا۔ جب آپ غزنی واپس ہوئے تو وہ دوبارہ پنجاب پر قابض ہوگیا اور آپ کی خدمت میں خراج کی رقم اور معافی نامہ بھیج کر اطاعت کا اقرار کیا لیکن تقریباً چار سال کے بعد پھر بغاوت کر بیٹھا۔ ہندو راجاؤں کے بار بار حملے اور بدعہدی کو دیکھ کر سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۰ھ میں کالنجر اور ۴۱۲ھ میں پنجاب کو فتح کر کے غزنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ کشمیر، قنوج، گوالیار وغیرہ کے راجاؤں نے اطاعت قبول کر کے اپنے راج کو بچالیا، پھر جب گجرات کے راجگان نے سر ابھارا تو سلطان محمود غزنوی ۴۱۵ھ میں سیدھے گجرات پہنچے اور وہاں کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔ اکثر راجاؤں نے اپنی بہتری سمجھ کر آپ کی اطاعت قبول کر لی۔ ۲۳ ربیع الاخر ۴۲۱ھ بروز جمعرات آپ کا انتقال ہوگیا۔ مدت حکومت ۳۳ سال کل عمر ۶۳ سال غزنی سلطنت تقریباً دوسو برس تک آپ کی نسل میں باقی رہی۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملہ کئے لیکن یہ حملہ قتل و غارتگری یا لوٹ مار کی غرض سے نہیں تھا بلکہ اشاعت دین حق اور قیام امن وامان اور اپنی حفاظت ودفاع کے استحکام کے لئے تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے سات بیٹے تھے (۱) محمد (۲) مسعود (۳) محمود (۴) نصر (۵) عبدالرشید (۶) ابراہیم (۷) اسماعیل۔ ان سات بیٹوں میں صرف محمد اور مسعود اور عبدالرشید یہ تینوں بیٹے یکے بعد دیگر تخت شاہی پر بیٹھے۔ (ماخوذ از۔ تاریخ فرشتہ، طبقات ناصری، الکامل فی التاریخ، تاریخ ابن خلدون، تاریخ سید سالار مسعود غازی، صولت مسعودی، ہمارے سرکار غازی میاں)

سلطان ناصر الدین سبکتگین کی آمد بخارا سے غزنی میں

مکتفی باللہ خلیفہ عباسی بغداد کے عہد میں بخارا میں سامانی خاندان کے فرمانرواؤں نے حکومت قائم کر لی تھی۔ سنہ ۲۶۱ھ سے ۳۷۹ھ تک مسلسل عباسی خلیفوں کی طرف سے ماوراء النہر (ترکستان) وغیرہ پر قابض ہوئے۔ مرکز میں خلیفوں کی حکومت کمزور ہو چکی تھی اور وہ خود خلافت کا دم بھرنے والے حکام صوبہ جات کو عارضی سندات امارت وغیرہ دیتے تھے اور بعض حکام صوبہ بھی اپنی حکومت کے قدر جواز کیلئے سند کے خواہاں و آرزومند رہتے تھے۔ خراسان کی حکومت بھی ہاتھ آئی اور خراسان بخارا کا ایک صوبہ بن گیا۔ عبدالملک سامانی بادشاہ بخارا کے عہد میں الپتگین ترقی پا کر خراسان کا گورنر ہوا، بخارا کے بادشاہ کے جانشین

بنانے کے نظریہ پر اس کا کچھ اختلاف ہوا، اور خراسان سے غزنی آ کر خودمختار حکومت قائم کرلی اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اسحاق تخت نشین ہوا جو جلد ہی انتقال کر گیا تو الپتگین کا غلام سبکتگین حاکم غزنی مقرر کر دیا گیا۔ سبکتگین نے اتنا عروج حاصل کرلیا کہ خود شاہ بخارا اپنی خانہ جنگیوں میں ان کے دست نگر اور امداد کے خواہاں ہوئے اور اس سے پہلے وہ الپتگین وغیرہ کو غاصب سمجھتے تھے۔ سند امارت غزنی وخراسان سبکتگین کے حوالے کر دی گئی ۔سبکتگین نے ہرات میں قیام کیا جہاں علوی بھی پہلے سے سمٹ سمٹا کر اس آخری سرحد پر جمع ہوکر ہرات کی قیادت وسیادت سنبھالے ہوئے تھے، سبکتگین نے کئی بار بادشاہ بخارا کی امداد پر لشکر کشی کی اور اس طرح دو بار ہندوستان قدیم پر اشاعت اسلام کیلئے ان کا محرک خود راجہ جے پال والیٔ لاہور بنا۔ سلطان سبکتگین نے افغان کے سرداروں سے دوستی قائم کرلی تھی اور راجہ جے پال کو یہ بات ناگوار گذری کیونکہ یہ افغان قبائل حد فاصل مابین غزنی ولاہور واقع تھی اور راجہ جے پال پیش قدمی کے طور پر کابل پر چڑھ آیا۔ علوی حضرات سلطان سبکتگین کے عہد ہی سے بخارا اور ہند قدیم کی جنگوں میں شرکت کی۔ گوسندھ میں مسلمان باقی تھے مگر اس وقت کے ہندوستان سندھ میں اسلام کا اثر بالکل نہ تھا مرکزی خلافت کمزور ہونے کی وجہ سے ہندو سندھ میں باجگزار مسلمان حاکموں سے علاقہ چھینتے رہے مگر مسلمان سندھ سے بالکل خارج نہیں ہوئے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ مصر میں ایک طرف اسمٰعیلیہ ،علبیدی فاطمین کی حکومت برسر اقتدار تھی اور سندھ میں بھی اس اسماعلیہ ریاست کا صدر مقام شمال میں ملتان تھا اور جنوب میں منصورہ جو علیحدہ ریاست تھی اگرچہ مسلمانوں کے حوصلے مصر کی بدولت بڑھ گئے تھے مگر مصریوں نے کبھی سندھ یا ہند قدیم پر حملہ نہیں کیا۔ شاہان غزنویہ کے دور میں حملہ کے دور میں یہی اسماعیلیہ لوگ سندھ وملتان کے حاکم تھے۔ سلطان سبکتگین کی پہلی لڑائی راجہ جے پال سے ۳۶۷ھ میں علاقہ کابل جلال آباد کے قریب ہوئی اور خونی برف میں پھنسنے کے باعث راجہ نے صلح کرلی، سلطان کی فوج نے اٹک تک تعاقب کیا، صلح تاوان ادا کرنے کی شرط پر ہوئی تھی۔ گویا سابقہ صوبہ سرحد کے ضلع پشاور علاقہ میں پہلا مجاہد فی سبیل اللہ سلطان سبکتگین داخل ہوا۔ سلطان ناصر الدین سبکتگین کے ساتھ نواح غزنی وہرات کے علوی حضرات ہندوؤں کی بیشمار سپاہ کے مقابلہ میں بیس ہزار سے بھی کم مجاہدین غزنی کا گروہ یلغار

کرتا ہوا اٹک تک آ کر واپس ہوا اور جب راجہ جے پال نے بدعہدی کی اور تاوان دینے سے انکار کیا۔ اکثر راجگان ہند کی فوجیں حمایت میں لے کر دوبارہ غزنی کا رخ کیا تو سلطان سبکتگین بھی پلٹ آیا اور ایک بار پھر پشاور میں چند ماہ کے بعد راجا جے پال کو شکست دی اور اٹک تک اسلامی علاقہ وسیع کر دیا۔ (ماخوذ از۔ تاریخ افغانستان و تاریخ فرشتہ)

سادات فاطمی و سادات علوی کی مدینہ منورہ سے ہرات میں آمد و قیام

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سادات بنی فاطمہ اور باقی اولاد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسری بیویوں سے تھیں اور جو واقعۂ کربلا سے بچ گئے تھے دمشق لے جائے گئے اور دمشق سے بعض کو مدینہ منورہ اور بعض کو مصر پہنچایا گیا اور جو امام حسین کے ساتھ کربلا میں شرکت نہ کر سکے تھے وہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور ہی کے گرد رہا کرتے تھے۔ جب اہل مدینہ کو بغاوت کے الزام میں قتل کیا تو وہ سادات اور علوی خاندان کو بھی وہاں سے دوسرے ممالک میں جانا پڑا۔ باقی جو سادات کرام اور علوی عرب یا مصر یا کسی نزدیک جگہ رہتے تھے۔ بعض حجاج بن یوسف کے ہاتھوں تنگ آ کر ۷۳ھ میں اپنے وطن کو چھوڑ کر ترکستان اور ایران چلے گئے۔ مصر میں ۷۷ھ میں قتل عام ہوا۔ حتیٰ کہ صحابی سادات بنو فاطمہ، علوی حضرات شہید ہوئے۔ وہاں سے بھی اس واقعہ کی بناء پر ایران اور طوس کے مقام پر علی رضا جن کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے حضرت علی سے جا ملتا ہے چلے گئے۔ جو خلیفہ مامون رشید کے عہد میں شہید کر دیے گئے تھے وہیں ان کا مزار تھا۔ طوس کا نام اسی وجہ سے مشہد مقدس کے نام سے مبدل و مشہور ہو گیا۔ بنو امیہ سے فاطمی سادات و علوی سادات نے جنگ بھی کی اسی طرح بنو عباس سے بھی کی بنو امیہ کے زوال کے بعد بنو عباس نے بھی ظلم و زیادتی میں کمی نہیں کی جن کو اپنی ان لڑائیوں میں ناکامی سے دوچار ہونا پڑا وہ خواہ مخواہ دور دراز سرحدوں پر روپوش اور پناہ گزیں ہونے کیلئے چلا جاتا پھر ملک ترکستان، خوارزم، بخارا، ہمدان، بغداد، عراق، عرب اور ترکستان کی سرحد اور فارس کے گرد و نواح کرمان، شیراز وغیرہ شہروں میں مقیم ہو گئے۔ کبھی بنو امیہ اور عباسیہ دونوں کے دور کے بادشاہوں نے مصلحت دنیوی کے پیش نظر قریب کر

کے حاکم بنادیئے اور کبھی دھتکار دیئے۔ کتب تواریخ میں ان باتوں کا ثبوت ملتا ہے بعض حنفی علوی بنوامیہ کے عہد حکومت اور بعض عباسی خاندان کے دور سلطنت میں خراسان چلے آئے اور ہرات وغیرہ کے اطراف و جوانب میں قرار پکڑا اور علاقہ خراسان و ہرات وغزنہ ہی سے اکثر علوی سادات ہند میں آئے جیسا کہ نسب قریش عربی ۲۳۶ ھ صفحہ ۷۷ر تہذیب الانساب عربی ۴۴۹ ھ میں ۴۷ر منتقلۃ الطالبیہ ۴۷۱ ھ میں ۳۰۳ر منبع الانساب فارسی ۸۳۰ ھ، ص ۱۰۳ر مرأت مسعودی فارسی ۱۰۳۷ ھ ص ۷ر مرأت الاسرار فارسی ۱۰۶۵ ھ ص ۱۴۲ر جو علوی سادات ہیں جن کے جدامجد حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پوتے تھے۔ اس قبیلہ کی ہندوستان آمد سلطان ناصر الدین سبکتگین وسلطان محمود غزنوی کے دور میں ہوئی ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزند حضرت محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہ کی اولاد ہند میں علوی اور حنفی کہلاتی ہیں ۔حضرت محمد حنفیہ کے فرزند علی عبد المنان تھے اور علی عبد المنان کے فرزند بطل غازی تھے۔ آپ اپنے بھتیجے اور بھانجے زید شہید کے ساتھ ۱۲۵ ھ میں کوفہ سے بغداد تہران سرخس بلخ ہوتے ہوئے خراسان کے علاقہ جوزان میں پہنچے اور یہاں سے ان کی اولادیں ہرات میں جاگزیں ہوگئیں اور ہرات سے عطا اللہ غازی ناصر الدین سبکتگین کے دور میں ہرات سے غزنہ میں جہاد کی غرض سے حاضر ہوئے بعد تربیت ناصر الدین سبکتگین کے آرمی میں سپہ سالار کے منصب پر فائز ہوئے اسی وجہ سے اس خاندان کے کچھ لوگ نے ہرات میں رہنا پسند کیا اور کچھ لوگ غزنہ میں جاگزیں ہوگئے۔ ۱۲۱ ھ میں زید شہید ابن امام زین العابدین کو بنی امیہ کی حکومت نے کوفہ میں شہید کردیا تھا۔ یحییٰ شہید بن زید شہید کی والدہ ریطہ بنت ابی ہاشم عبداللہ شاہ غازی بن محمد حنفیہ تھیں ایک قول کے مطابق وہ ہاشم عبداللہ شاہ غازی کا مزار کراچی ساحل سمندر کے کنارے روایت کیا جاتا ہے۔ تاریخ ابن خلدون جلد پنجم ص ۲۵۲ر البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر جلد ۱۰ر صفحہ ۱۳ر تاریخ طبری جلد پنجم صفحہ ۶۰-۲۶۷ر میں یحییٰ شہید بن زید شہید کا احوال درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہشام کی وفات تک یحییٰ بن زید شہید حریش بن عمرو بن داؤد کے پاس بلخ میں مقیم رہے اس کے بعد یحییٰ بہیق (سبزوار) پہنچے یہ خراسان کی آخری سرحد اور قومس سے خراسان کے شہروں میں سب سے زیادہ نزدیک واقع ہے۔ یحییٰ بن زید کے ہمراہ ۷۰ر آدمی تھے جن میں زیادہ تعداد بنو ہاشم اور ان کے قریب

رشتہ داروں کی تھی جن میں عون بطل غازی نمایاں تھے۔ ان ستر آدمیوں نے بصر بن سیار کی طرف سے بھیجے گئے دس ہزار آدمیوں کو شکست فاش دی حالانکہ ان کے ساتھ صرف ۷۰/ جوان تھے اور انہوں نے ان کے امیر کو قتل کر دیا اور ان سے بہت سے اموال چھین لیے پھر ان کے پاس ایک اور لشکر آیا جس نے ہرات کے قریب جوزان میں یحییٰ کو بھی شہید کر دیا اور ان کا سر کاٹ لیا اور ان کے سب اصحاب کو بھی قتل کر دیا۔ ایک قول کے مطابق بطل غازی کا مزار ہرات یا جوزان میں ہے۔ اور ایک قول کے مطابق عون بن علی عبد المنان اور زید بن علی کے مزارات تبریز کی پہاڑی پر ایک ساتھ موجود ہیں اور عون بن علی عبد المنان کا مزار گیلان میں ہے۔ عون عرف بطل غازی کی اولاد کتاب نسب قریش عربی ۲۳۰ھ میں ''بنی عون'' درج ہے۔ تہذیب الانساب عربی ۴۹ھ، منتقلۃ الطالبیہ عربی ۴۷۱ھ، مہاجران آل ابی طالب فارسی ۴۷۱ھ، لباب الانساب عربی ۵۶۵ھ منبع الانساب فارسی ۸۳۰ھ وغیرہ کے مطابق عون بطل غازی بن علی عبد المنان بن محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ عون بطل غازی کے پڑپوتے عیسیٰ بن علی حسین بن علی محمد غازی بن علی احمد غازی بن علی بن محمد اصل (محمد آصف غازی) کی اولاد ہند میں آباد ہیں۔ تہذیب الانساب کے مطابق عیسیٰ بن علی حسین بن علی محمد غازی بن علی احمد غازی بن علی کی اولاد ہند جب کہ دیگر تین فرزندان علی بن علی موسیٰ بن علی حسن بن علی کی اولاد مصر و روم وغیرہ میں آباد ہونا درج ہے۔ اس طرح ان سات بھائیوں عیسیٰ بن علی حسین بن علی محمد غازی بن علی احمد غازی بن علی (اولاد ہند) علی بن علی موسیٰ بن علی حسن بن علی (مصر روم وغیرہ) ہے۔ تہذیب الانساب عربی ۴۴۹ھ، منتقلۃ الطالبیہ عربی ۴۷۱ھ، مہاجران آل ابی طالب فارسی ۴۷۱ھ، لباب الانساب عربی ۵۶۵ھ منبع الانساب فارسی ۸۳۰ھ وغیرہ کے مطابق عون بطل غازی بن علی عبد المنان بن محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ عون بطل غازی کے پڑپوتے عیسیٰ بن علی حسین بن علی محمد غازی بن علی احمد غازی بن علی بن محمد اسہل (محمد آصف نمازی) بن علی و حسن بن علی کی اولاد مصر و روم وغیرہ میں آباد ہونا درج ہے۔ اس طرح ان سات بھائیوں عیسیٰ بن علی حسین بن علی محمد غازی بن علی احمد غازی بن علی (اولاد ہند) علی بن علی موسیٰ بن علی حسن بن علی (مصر، روم وغیرہ) ہے۔ سلطنت غزنویہ کے دور کی کتاب تہذیب الانساب عربی ۴۴۹ھ کے ص ۲۵۵/ پر جعفر الاصغر ابن محمد حنفیہ کی اولاد

سے علی بن جعفر کی اولاد منصورہ میں اور ۷۴۔ ۷۳ر پر عون بن علی عبدالمنان بن علی عبدالمنان بن محمد حنفیہ کی اولاد کا ہند آنا ثابت ہے۔تہذیب الانساب کے ص ۹۷ر محمد بن عبداللہ محمد بن عمر بن امیر المومنین کی اولاد سے عمر محمد منجورانی اور جعفر بن محمد الملتانی کا ہند آنا اور ملتان وغیرہ میں حکومت کرنا تحریر ہے۔منبع الانساب ۸۳۰ھ میں سید معین الحق جھونسوی نے عمر بن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد درج کیا ہے۔منبع الانساب فارسی میں یہ بھی درج ہے کہ اکثر سادات سالار مسعود غازی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ان سادات سے مراد سادات علوی ہیں اور لباب الانساب ص ۷۲ر پر اولاد محمد حنفیہ سے علی بن الحسین، وابناء الحسین بن علی والقاسم بن علی منصور بن علی حمزہ بن علی عبدالمالک بن علی وسکینہ بنت علی ورسیتہ بنت علی کا (وزارت) غزنی ونواح سے منسلک ہوتا درج ہے۔اور تاریخ بیہقی جلد اول ص ۵۷ر پر درج عبارت" قاضی ورئیس وخطیب ونقیب علویان وسالار علویان وسالار غازیان" سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ بطل غازی کی اولاد سے جس کے مشہور سپہ سالار سید سالار مسعود غازی وسید سالار سیف الدین غازی تھے نے سلطان محمود غزنوی کی افواج میں بغرض جہاد ہند شمولیت اختیار کرتے ہوئے بھرپور مدد کی جس کا ذکر سفرنامہ ابن بطوطہ، تاریخ فیروز شاہی، مرأت مسعودی ومرأت الاسرار، اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں بھی درج ہے۔ان کارہائے نمایاں سے متاثر ہو کر سلطان محمد غزنوی نے اپنی حقیقی بہن ستر معلّٰی کی شادی سالار شاہو سے کردی تھی۔تاریخ فرشتہ اردو ترجمہ عبدالحئ خواجہ کے ص ۱۹۷ر کے مطابق بہرام شاہ نے باہیلم کی سرکشی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حسین بن ابراہیم علوی کو لشکر ہند کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود واپس غزنی آیا۔ہرات وغزنہ میں اب بھی وہاں کے گردونواح میں علوی قوم کثرت سے آباد ہیں۔ دشت کربلا کے بعد اکثر سادات بنی فاطمیہ عبادت وگوشہ نشینی میں بسر کرلئے، باقی حضرات سادات فاطمی وسادات علوی جس جگہ جاتے حتی الامکان اپنی خاندانی حشمت اور امارت کے مدعی ہوجاتے۔اسی طرح ایران سے جب خراسان آئے تو قبیلہ ہاشمی علوی نے ہرات پر قبضہ کر لیا۔چنانچہ مہاجر، انصار اور علوی تین چار پشت تک ہرات کی ریاست میں حکومت کی۔

علوی سادات وفاطمی سادات کی جہاد ہند میں شمولیت درعہد سلطان ناصر الدین سبکتگین

بنوامیہ کے بعد بنوعباس نے خلافت پر قبضہ کیا تو چونکہ ابتداء میں انہوں نے علوی سادات ہی کی حمایت میں اقتدار حاصل کیا اور وہ ابتدا میں علویوں کو اپنا رقیب سمجھتے تھے اور ان سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، اپنے تخت حاصل کرنے کے بعد وہ علویوں کے دشمن ہو گئے اور بہت سے علوی عباسی خلیفوں کے مظالم سے تنگ آکر ہرات چلے آئے اور جب سلطان سبکتگین نے جے پال کے خلاف فوج کشی کی تو ان علویوں نے اپنی خدمات پیش کی اور جہاد ہند میں سلطان سبکتگین کے ساتھ قدم بقدم رہیں۔ (ماخوذ از تاریخ افغانستان ومنبع الانساب وغزانامہ مسعود)

سید سالار میر نصر اللہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت افغانستان میں ہوئی، افسوس کہ تاریخ ولادت کی کوئی صراحت نہ مل سکی آپ کی تعلیم وترتیب بھی آبائی وطن ہی میں ہوئی، بعد تکمیل علم اور بعد تربیت سلطان محمود غزنوی کے فوج میں بھرتی ہوئے اور سلطان محمود غزنوی کے حکم واشارہ پر بہت سی جنگوں میں شامل رہے، سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں غزنی کے بعد سید سالار مسعود غازی کے ساتھ جہاد ہند میں بھی شامل رہے۔ آپ بقول عالمِ تاریخ داں حضرت مفتی محمد صدیق حسن قادری صاحب قبلہ (بہرائچ شریف) کے عطاء اللہ غازی کے بڑے بیٹے ہیں جیسا کہ تاریخ صالحین سے بہرائچ میں مرقوم ہے۔ آپ افغانستان سے آکر لشکر مسعود غازی میں اس وقت شامل ہوئے تھے جبکہ سید سالار مسعود غازی دہلی میں راجہ مہیپال سے جنگ کر رہے تھے۔ جنگ دہلی سے جنگ بہرائچ تک تمام جنگوں میں شامل رہے، اشاعت اسلام اور قوت حیدری کے جوہر دیکھاتے ہوئے دکولی شریف میں ۱۲ رجب المرجب ۴۲۴ھ کے موقع پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ درگاہ شریف بہرائچ سے شمال کی طرف بھنگا روڈ پر ۱۲ رکیلومیٹر جانے کے بعد مغرب کی طرف ایک پختہ راستہ جاتا ہے تقریباً ۱۲ رکیلومیٹر چلنے کے بعد دکولی شریف کی آبادی شروع ہوجاتی ہے، آبادی میں داخل ہوتے

ہی دوطرفہ مزارات مبارکہ کے کچھ ابھرے مٹے اور کچھ درست حال میں نشانات ملتے ہیں جو حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رفقاء کی ہیں۔اس پرانی آبادی کے آگے پچھم باغ میں املی کے درختوں کے درمیان بشکل درگاہ معلیٰ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ایک وسیع اور عظیم الشان کہنہ و پرانی عمارت نظر آئے گی۔اس مقدس عمارت کے کھلے میدان میں مسجد کے اتری حصہ میں ایک طویل مزار پاک ہے جو حضرت سیدنا سالار میر نصر اللہ شاہ غازی رضی اللہ عنہ کی ہے، مگر اب آپ کے مزار پُر انوار پر ضلع بستی کے کچھ لوگوں نے گنبد تعمیر کر دیا ہے یہ تعمیر اپنی مرادوں کو پانے کے بعد غیر مسلم حضرات نے کرائی ہے۔ سیدنا سالار مسعود غازی نے آپ کو دریائے بھکلہ (یہ پہلے دریائے کتھلہ تھا جواب بھکلہ کے نام سے مشہور ہے) کے اہم مورچہ پر سپہ سالار بنا کر متعین فرمایا تھا، آپ نے ترائی کے تمام راجاؤں کے اور ان کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے اور موضع دکولی میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ عظیم معرکہ ۴۲۴ھ مطابق جون ۱۰۳۳ء میں واقع ہوا۔ جس میں بقول عبدالرحمن چشتی صاحب مرأت مسعودی تین لاکھ چار ہزار مجاہدین اسلام نے جام شہادت نوش فرمایا جو اس زمین کے اردگرد آسودہ خواب ہیں جن کے نشانات اور وجود کا بھی علم نہیں ہے، اس کے علاوہ بے شمار مشرکین بھی مقتول ہوئے۔ اللہ کے اس عظیم مجاہد کو آج بڑھنو بابا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور عوام میں اسی نام سے مشہور ہیں۔ جیٹھ کے میلے کے موقع پر بہرائچ شریف آنے والے زائرین سب سے پہلے آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتے ہیں اور عقیدت کی نذر پیش کرتے ہیں نیز بہرائچ حاضر ہوتے ہوئے شاہان اسلام بھی اپنے اپنے دور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے جس کی شہادت وہاں کے قدیم اور کہنہ درودیوار دے رہے ہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری کے دوران واقعی روحانیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور انتہائی پُرکشش اور بارونق و بابرکت مقام معلوم ہوتا ہے، خاص جمعہ اور اتوار کے دنوں میں کافی لوگ نذر و نیاز کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ شہر سے دور ہونے کی وجہ سے انتظام و اہتمام میں کمی محسوس ہوتی ہے مگر مکان کو زینت مکیں سے ہوتی ہے۔ وہ تمام تر زینت وہاں پائی جاتی ہے جو ایک بادشاہ کے بارگاہ کی ہوتی ہے، یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جو میخانۂ وحدت کے ایسے مست ہیں جن کو خدا کی مقدس کتاب قرآن پاک ہمیشہ یاد کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی قبولیتِ دعا کا مرکز ہے، حاضری باعث سعادت و نیک بختی

ہے۔ میمنہ پر حضرت سالار میر نصر اللہ شاہ غازی اور میسرہ پر حضرت سید سالار سیف الدین غازی اور قلب میں خود حضرت سیدنا سالار مسعود غازی اسلامی فوج کے سربراہ تھے۔ (ماخوذ از انساب علویان ہند و محمد بن حنفیہ و اولاد محمد بن حنفیہ و مرآت مسعودی و تاریخ صالحین بہرائچ)

سید سالار شاہو غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہند و پاک میں بہت بڑی بڑی ہستیاں آرام فرما ہیں جن کی ذواتِ قدسیہ پر بھارت رشک کر رہا ہے۔ مگر جنھوں نے سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کی افواج کے کمانڈر انچیف ہونے کی حیثیت سے ہند قدیم میں جہادی لشکروں سے یلغار کی حتیٰ کہ گجرات سومنات کا معرکہ سلطان محمود غزنوی کی معیت کی یہ فتح و نصرت سید سالار شاہو اور ان کے کمسن بیٹے سید سالار مسعود غازی اور اسی خاندان علوی کا مرہون منت ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ملک افغانستان میں ہوئی اور یہیں تعلیم و تربیت بھی ہوئی۔ ابتدائی حال یوں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے بیشتر جنرل سادات علوی و بعض سادات فاطمی تھے اور ان سب کے امیر و سربراہ سید سالار شاہو غازی بن عطاء اللہ غازی تھے۔ سلطان محمود غزنوی سالار شاہو سے بہت متاثر تھا۔ سلطان نے انہیں گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے اپنی ہمشیرہ بی بی ستر معلیٰ کی سالار شاہو سے شادی کرادی تھی، اس رشتہ کی وجہ سے سلطان کے بہنوئی رشتہ میں لگنے لگے تھے اور سلطان ان پر کافی اعتماد بھی کرتا تھا۔ ایک واقعہ ہے کہ اجمیر سے چار ستر سوار مظفر خان نامی حاکم اجمیر نے دربار غزنوی میں برائے امداد بھیجا تھا کہ ہندو راجاؤں نے انہیں اور دیگر مسلمانوں کو بہ جبر و تعدی سے کام لیکر محصور کر رکھا ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے سالار شاہو کی سرکردگی میں ہند قدیم میں ستّر ہزار جنگ آزمودہ سواروں کے ساتھ چند معتبر امراء کو سالار شاہو کے ہمراہ کر کے رُخصت کیا اور بعد فتح اجمیر پر علم اسلام لہرایا گیا۔ اس مہم کی تاریخ ۴۰۱ھ لکھی ہوئی ہے۔ بحکم سلطان آپ نے اجمیر کو اپنے قیام کیلئے منتخب فرمایا اور جنگ سے اطمینان کے بعد اپنی بیوی ستر معلیٰ کو بمرضی سلطان غزنی سے بلا لیا اور نائب سلطنت اجمیر ہوئے اور یہیں سید سالار مسعود غازی یکشنبہ بروز اتوار بوقت صبح صادق باختلاف

روایات ۲۱ رجب المرجب یا ۲۱ رشعبان المعظم ۴۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سالار شاہو نے کاہلیر واقع کشمیر کو بھی باغی حاکم سلطان سے بھی سرکوبی کر کے فتح کر لیا۔ سلطان نے کاہلیر سالار شاہو ہی کو بطور جاگیر دے دیا تھا اور پھر آپ نے سید سالار مسعود غازی اور ان کی والدہ کو کاہلیر بلا لیا۔ جب سلطان محمود غزنوی سومنات کیلئے وارد ہند ہوئے تو کاہلیر سے سالار شاہو کو بلا لیا تا کہ فتح گجرات وسومنات میں افواج سلطانی کی امداد کریں۔ سالار مسعود غازی بھی ہمراہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی بعد فتح سومنات کے سید سالار مسعود غازی کو ہمراہ غزنی لے گئے۔ سالار شاہو اور ان کے برادر اصغر سید سالار سیف الدین غازی و بیٹے سید سالار مسعود غازی نے ہند قدیم میں بہت سی جنگیں کی ہیں۔ بی بی ستر معلّٰی کا انتقال پُر ملال کاہلیر واقع کشمیر میں ہوا اور ان کا تابوت غزنی ارسال کیا گیا۔ سالار شاہو کی وفات ۲۵ رشوال المکرم ۴۲۳ھ کو سترکھ ضلع بارہ بنکی میں ہوئی اور مزار پاک سترکھ بارہ بنکی سے پانچ میل کے فاصلہ پر پختہ سڑک کے کنارے مرجع خلائق ہے۔ آپ کی اولاد اطہار سیدہ نور بی بی صاحبہ جنکی کی ولادت باسعادت غزنی افغانستان میں ہوئی بعد ازاں اٹھائیس سال بعد ۲۱ رشعبان المعظم ۴۰۵ھ کو سید سالار مسعود غازی کی ولادت باسعادت اجمیر معلّٰی میں ہوئی۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی)

سید سالار زنگی غازی داماد سالار شاہو غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ملک افغانستان میں ہوئی، آپ علوی سادات سے ہیں، آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: سالار زنگی غازی بن سالار قطب غازی بن نور اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد اشرف غازی بن عمر غازی بن آصف غازی بن بطل غازی بن محمد بن حنفیہ بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔ (ماخوذ از مرآت مسعودی)

آپ دولت غزنویہ کے بے باک اور نڈر سپہ سالار تھے اسی گونا گوں اوصاف حسنہ کی بنا پر سید سالار شاہو غازی نے اپنی بیٹی نور بی بی صاحبہ کا نکاح آپ سے کر دیا تھا جن سے سالار رجب سالار ہٹیلہ غازی ہوئے، سید سالار زنگی غازی ہند کے مختلف

اسلامی جنگوں میں شرکت کر کے کامیابی حاصل کی مثلا امداد مظفر خاں اجمیر وفتح اجمیر کے لئے جب ہند قدیم میں سلطان محمود غزنوی نے سالار شاہو کی سربراہی میں فوج بھیجی تھی تو اس میں سالار زنگی غازی بھی تھے اسی طرح جنگ قنوج میں بھی آپ کی نمایاں خدمات تھی رائے اجیپال کو راہ راست پر لانے کی بھی کافی کوشش کرتے رہے مگر تقدیر کون بدل سکتا ہے اور اسی طرح جنگ کا ہلیر واقع کشمیر میں بھی سالار شاہو کے ساتھ شرکت کی بی بی ستر معلیٰ کا جب انتقال پر ملال ہوا تو غزنی بھیجنے سالار زنگی غازی ہی گئے تھے پھر پانچ ماہ بعد واپس آکر سترکھ میں سالار شاہو سے ملاقات کی ،سالار شاہو نے سید سالار مسعود غازی کے بضد ہونے کی وجہ سے بہرائچ روانہ کرنے کے بعد سالار شاہو غازی نے سالار زنگی غازی کو دہلی کی طرف روانہ فرمایا اور کہا تم کو میں نے خدا کے سپرد کیا، ہر دو امیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے ،دوسرے روز سالار زنگی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے، کوچ و مقام کرتے ہوئے جب سات روز دہلی کی راہ باقی رہی حضرت سالار زنگی کے پیٹ میں درد پیدا ہوا، ۷ رشوال المکرم ۴۲۳ھ کو اسی درد میں آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ،قلعہ قدیم جسے اکبر آباد بھی کہتے ہیں (آگرہ)اسی میں دفن ہوئے جب خبر وصال رجب سالار ہٹیلہ غازی نے سنی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انَّاللہِ وانَّاالیہ راجعون۔ (ماخوذ از: مرآتِ مسعودی آئینۂ مسعودی)

سیدنا سالار رجب ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسم گرامی سید رجب سالار ہٹیلہ غازی ہے۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خراسان میں رجب سالار غازی کہتے ہیں اور بعض جگہ عجب سالار غازی بھی کہتے ہیں اور بعض شہروں میں شاہ رجب سالار ہٹیلہ غازی کہتے ہیں۔ علاقہ خاندیش میں ہٹیلہ بابا اور بہرائچ شریف میں آپ کو رجب سالار ہٹیلہ غازی کہتے ہیں، آپ بہت ضدی تھے اس وجہ سے آپ کو ہٹیلہ کہتے ہیں جیسا کہ سلطان الشہداء نامی کتاب میں سید ظفر احسن بہرائچی نے مرقوم فرمایا ہے۔ سیدنا رجب سالار ہٹیلہ غازی آپ کے والد محترم کا اسم پاک سالار زنگی ہے جو کہ رشتے میں سالار شاہو کے داماد ہیں

سالار زنگی دردِ شکم کی وجہ سے دہلی جاتے ہوئے راستے میں کہ ابھی سات روز کی مسافت باقی تھی اکبرآباد میں ۷ رشوال المکرم ۴۲۳ھ کو وصال فرما گئے اور اکبرآباد ہی میں تدفین ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی نور بی بی صاحبہ ہے جو سالار شاہو کی سگی بیٹی اور سید سالار مسعود غازی کی سگی بہن ہیں۔ سالار رجب سالار ہٹیلہ غازی کی ولادت باسعادت ۹ ررجب المرجب ۳۸۳ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت اول ساعت بمقام غزنی ملک افغانستان میں ہوئی، بوقت ولادت سالار زنگی پدر سالار موصوف انتہائی ذوق وشوق میں جو کچھ نقد وجنس اپنے پاس رکھتے درویش وفقراء ومساکین کو نچھاور کئے اور ایک پُرمسرت تقریب میں عام اور خاص لوگوں کو دعوت دی، بعدہ منجم حضرات کو اپنے روبرو بلا کر دریافت کیا کہ میرے لڑکے کا ستارہ دیکھو کہ کیسی ساعت میں پیدا ہوا، منجم حضرات علوم نجوم میں تلاش ومعلوم کر کے عرض کی کہ فرزند اول ساعت آفتاب میں پیدا ہوا بہت بڑا سعادت مند ہے مثل قطب آسمانی دنیا میں آیا ہوا ہے، بہت غیور ہے، بعد از بلوغ سلطان کے وزیر سے دشمنی ہوگی اور نام اس کا رجب سالار ہٹیلہ غازی ہوگا، دین محمدی کے معاملہ میں ثابت قدم رہے گا، سالار زنگی اس خوشخبری کو سن کر بہت باغ باغ ہوئے، اور منجموں کو بہت سے انعام واکرام سے نوازا آپ کی تعلیم وتربیت غزنی ہی میں ہوئی اور فن حرب وضرب کی بھی تعلیم وتربیت یہیں ہوئی۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی خاندان سالاران علویان کے روشن ستارے تھے، سلطان محمود غزنوی آپ پر کافی اعتماد کرتا تھا آپ غزنی کے بے باک ونڈر بہادر تھے۔ فتح اجمیر کے بعد آپ ہی کے ساتھ ستر معلیٰ غزنی سے اجمیر آئی تھیں اس وقت رجب سالار ہٹیلہ غازی کی عمر بائیس سال تھی۔ سید سالار مسعود غازی اجمیر سے کاہلیر جاتے ہوئے جب راجہ شیوگن کو شکست دی اور اس کو قید کر لیا تو اس جنگ میں رجب سالار ہٹیلہ غازی بھی شریک تھے۔

غزنی سے آکر قصبہ رودلی میں مسلمانان رودلی کی مدد فرمانا

سید رکن الدین وسید جمال الدین عرب بطور فریادی ہندوستان کے قصبہ رودلی، بارہ بنکی سے سلطان محمود غزنوی کے دربار میں غزنی پہنچے، ان کی فریاد پر خاص توجہ نہ دی گئی، تب سید رکن الدین وسید جمال الدین نے قلعہ میں خاک کا ڈھیر جمع کیا اور اس

خاک میں کچھ ڈھونڈھنے لگے، ارکان دولت غزنویہ نے پوچھا کہ خاک میں کیا گم ہو گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ سلطان محمود غزنوی گم ہو گیا ہے، انھوں نے یعنی ارکان دولت نے کہا کہ سلطان محمود غزنوی تو تخت پر بیٹھا ہے، یہ خبر سلطان محمود غزنوی کو پہنچی کہ دو مرد فریادی ہندوستان کے قصبہ ردولی سے آئے اور خاک کا ڈھیر جمع کرتے ہیں۔ احمد بن حسن میمندی وزیر آیا، سید رکن الدین وسید جمال الدین کا ہاتھ پکڑا اور سلطان محمود غزنوی کے سامنے حاضر ہوئے، بعد ادائے آداب عرض کی کہ رائے رومل سنگھ قصبہ ردولی میں چاہتا ہے کہ میرے عزیزوں کی بے حرمتی کرے اور مسلمانوں کو ہلاک کر ڈالے کیونکہ ہر چہار طرف کفار ہیں، سوائے حضور کی ذات کے اور کوئی دوسرا عالم پناہ کا دروازہ نظر نہیں آتا ہے خدا کے واسطے اہل اسلام کی امداد کیجئے۔ سلطان نے فرمایا کہ تم لوگ اطمینان رکھو، ان شاء اللہ تعالیٰ میں مسلمانوں کی مدد کرتا ہوں۔ دوسرے دن سلطان نے دربار آراستہ کیا اور فرمایا کون ہے جو ان لوگوں کی مدد کو جائے اور شوکت اسلامی بلند کرے۔ پھر کیا تھا رجب سالار ہٹیلہ غازی وسالار مسعود غازی نے مجلس میں حاضرین کو مخاطب کر کے اپنی پاکیزہ زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ حکم خدا یہی ہے کہ ملک ہندوستان جنت نشان کو میں اپنے قبضہ میں لاؤں، بیڑا مجلس میں اٹھایا، پھر رجب سالار ہٹیلہ غازی نے کہا کہ سب جگہ شریعت محمدی جاری کر کے خطبہ سلطان محمود کے نام سے پڑھنا چاہئے، سلطان اس کلمہ سے خوش ہوا، سید سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی بادشاہ سے رخصت ہوئے اور مسلسل کوچ ومقام کرتے ہوئے ردولی پہنچے اور ردولی پر چڑھائی کر دی، رائے رومل سنگھ زمیندار قصبہ ردولی اول گھروں کو چھوڑ کر پشت مکان سے بھاگ نکلا، آپ نے سید رکن الدین وسید جمال الدین کو قدیم جگہ ردولی میں بٹھا دیا اور پھر غزنی روانہ ہو گئے اور سلطان محمود غزنوی کو اس کی اطلاع دی سلطان بہت خوش ہوا ردولی ضلع بارہ بنکی کا ایک قصبہ ہے جو کہ لکھنؤ کے قریب یوپی میں واقع ہے۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی ولی صفت فرد فرید اور روشن ضمیر تھے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے آپ کے آباء واجداد زید شہید کے ساتھ ورود کوفہ ہوئے اور کوفہ سے یحییٰ شہید کے ساتھ جوزجان وہرات میں اقامت گزیں ہوئے اور ہرات سے غزنی میں۔

غزنی سے ورود ہند بمقصد جہاد ہند

جب احمد بن حسن میمندی کی بدخوئی وشرارت سے عاجز آگئے اور ہند میں اشاعت اسلام کی ضرورت محسوس کی تو رجب سالار ہٹیلہ غازی سلطان محمود غزنوی کے سامنے سے نکل کر سوار ہوئے اور اس وقت شہر کے باہر قیام کیا اور شہر میں مشہور ہو گیا تھا کہ سالار مسعود ورجب سالار ہٹیلہ غازی واسطے امداد دین محمدی وبت سومنات کافروں کے نہ دینے کے احمد بن حسن میمندی نے ان کے اوپر اس قدر غصّہ کیا کہ وہ ایک روز یہاں رہنا نہیں چاہتے اور اپنے جدامجد کی سنت پر عمل پیرا ہو کر دین محمدی کی اشاعت کے لئے گھر بار چھوڑ رہے ہیں اور جانب ہند روانہ ہو رہے ہیں۔ اس خبر کو سن کر اکثر خلائق شہر اور قرب وجوار کے سید سالار مسعود غازی اور رجب سالار ہٹیلہ غازی سے ملنے کے لئے جانے وآنے لگے۔ دوسرے دن رجب سالار ہٹیلہ غازی جو سالار مسعود غازی کے بھانجے تھے ساتھ تین گروہ کے ہزار سوار نیزہ دار چمکتے ہوئے عصا بردار ودس جوڑ انقارہ وسات شہنائی، تمام انتظام مراتب کے ساتھ دربار سلطان محمود غزنوی میں آئے اور رخصتی چاہی، سلطان نے خلعت خاص وعراقی گھوڑے ایک زنجیر مست ہاتھی وتلوار واپنا پٹکا عنایت فرما کر رخصت فرمایا، اس وقت رجب سالار ہٹیلہ غازی نے سلطان محمود غزنوی سے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ مجھے یہ اپنی گھوڑی ''اسپ مادیہ نیلی'' بھی مرحمت فرمایئے، سلطان محمود نے گھوڑی بھی دیدی، رجب سالار ہٹیلہ غازی نے اس گھوڑی کو لا کر سید سالار مسعود غازی کو دے دیا سالار مسعود غازی بہت خوش ہوئے۔ غزنی سے رخصتی کے وقت ایک قول کے مطابق ۳۳/ ہزار فوج رجب سالار ہٹیلہ غازی کے ساتھ تھی اور غزنی سے جانب ہند روانہ ہوئے، دریائے سندھ ودرۂ خیبر عبور کرتے ہوئے ملتان واجودھن پاکپٹن فتح کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور فتح دہلی کے بعد رجب سالار ہٹیلہ غازی لنکا پہنچے اور راجہ کو شکست دے کر قید کر کے بارگاہ سید سالار مسعود غازی میں پیش کیا۔ پرہار اور بیربل مشرف باسلام ہوئے جس کو صاحب مرأت مسعودی یوں بیان کرتے ہیں کہ دہلی کی فتح کے بعد رجب سالار ہٹیلہ غازی رخصت ہوئے سالار مسعود غازی سے کہا کہ سری لنکا کی طرف سیر کروں گا پھر خدمت میں حاضر ہوں گا۔ پھر تین

پلٹن ہزار سواروں کے ساتھ نشان و چمکتے ہوئے نیزے وعصا برداروں میں دس جوڑے نقارے وسات شہنائی وغرض تمام لوازمات کے ساتھ دربار غازی میں آئے اور ملتمس رخصت ہوئے۔ سید سالار مسعود غازی نے ایک تلوار اپنی کمر کی مرحمت کی اور رجب سالار ہٹیلہ غازی متواتر کوچ ومقام کرتے ہوئے اور شکار کھیلتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور سمندر کے کنارے چند روز وہاں قیام کیا یعنی ڈیڑھ ماہ قیام کیا۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی نے فرمایا کہ کشتیوں کو حاضر لاؤ، تلاش کر کے کشتیاں لائی گئیں اور ایک بارگی انتظام ہو کر کشتیاں آئیں جس پر تمام لشکر ورجب سالار ہٹیلہ غازی سوار ہو کر اترے اور قلعہ لنکا پر پہنچے۔ رائے پرہار کو خبر ہوئی کہ لشکر رجب سالار غازی اتر آیا، رائے نمل پرہار مع اپنے بھائی رائے بیربل کے جملہ ہتھیار آہنی لگا کر اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر قریب لشکر رجب سالار ہٹیلہ جا کر جنگ عظیم کی، پس تمام لشکر نمل پرہار علم کے ساتھ حصار جنگ سے باہر آیا بیربل برادر پرہار بھی تھا جو حرب وجادو بہت جانتا تھا باہر آیا اور ایک لاکھ سوار زرہ پوش وایک ہزار علم زرین سے بمقابلہ لشکر رجب سالار غازی کھڑا ہو گیا، قد اس کا اکیس گز کا تھا اور ایک ہزار من کھانا کھاتا تھا اور چالیس من اسلحہ پہنے ہوئے تھا اور خود سر پر رکھے تھا اور دس تلوار کمر میں باندھے تھا اور ساٹھ من کا گرز ہاتھ میں لئے تھا، میدان جنگ کے بیچ کھڑے ہو کر آواز دی کہ کوئی ہے مسلمانوں میں جو آوے اور مجھ سے جنگ کرے جو کہ طاقتور ہووے پرہار میرا نام ہے کہ میری جنگ سے دیوؤں کے لشکر وشیطان بھاگتے ہیں، آدمی بیچارہ کیا چیز ہے کہ جو مجھ سے جنگ کرے، اب تم میرے پنجے میں پھنسے ہو، اے رجب سالار! تو آ چاہے کسی دوسرے مرد کو بھیج کہ وہ مجھ سے جنگ کرے۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی نے امیر عبدالملک فیروز کی طرف اشارہ کیا وہ میدان میں جا کر بمقابلہ پرہار حملہ کرے، چنانچہ انھوں نے حملہ کیا، پرہار نے عبدالملک فیروز کو پکڑ کر بالائے سر خود پھرا کر چالیس قدم کے فاصلے پر اپنے لشکر کی جانب پھینک کر کہا کہ اے عبدالملک فیروز! میرے سامنے سے بھاگ اور اگر نہیں تو سر تیرا تن سے جدا کرنا چاہتا ہوں، پھر پرہار نے کہا کہ اے رجب! کوئی شخص ہے کہ مجھ سے جنگ کرے؟ کمزوروں ضعیفوں کو کیا بھیجتا ہے، لڑنے والے مردوں کو بھیج، تو وہ مجھ سے جنگ

کریں۔رجب سالار ہٹیلہ نے ملک بازید کو اشارہ کیا انہوں نے باہر آ کر بعد ادائے خدمات آداب میدان میں آئے پرہار پر حملہ کیا اور اس کے اوپر تین تلواریں ماریں مگر ایسا ہوا کہ ایک بال بھی بیکا اس کا نہ ہوا، بعدہ پرہار نے حملہ کیا اور ملک بازید کو چند قدم اونچا اپنے سر سے کر کے کہا کہ اے رجب سالار! تو خود آ تا کہ ہم تم سے لڑیں۔جب یہ بات پرہار کی سنی، رجب سالار ہٹیلہ غازی نے کہا کہ اے یارو! جب تک سر اس مغرور کا تن سے جدا نہ کروں یا اسے زندہ نہ پکڑوں، مجھے قرار نہیں، اللہ تعالیٰ فتح دینے والا ہے۔اس وقت رجب سالار ہٹیلہ غازی نے تلوار ہاتھ میں لی اور میدان میں مثل پہلوان لشکر آ کر کھڑے ہو گئے، ایک نعرہ مارا، ایسا معلوم ہوا کہ دس لاکھ سوار اور بعض کہتے ہیں کہ ستر لاکھ سوار تھے اور نو لاکھ مست ہاتھی اس لشکر میں اس نعرہ کو سن کر ہل گئے اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور پرہار کی ہڈیوں سے زور جاتا رہا اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا اور رجب سالار ہٹیلہ نے کہا کہ اے نابکار پرہار! تو لڑکوں سے اب تک لڑتا تھا اور مردوں سے نہیں لڑا، پرہار نے رجب سالار ہٹیلہ کے آگے آ کر کہا کہ اے مرد سبز پوش! تیرا کیا نام ہے؟ تو آدمی ہے یا کہ فرشتہ؟ تیرے مانند آدمی نہیں دیکھا میں نے، میری جنگ سے دیو اور شیطان بھاگتے ہیں، آدمی بیچارہ کیا چیز ہے؟ تمام لشکر اسلام دعا میں مصروف تھا اور چاروں قل و آیت الکرسی پڑھتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا الٰہی رجب سالار کو تو فتح دے کہ رجب سالار اسلام کی پشت پناہ ہے، پھر رجب سالار ہٹیلہ نے حملہ کیا، اور پرہار کو کمر سے پکڑا اور کہا کہ زمین پر تجھے دے ماروں یا سر تیرا تن سے جدا کروں، دونوں لشکر کے آدمی حیران و متعجب ہوئے، پرہار فریاد کرنے لگا اور کہا کہ اے پہلوان لشکر! برائے خدا مجھ کو مت مار نا میں مسلمان ہوتا ہوں، رجب سالار ہٹیلہ غازی نے اس کو مثل بڑے پہاڑ کے پکڑا، پرہار رجب سالار ہٹیلہ کے آگے مسلمان ہوا۔کلمۂ پاک لا إله إلّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه پڑھا، صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی، پرہار کے فوجی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور کچھ لوگوں نے مسلمان ہو کر ہمراہی اختیار کی، اس طرح لنکا پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔بعدہٗ سکندر دیوانہ کی طرف اشارہ کیا وہ فقیر تھے، اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر قید کیا اور اپنے لشکر گاہ میں لے آئے۔فتح لنکا کے بعد حضرت

رجب سالار رہٹیلہ غازی وہاں سے روانہ ہوکر کوچ ومقام کرتے ہوئے لشکر سالار مسعود میں آئے اور پرہار کو سید سالار مسعود غازی کے آگے پیش کیا، پرہار نے کہا کہ ایک برتن پانی رکھنے والا لائیے، رجب سالار رہٹیلہ نے سالار مسعود سے کہا کہ ایک ظرف پانی منگوا لیجئے، چنانچہ سالار مسعود غازی نے ایک ظرف منگوا کر مجلس میں رکھا، پہلے پرہار اس ظرف کے اندر چلا گیا اور اس کے اندر چھوٹا قد کر کے کھڑا ہوا، یہ بسبب جادوگری کے تھا، سالار مسعود غازی نے کہا کہ اے پرہار! میں نے نہیں دیکھا، پرہار نے پھر غوطہ لگایا اور مثل سابق نظر آیا، اس وقت سالار مسعود غازی نے سید سکندر برہنہ بابا کو اشارہ کیا (برہنہ فقیر تھے) کہ اس کو قید کر لو یعنی اس ظرف کے منہ کو بند کر دو تب پرہار فریاد کرنے لگا، آخر کار وہ ظرف کھولا گیا تو اس کے درمیان وہ کھڑا تھا۔ اس کی جادوگری سے سالار مسعود غازی بہت خوش ہوئے اور تمام مجلس متحیر و متعجب ہوئی۔ حضرت رجب سالار رہٹیلہ غازی کی اس شاندار فتح پر سالار مسعود غازی خوش ہوئے اور سالار مسعود نے ایک گھوڑا مع خلعت مرحمت فرمایا، رجب سالار غازی نے سالار مسعود غازی سے کہا کہ پرہار کو کچھ کھانا دیا جاوے، چنانچہ ایک روٹی مع کباب ایک سیر پختہ منگوا کر پرہار کے سامنے رکھا گیا پرہار نے کہا یہ تو میرے دانتوں کے خلال بھر کا ہے، رجب سالار غازی نے کہا کہ تم بسم اللہ کہہ کر کھاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکت دیں گے، اس نے کھایا مگر کھانا بدستور موجود پایا گیا، پرہار کو لشکر کے کوتوالی پر مقرر کیا اس کے بعد بیربل برادر پرہار نے کہا کہ میں بھی مسلمان ہوتا ہوں، پس کلمہ پاک لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه پڑھ کر مسلمان ہوا، چونکہ راول کا راجہ بھاگ کر راجگان بہرائچ کی پناہ میں تھا جو کفر کی کان تھا، سالار مسعود کی نظر بہرائچ پر لگی تھی اور یہاں انسانیت پر ظلم وزیادتی بھی ہو رہی تھی، دسویں روز سید سالار مسعود غازی نے رجب سالار رہٹیلہ غازی کو بہرائچ آنے کے لئے توجہ دلائی، چنانچہ رجب سالار رہٹیلہ غازی ساتھ تین پلٹن ہزار سوار مع تمام ضروری سامان کے سالار مسعود غازی کے پاس آئے اور رخصتی چاہی، سالار مسعود غازی نے ایک خنجر خاص اپنی کمر کا مرحمت فرما کر رخصت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بعد فتح دہلی بہرائچ کا سفر کیا جائے گا، رجب سالار رہٹیلہ غازی نے اس کو منظور فرمایا۔

سید سالار مسعود غازی کو خواب میں شہادت کی بشارت اور رجب سالار ہٹیلہ غازی کی تعبیر شہادت کی تائید

سید سالار مسعود غازی نے سالار شاہو کے وصال پُرملال کے موقع پر دو تین مہینہ تمام خوشی چھوڑ دی، جب ماہ محرم دیکھا اور نیا سال آیا، صبح کے وقت عیش کی مجلس آراستہ کی گئی، جملہ آدمی آکر حاضر ہوئے، کھانا وعطریات خرچ کیا اور خود وضو جدید بنایا، بوقت دو پہر آرام میں مشغول ہوئے، اس وقت ایک خواب دیکھا کہ سالار شاہو وسالار زنگی نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے گنگ کے کنارے خیمہ لگایا، اس جگہ سالار مسعود غازی پہنچے، جب اندر قنات خیمہ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سالار شاہو وسالار زندگی خوشی کی مجلس آراستہ کر کے بیٹھے ہیں، حاضرین اور والدہ محترمہ ستر معلیٰ گلدستہ ہاتھ میں لئے کھڑی ہیں جیسے ہی سالار مسعود غازی کو دیکھا فوراً کہا، آ مسعود! جلد آ! سامان کار خیر تیرے واسطے موجود کیا ہے میں نے، سید سالار مسعود غازی قریب گئے اس وقت گلدستہ جو ہاتھ میں لئے تھیں سر پر سالار مسعود کے رکھا اور ہر طرف خوشی کے ترانے گائے جانے لگے، محفل کا رنگ ہی بدل گیا، تمام لشکر سے غوغا اٹھا سید سالار مسعود غازی اس غوغے سے جگ اٹھے اور حیرت میں آئے، خدمت گاروں کو حکم دیا کہ رجب سالار کو لاؤ، خدمت گاروں نے اسی ساعت خبر پہنچائی کہ سالار مسعود آپ کو اپنے سامنے بلاتے ہیں۔ پس رجب سالار گئے نماز با جماعت ادا کی، خواب مذکور کو بیان کیا، حضرت رجب سالار ہٹیلہ غازی خواب نامہ منگوا کر دیکھنے لگے، سترہویں فصل میں نکلا یعنی جو شخص ایسا خواب دیکھے اس کو مرتبۂ شہادت نصیب ہووے۔ جب سید سالار مسعود غازی نے تعبیر نامہ سنا سر اٹھا کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جنگ بہرائچ اور رجب سالار ہٹیلہ غازی

پہلی جنگ بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی نے رجب سالار ہٹیلہ غازی سے مشورہ کیا کہ جنگ کہاں کرنا چاہیے، جہاں کفار جمع ہیں وہیں جانا چاہیے، آپ نے فرمایا کہ جہاں کفار جمع ہیں وہیں جانا چاہیے، اس پہلی جنگ میں سیدنا رجب سالار ہٹیلہ غازی نے دو پاس

یعنی ۶ رگھنٹہ تک جنگ کی ۔جیسا کہ مرأت مسعودی میں مرقوم ہے۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ تھا تیسری جنگ بہرائچ میں رجب سالار ہٹیلہ غازی کو تین لاکھ چار ہزار سوار دے کر جنگ کے لئے روانہ فرمایا آب سرائن کے قریب پہنچ کر فرمایا کہ اس جگہ سے مجھ کو وطن کی بو آتی ہے۔ الغرض رائے سہیل دیو ورائے بہر دیو ورائے رائب وغیرہ راجگان بیشمار تھے، ہر طرف سے مثل مور و ملخ جمع ہوئے اور لشکر رجب سالار ہٹیلہ غازی جمع ہو کر اوپر ان کے دوڑا اور پروانہ کے مانند بے دھڑک جنگ کرنے لگے اور جس طرح سے آٹا نمک ایک میں ملا دیا جاتا ہے مل کر اس طرح سے شہید ہوئے اور اکثر بڑے بڑے امیران اور بیشمار آدمیوں نے شہادت پائی، رجب سالار ہٹیلہ غازی نے بھی کچھ زخم اپنے منھ پر کھایا، منھ پاک کر کے اور باندھ کر پھر جنگ میں مصروف ہوئے اور رجب سالار ہٹیلہ غازی کے چہرۂ مقدس پر غلبۂ شوق مشاہدہ الٰہی سے ہرگز کوئی تغیر و تبدل ظاہر نہیں ہوتا تھا بلکہ ذوق میں ڈوبے ہوئے تھے کیا خوب جواں مردی و بہادری تھی۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی زخم کو ہرگز خاطر میں نہ لائے اور نماز مغرب تک جنگ ہوئی، رات کو میدان میں کھڑے رہے تھوڑے ترکان بہادر شہید ہوئے اور کفار بہت قتل ہوئے۔ آپ کی شہادت بہرائچ میں تیسری اور آخری جنگ کرتے ہوئے وہ دن اول پنجشنبہ (جمعرات) تھا، تاریخ ۱۱ رجب المرجب ۴۲۴ھ کہ قضا کی تلوار رجب سالار ہٹیلہ غازی کے شہ رگ پر پہنچی چہرہ مانند آفتاب روشن اور مثل چاند سفید ہوئے۔ مگر کلمۂ شہادت ورد زبان و حرز جاں رہا، خدمت گاروں نے اس محبوب الٰہی کو اٹھا کر درخت کے نیچے بستر آرام پر لٹا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس جیالے شیر نے ایک مرتبہ آنکھ کھول کر تبسم فرمایا اور کلمہ زبان پر جاری ہوا، اور وصال فرما گئے۔ شہادت رجب سالار ہٹیلہ غازی کے موقع پر سیدنا سالار مسعود غازی بہت غمگین ہوئے بعدہٗ فرمایا کہ اب تو قدر یتیمی معلوم ہوئی، سبحان اللہ! بعد ازاں خوش ہو کر کہنے لگے، شکر ہے اللہ کا مطلوب حقیقی سے مل گئے، میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتا، کچھ لحظہ میں پہنچتا ہوں، بعد ازاں فرمایا کہ رجب سالار ہٹیلہ غازی و دیگر دوستوں کو دفن کریں، پس اسپ ماویہ پر سوار ہوئے اور لب آب سرائن اس وقت پہنچے کہ جب وہاں نمونۂ حشر بپا تھا اور بہت نازک وقت تھا، بہر کیف

نماز جنازہ رجب سالار ہٹیلہ غازی کی ادا کی اور مع لباس پوشیدنی وسلاح زیر درخت لرزہ دفن کیا اور روح پاک پر فاتحہ پڑھا اور عمر شریف رجب سالار ہٹیلہ غازی کی اس وقت چالیس سال تھی، اس وقت سید سالار مسعود غازی نے جس طرف نظر ڈالی سوائے شہدائے اسلام کے اور کوئی دوسری چیز نظر نہ آئی، بعض زخمی بعض حالت جانکنی میں وبعض بے جان اور بعض آدمی صحیح وسلامت رہے تھے، جولوگ کہ صحیح وسلامت تھے ان لوگوں نے سید سالار مسعود غازی سے عرض کی کہ کفار بہت غالب آگئے ہیں اور لشکر اسلام بہت شہید ہوا، اب ہم لوگوں کو کیا حکم ہے؟ آیا جنگ میں مشغول ہوں یا شہیدوں کو دفن کریں، یہ وقت بہت نازک ہے، فرمایا کہ شہیدوں کو لا کر کنارے آب سرائن کے گڑھے و چاہات میں ڈال دو کہ ان کی شہادت کی برکت سے اس مقام سے کفر کی سیاہی برطرف ہوجاوے گی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جب گڑھے شہیدوں کے نعش سے بھر دیا، ملک سنجر وملک ابومحمد کو پانی کنارے سرائن میں برابر دفن کیا۔

مزار پاک: سیدنا رجب سالار ہٹیلہ غازی کی مزار پاک بہرائچ کے قصبہ یوسف جوت ہٹیلہ میں مرجع خلائق ہے جو بہرائچ سے قریب ایک کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ گنبد شریف کو فیروز شاہ تغلق نے قلعہ ٹھٹھہ کے فتح کے بعد بنوایا تھا جس کے آثار آج بھی نمایاں ہیں جس کو صاحب مرأت مسعودی یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ ایک روز فیروز شاہ تغلق بادشاہ کی والدہ اپنے بالا خانہ پر کھڑی تھیں، اتفاقا خلائق انبوہ ونشان ہائے وچتر ہائے رنگ برنگ لے کر باذوق تمام ناچتے وگاتے ہوئے سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی زیارت کے واسطے جارہی تھی، واقعہ حال دیکھ کر والدۂ بادشاہ مذکور متحیر ہوئی کہ یہ کس صاحب ولایت کا تصرف ہے، حاضرین نے سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے صفات بیان کئے، اس زمانہ میں سلطان فیروز شاہ تغلق قلعہ ٹھٹھ کی جنگ میں مصروف تھے، مادر مہرباں نے نذر مانی کہ اگر میرا بیٹا ٹھٹھ سے فتح ہوکر کے بہ صحت و سلامت واپس آئے تو اس کو برائے زیارت سید سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بہرائچ میں بھیجوں گی۔ بادشاہ مذکور کو قلعہ ٹھٹھ میں بہت برُا وقت و

موقع پڑ گیا تھا مگر حق تعالیٰ نے بہ سبب سید سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ان کو فتح دی، وہ صحیح وسلامت دہلی پہنچے، پس مادر سلطان مذکور نے ان کو بہرائچ بھیجا، جب سلطان قریب بہرائچ پہنچا، بعض ناقص آدمیوں نے عرض کی کہ قبر سالار مسعود غازی دوسری جگہ ہونا چاہئے، بادشاہ کو شک پیدا ہوا کہ زیارت کس طرح نصیب ہووے، پس فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس جگہ فقیر کامل خدارس باطن میں ہو تو اس کے ساتھ ہو کر زیارت کروں، اس لئے کہ عارفوں کی نظر سے اہل قبر پوشیدہ نہیں رہتے۔اس زمانے میں خدا کے پہچاننے والے اور محبوب کے بھید سے واقف حضرت سید ابوجعفر افضل الدین امیر ماہ قدس اللہ سرہ عالی درجات رکھتے تھے، اس وقت روز بروز خوارق وکرامات سید سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی قدس اللہ سرہما دنیا کے لوگوں پر مثل باراں برساتے یا ظاہر کرتے تھے، اس درویش کامل کے خدمت کا واقعہ لوگوں نے سنایا۔سلطان فیروز شاہ تغلق کو بہت ذوق ہوا، پس اولاً بغرض حصول شرف ملاقات حضرت سید امیر ماہ صاحب مذکور کے پاس پہنچا، اور بعد ملاقات کے التماس کی کہ میں سید سالار مسعود غازی کی زیارت کے واسطے آیا تھا مگر یہاں کے آدمی دوسری طرح بیان کرتے ہیں، چاہتا ہوں کہ حضرت کے ہمراہ ہو کر شرف زیارت سے مستفید ہوں، قبروں کے احوال کی کوئی چیز حضرت سے پوشیدہ نہ ہوگی، حضرت سید امیر ماہ قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ فلاں تاریخ کو اسی قبر سے جو کہ روضہ میں ہے سید سالار مسعود غازی برآمد ہو کر و نیز بعد ساعت دوسرا گنبد رجب سالار ہٹیلہ قدس سرہ کا ہے جو بہ فاصلہ ایک کوس ہے، ان کی قبر بھی اندر گنبد واقع ہے، اس قبر سے رجب سالار ہٹیلہ غازی قدس اللہ سرہ برآمد ہو کر دو بزرگ تمہاری امداد کے واسطے ٹھٹھ کی طرف گئے تھے، اور وہاں فتح کر کے واپس آئے تھے، میں نے دیکھا کہ اپنے اپنے روضہ میں گئے، سلطان نے واقعہ نویس کو بلایا اور واقعہ کے کاغذ کو دیکھا تو وہی روز وہی تاریخ کہ جو حضرت امیر ماہ قدس اللہ سرہ نے فرمایا، یوم فتحیابی قلعہ ٹھٹھ تھی کاغذ موافق نکلا، سلطان فیروز شاہ تغلق کا ولایت تصرفات ہر دو بزرگ پر اعتقاد مستحکم ومضبوط ہوا، ہمراہ حضرت سید امیر ماہ قدس اللہ سرہ بہ آستانہ سیدنا سالار مسعود غازی پہنچے۔چونکہ تمام آدمی زیارت کے واسطے گئے تھے،

کثرت ہجوم بہت تھا، حضرت سید امیر ماہ وسلطان فیروز شاہ تغلق روضہ کے دروازے پر کھڑے تھے، جب خلق انبوہ زیارت سے فارغ ہوئی، اس وقت سلطان فیروز شاہ حضرت سید امیر ماہ قدس اللہ سرہ کی طرف مخاطب ہوا، عرض کی کہ کوئی چیز کرامات سیدنا سالار مسعود غازی ظاہر فرمائیں، کیونکہ حق تعالیٰ ایسے درویش کامل کو جو دونوں جہاں میں چاند ہوں زیادہ نور دیئے ہوئے ہے، فوراً کہا کہ اس سے زیادہ کون سی کرامت سید سالار مسعود غازی کی آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ مثل تم جیسا بادشاہ اور مجھ جیسا فقیر دربانی کر رہا ہے، بادشاہ بھی ایسی باتوں سے عشق رکھتا تھا، لہٰذا بہت لطف اٹھا کر خوش ہوا، شمس سراج واقعہ نویس سلطان فیروز شاہ تغلق نے قسم پنجم مقدمہ اوّل میں مرقوم فرمایا ہے کہ جہاں کہ حضرت سیدنا امیر ماہ قدس اللہ سرہ دوسرا روضہ رجب سالار ہٹیلہ غازی بھانجہ سالار مسعود غازی کا ہے، وہاں بھی چلیں اور ان کی زیارت سے فیضیاب ہوں۔ پس فیروز شاہ تغلق ہند کا اعتقاد مضبوط ہوا، وہ بہ ہمراہی حضرت سید امیر ماہ قدس اللہ سرہ آستانہ رجب سالار ہٹیلہ غازی پہنچے، چونکہ وہاں بھی تمام آدمی زیارت کے واسطے گئے ہوئے تھے، ہجوم بہت بڑا تھا، حضرت سید امیر ماہ قدس اللہ سرہ وسلطان فیروز شاہ تغلق روضۂ متبرکہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ جب مجمع کم ہوا تو آپ نے زیارت کی رجب سالار ہٹیلہ غازی کا آستانہ یوسُف جوت ہٹیلہ بہرائچ میں مرجع خلائق ہے۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی وغزا نامہ مسعود و تاریخ سید سالار مسعود غازی)

مظہرِ عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب اور آپ کے والدین:۔ اسم مبارک سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ آپ مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کی نسل پاک سے ہیں۔ والد محترم کا اسم پاک سالار شاہو ہے اور والدہ ماجدہ کا اسم پاک ستر معلیٰ ہے جو سلطان ناصر الدین سبکتگین کی شہزادی اور سلطان محمود غزنوی کی بہن ہیں۔ آپ کا نانہالی تعلق سلطان محمود غزنوی کے خاندان سے تھا۔ عباس خاں شیروانی نے اپنی کتاب حیات مسعودی میں اس پر تاریخی بحث کی ہے۔ ان کے شوہر حضرت سالار شاہو محمودی فوج

کے ایک مشہور سردار تھے۔ صاحبِ تاریخ مسعودی لکھتے ہیں ۳۸۷ھ مطابق ۹۹۷ء میں امیر سبکتگین انتقال کر گئے، اس وقت اس کی چھ اولادیں تھیں جن میں چار لڑکے امیر اسماعیل، امیر یوسف، امیر نصر و سلطان محمود اور دو لڑکیاں جن میں سے ایک تو علی بن مامون شاہ خوارزم متوفی ۴۰۷ھ مطابق ۱۰۱۶ء کے نکاح میں آئی۔ دوسری لڑکی بی بی ستر معلیٰ تھیں جن کا نکاح حضرت سید سالار شاہو غازی بن عطاء اللہ غازی سے ہوا۔ شجرۂ نسب سید سالار مسعود غازی یہ ہے: سید سالار مسعود غازی بن سالار شاہو غازی بن عطا اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد اشرف غازی بن عمر غازی بن ملک آصف غازی بن بطل غازی بن علی عبد المنان غازی بن محمد حنفیہ غازی بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ماخوذ از منبع الانساب)

اس شجرۂ نسب سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اول تو یہ کہ سید سالار مسعود غازی علوی سادات ہیں اور دوسری بات یہ کہ آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بارہویں پشت میں ہیں۔ محمد عباس خاں شیروانی نے سوانح سید سالار مسعود غازی نامی کتاب میں تیرہویں پشت کا قول نقل کیا ہے۔ ملک آصف غازی کو دو نام شمار کیا ہے یعنی ملک غازی بن آصف غازی۔

آپ کے آباء واجداد کی وطن مالوف سے ہجرت اور ہرات وغزنہ میں قیام

اللہ تعالیٰ نے مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پندرہ اولاد نرینہ عطا کی تھی، سبھی اللہ عزوجل کی محبت میں پروانہ وار جان قربان کرنے والے تھے اور یہ جذبہ نسلاً بعد نسلٍ آج بھی جاری ہے۔ آپ کی اولاد اطہار میں سے بہت سے ۶۱ھ میں معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے اور بہت سے مابعد کربلا واقعۂ حرہ ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔ واقعۂ حرہ ہی میں محمد بن حنفیہ کے صاحبزادگان میں سے علی عبد المنان و جعفر عبد الفتاح بھی شہید ہوئے تھے مگر بنو امیہ کے ظالم حکمرانوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلسل ظلم ڈھاتے رہے یہاں تک بنو ہاشم پر مال خمس دینے میں بھی قیل وقال کرنے لگے، جب ظلم حد سے متجاوز ہو گیا تو زید شہید بن امام زین العابدین اور بطل غازی بن علی عبد المنان غازی بنو ہاشم کے چند افراد کے ساتھ مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ظلم کو فرو کرنے اور تحفظ حقوق بنو ہاشم وحقوق مسلم کے

لئے حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جرأت وشجاعت علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے مرقع تھے۔ دراز قد، خوش رو اور اپنے جد کریم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین نے خود آپ کی شہادت کی خبر دی تھی اس قافلہ میں بطل غازی نمایاں تھے، آپ نے کوفہ پہنچ کر علم جہاد بلند کیا اور ۱۱۷ھ میں ہشام بن عبدالملک کے سپہ سالار یوسف بن عمر ثقفی سے جنگ کی۔ تین دن مسلسل جنگ ہوتی رہی، یوسف کے ہمراہ بارہ ہزار کی فوج تھی اور آپ کے ساتھ کوفیوں کی فطری غداری کے سبب صرف تین سو لوگ تھے، جبکہ ابتداء میں پندرہ ہزار کوفی نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جنگ کے دوران یوسف بن عمر ثقفی کے غلام راشد نے نشانہ لگا کر تیر مارا جو آپ کے دونوں ابرو کے درمیان پیوست ہو گیا اور آپ گھوڑے سے نیچے آئے اور شہید ہو گئے۔ ۲۵ر محرم الحرام ۱۱۷ھ تاریخ شہادت ہے۔ بعض روایتوں میں تاریخ شہادت ۱۲۱ھ ہے، عمر مبارک ۴۲ر سال تھی۔ آپ کی فوج کے صرف ۶۷ر افراد نے جام شہادت نوش کیا جب کہ یوسف بن عمر ثقفی کے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ آپ کے سپاہیوں نے آپ کی تدفین کی اور قبر مبارک بے نشان رکھی لیکن ایک حبشی غلام کی نشاندہی پر یوسف بن عمر ثقفی نے آپ کی نعش مبارک نکلوائی، سر مبارک کو جدا کر کے ہشام کے پاس بھیجا اور جسد مبارک کو بے لباس کر کے دار پر چڑھا دیا۔ چار سال تک جسم اطہر سولی پر رہا۔ مکڑیوں نے جالا بن کر آپ کی ستر پوشی کی ہشام کے مرنے کے بعد یوسف بن عمر ثقفی نے ولید بن یزید کے حکم سے بدن مبارک اتروا کر جلا دیا اور معاذ اللہ خاک فرات میں ڈلوادی، زید شہید کی شہادت کے بعد بچے ہوئے افراد نے اپنا سپہ سالار آپ کے صاحبزادے یحییٰ شہید کو تسلیم کیا۔ (ماخوذ از تاریخ طبری واموی عہد میں سیاسی ومذہبی احزاب وانساب علویان ہند ودائرہ قادریہ)

حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شادیاں کی، پہلی اہلیہ محترمہ رقیہ تھیں جو حضرت امام حسن کے پوتے حضرت عبداللہ محض کی بیٹی تھیں۔ ان سے تین صاحبزادے: ۱۔ محمد ۔ ۲۔ حسین ذوالدمعہ۔ ۳۔ عیسیٰ موتم الاشبال اور ایک صاحبزادی سعادت حمیدہ تولد ہوئیں۔ دوسری اہلیہ محترمہ ریطہ تھیں جو حضرت محمد بن حنفیہ کی پوتی تھیں جن سے حضرت یحییٰ تولد ہوئے ۔ ان چار صاحبزادوں میں حضرت عیسیٰ موتم الاشبال سب سے چھوٹے تھے۔ والد ماجد کی

شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سال تھی۔ حضرت فاتح بلگرام آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ زید شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد یحییٰ شہید بنو ہاشم کی مختصر سی فوج کے ساتھ جس میں بطل غازی سپہ سالار کی حیثیت سے تھے کوفہ سے فوراً نینویٰ چلے گئے اور یہاں سے مدائن میں جو بغداد کے قریب ہے، کچھ عرصہ مدائن میں قیام کیا اور یہاں سے تہران ہوتے ہوئے سرخس پہنچے یہاں تقریباً چھ ماہ یزید بن عمر تمیمی کے یہاں مہمان رہے اس کے بعد آپ سرخس سے بلخ کوچ کر گئے اور یہاں حریش بن عبدالرحمن شیبانی کے مہمان بنے۔ ہشام بن عبدالملک کی موت تک آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ اس طرح آپ تین سال تک سیاحت کرتے رہے۔ بطل غازی اور بنو ہاشم کے چند افراد کے ساتھ صاحب تاریخ طبری ایک روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن زید شہید کے متعلق ابوعبیدہ معمر بن المثنی بیان کرتے ہیں کہ زید شہید کے قتل کے بعد ایک بنی اسد کے شخص نے کہا کہ آپ کے لیے خراسان بہتر ہے کیونکہ وہاں آپ کے جدامجد کے محبین کثیر تعداد میں موجود ہیں یہاں تک کہ ایک رات اپنے یہاں مہمان کی حیثیت سے چھپا رکھا پھر خوف پیدا ہوا کہ دشمن کہیں ظلم نہ کریں اور یہ عبد الملک بن بشر کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یوسف بن عمر ثقفی کو ان کا پتہ چل جائے گا تو ان کو قتل کر دے گا آپ ان کی حفاظت کیجئے۔ عبدالملک بن بشر نے کہا یہ ہماری سعادت مندی ہے۔ یحییٰ شہید کو عبدالملک بن بشر کے پاس لے گئے، عبدالملک بن بشر نے یحییٰ شہید کو اپنے پاس چھپائے رکھا مگر یوسف بن عمر ثقفی کو اس کی اطلاع ہوگئی یوسف بن عمر ثقفی نے عبدالملک بن بشر کے پاس قاصد بھیجا اور کہا کہ یحییٰ بن زید شہید کو میرے حوالے کر دو عبدالملک نے کہا کہ یہ خبر جھوٹی ہے کہ وہ میرے پاس ہیں ایک مدت کے بعد جب یحییٰ شہید کی تلاشی موقوف ہوگئی تو یحییٰ شہید بطل غازی اور بنو ہاشم کے مختصر سے افراد کے ساتھ خراسان چلے گئے۔ (ماخوذ از تاریخ طبری وابن خلدون واموی عہد میں سیاسی ومذہبی احزاب) ہشام کی موت کے بعد ولید نے تلاش کرنا شروع کیا والیٔ کوفہ یوسف بن عمر ثقفی نے خراسان کے گورنر نصر بن سیار کو لکھا کہ یحییٰ بن زید شہید کو گرفتار کرو خراسان کے صوبہ دار نصر بن سیار نے عامل عبداللہ کو حکم دیا کہ یحییٰ کو سرخس سے نکال دو اور عبداللہ بنی تمیم کے سردار حسن بن زید تمیمی کو لکھا کہ جب یحییٰ طوس یعنی مشہد آئیں تو انہیں وہاں ٹھہرنے نہ دینا یہاں تک کہ ابرشہر یعنی نیشاپور میں عمرو بن زرارہ کے

حوالے نہ ہو جائے۔ بہر حال آپ طوس یعنی مشہد سے ہوتے ہوئے نیشاپور پہنچے وہاں سے جب آپ بیہق یعنی سبزوار پہنچے جو خراسان کی آخری سرحد تھی تو وہاں عمرو بن زرارہ حسن بن زید عبداللہ بن قیس کی مشترکہ فوجیں مقابلہ کے لئے تیار تھیں حضرت یحییٰ شہید نے صرف ستر جانثاروں کی معیت میں جنگ کی جس میں بطل غازی نمایاں تھے اور دس ہزار فوج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ مروانی فوج کو شکست ہوئی اور ان کے مشترکہ سپہ سالار عمرو بن زرارہ تہ تیغ کرنے کے بعد اس کا سر قلم کر دیا اور بہت سا مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوا پھر یہاں سے آپ اپنے جانثاروں کے ساتھ ہرات پہنچے ہرات کے حاکم نخلس بن زیاد العامری نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا لہٰذا حضرت یحییٰ شہید بھی یہاں سے آگے بڑھ گئے۔ نصر بن سیار نے سلم بن احوز کو آپ کے تعاقب میں بھیجا جوزجان کے ایک قریہ بنام ارعونہ میں فریقین کا مقابلہ ہوا نہایت شدید جنگ ہوئی عیسیٰ نامی ایک شخص جو عیسیٰ بن سلیمان الغزی کا آزاد کردہ غلام تھا اس نے یحییٰ شہید کو ایک تیر مارا جو آپ کی پیشانی پر لگا، بقول بعض کنپٹی پر لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ حضرت یحییٰ شہید کے جانثاروں میں سے بھی کافی تعداد میں لوگ شہید ہوئے۔ سورہ بن محمد الکندی نے آپ کے سر کو تن سے جدا کیا اور آپ کے لباس اور اسلحہ پر غزی نے قبضہ کیا۔ (ماخوذ از تاریخ طبری و مروج الذہب) بعد شہادت آپ کے جسم کو جوزجان میں سولی پر لٹکایا گیا جو اس وقت تک آویزاں رہا جب تک حکومت بنی امیہ کا خاتمہ نہیں ہو گیا امویوں پر بنی عباس کے غلبہ پانے کے بعد ابو مسلم خراسانی نے سب سے پہلے یحییٰ شہید کو سولی سے اتارا اور نماز جنازہ ادا کی اور جسد خاکی کو دفن کیا پھر جس جس نے اس جنگ میں شرکت کی چن چن کر تہ تیغ کیا۔ بطل غازی کے صاحبزادے آصف غازی جوزجان سے ہرات میں اقامت گزیں ہو گئے یہ وہی ہرات شہر ہے جس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام و اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام سمیت ستر انبیائے کرام نے دعا فرمائی کہ جو اس شہر میں فوت ہوگا شہدائے بدر کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد اگر سفر کرنا تو خراسان کے شہر ہرات جانا۔ (ماخوذ از تاریخ ہرات) سید محمد آصف غازی اور آپ کی اولاد اطہار قیام ہرات کے بعد مستقل یہیں رہنا پسند کیا۔ علوی

سادات نے ہرات پر حکومت بھی کی ہے یہ گھرانا تقریباً پانچ پشت تک ہرات ہی رہا۔ مثلاً آصف غازی کے صاحبزادے عمر علی غازی اوران کے صاحبزادے محمد اشرف غازی ان کے صاحبزادے طیب غازی ان کے صاحبزادے طاہر غازی ان کے صاحبزادے عطا اللہ غازی ۔بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات بغداد چلے گئے تھے۔بہر کیف سلطان ناصر الدین سبکتگین غازی کے دور حکومت میں عطاء اللہ غازی بغرض جہاد فی سبیل اللہ ہرات سے غزنی آکر بعد تربیت افواج غزنہ میں سپہ سالار کے منصب جلیلہ پر فائز یاب ہوئے اور مختلف جنگوں میں شریک ہوئے آپ کے بعد آپ کی اولاد اطہار سالار شاہو غازی وسالار سیف الدین غازی بھی بعد تربیت افواج غزنہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز یاب ہوئے اور ہندو بیرون ہند کے مختلف جنگوں شریک ہوئے۔

سید سالار مسعود غازی کے والد محترم حضرت سالار شاہو کی غزنی سے اجمیر شریف کے لئے روانگی

جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک زنگبار وملک روم وملک ایران وتوران یعنی غیر منقسم ترکستان اپنے تحت وتصرف میں لائے اور سب جگہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو نافذ وجاری فرمایا اسی دوران چار شترسوار بطور فریادی ہندوستان کی طرف سے آتے ہوئے ظاہر ہوئے، حاضرین درِدولت ومعینانِ مملکت نے اسی وقت بادشاہ کو اطلاع دی، بادشاہ نے فوراً ان کو طلب کیا، ان لوگوں نے بعد ادائے آداب عرض کی کہ مظفر خاں ہرمز بادشاہ کا مصاحب تھا جبکہ سلطان ابوالحسن لشکر کثیر کے ساتھ ہاتھیوں پر سوار ہوکر آیا، ہرمز کو قتل کیا اور قریب تھا کہ مظفر خاں کو مع عورت وبچے تمام آدمیوں کے قتل کر دے، مجبوراً تمام اقرباء کے ساتھ انھوں نے جنگل میں قیام اختیار کیا اور اب چند سال ہوئے کہ اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ امسال رائے بھیرون ورائے سوم کرن کے ساتھ چوالیس راجگان اشخاص رائے دہندگان مشیرِ کاروان قریب وجوار سے جمع ہوکر مظفر خاں کے مقابلہ پر آنا چاہتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو ہلاک کردیں، ہر چہار جانب کفر پھیلا ہوا ہے، اس واسطے سوائے ذات بابرکات حضور والا سے اور کوئی دوسرا نظر نہیں آتا، جو ہندوستان میں اہلِ اسلام کی

جانب توجہ کرے۔ سلطان محمود نے جواب دیا کہ تم لوگ خاطر جمع رکھو، ان شاء اللہ مسلمانوں کی میں مدد کرتا ہوں، خواجہ احمد بن حسن میمندی جو بادشاہ کا وزیر خاص تھا اس سے پوچھا کہ اس جگہ خطبہ کس کا پڑھا جاتا ہے؟ اس نے جواب دیا اس وقت سوائے حمد خدائے تعالیٰ ونعت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر خلفائے راشدین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسنین کریمین کے اور کسی دوسرے کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا ہے، اب جبکہ بادشاہ امداد فرماتا ہے خطبہ سلطان محمود کا پڑھا جائے گا۔ بادشاہ اس کلمہ سے بہت خوش ہوا، خواجہ احمد بن حسن میمندی سے فرمایا کہ فوراً ایک سردار تجویز کر کے لاؤ تا کہ ہمراہ اس کے لشکر تیار کروں پھر بہت گفت وشنید کے بعد سالار شاہو غازی فوج کے سردار مقرر ہوئے اور سالار زنگی کو بھی شامل فوج کیا اور چند معزز ومعتمد اشخاص کے ساتھ ایک قول کے مطابق سات ہزار اور ایک قول کے مطابق ستر ہزار اور ایک قول کے مطابق اسی ہزار سوار جنگ آزمودہ مزید ایک تلوار دو خنجر خاص و ایک سو نو گھوڑے عراقی سالار شاہو پہلوان لشکر کو خصوصاً عطا کیا اور ایک تلوار خاص و پچاس گھوڑے عراقی سالار زنگی کو مرحمت کیا اور دوسرے اشخاص معززین ومعتمدین کو جوڑے اور عمدہ گھوڑے عطا کر کے نصیحت فرمایا: کہ رضا مندی برادرم سالار شاہو وسالار زنگی بہر حال ضروری ہے اور ان کی اتباع ومدد میں ہمہ وقت کوشاں رہنا۔ (ماخوذ از۔ مرآتِ مسعودی وغزانامہ مسعود)

اجمیر شریف میں ورود مسعود: سلطان محمود غزنوی کے حکم کے ماتحت ۹/ذی الحجہ ۴۰۱ھ کو سالار شاہو وسالار زنگی لشکر آراستہ کر کے غزنی سے قندھار ہوتے ہوئے اجمیر کی طرف متوجہ ہوئے، بادشاہ اس زمانے میں غزنی سے قندھار آیا تھا اور وہ ہر چہار اشخاص شتر سوار جو مظفر خاں کے پاس سے آئے تھے ان کو رہبر بنا کر براہ ٹھٹھہ اجمیر کی طرف روانہ کیا، منزل بہ منزل طے کر کے جب ایک شبانہ روز کی راہ باقی رہ گئی، ان شتر سواروں کو پیشتر برائے خبر بھیج دیا اور خود برلب آب قیام کیا، ایک شخص مصاحبان سالار شاہو میں سے آ کر عرض کی کہ پہاڑ پر درخت کے نیچے ایک فقیر خدا ترس بیٹھا ہوا ہے وہ آپ کے حالات بصد خلوص پوچھ رہے تھے میرا مشورہ ہے فوراً ملاقات کر لیجئے۔ سالار شاہو نہایت خلوص اور آرزو سے فقیر کی خدمت میں گئے، فوراً فقیر نے فرمایا کہ آؤ! سالار مسعود کے باپ۔ سالار شاہو اٹھ کر آداب خدمت بجالا کر بیٹھے،

فقیر نے فرمایا کہ اس سفر میں تم کو دو نعمتیں حاصل ہوں گی، ایک کافروں سے فتح یابی دوسری فرزند نرینہ ایک ظرف پانی سے بھرا فقیر کے آگے رکھا تھا، فقیر نے سالار شاہو سے اشارہ کیا کہ اس پانی سے تازہ وضو بناؤ اور دو رکعت نماز نفل ادا کرو، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ گیارہ مرتبہ سورہ نصر یعنی: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ: آخر تک پڑھو اور بعد سلام پھیرنے کے سات مرتبہ درود شریف پڑھ کر سجدہ میں: سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر حق تعالیٰ سے حاجت چاہو، ان شاء اللہ تعالیٰ فرزند قطب سعید الوقت اقبال مند پیدا ہوگا، اس کے بعد کہا کہ اپنا ہاتھ اس درخت کی طرف بڑھاؤ، جیسے ہی سالار شاہو پہلوان لشکر نے ہاتھ درخت پر ڈالا ایک میوہ ان کے ہاتھ میں آیا فقیر نے کہا اس میوہ کو احتیاط سے رکھنا، جب زوجہ تمہاری غزنی سے اس جگہ آوے نصف میوہ اس کو دینا اور نصف تم کھانا۔ جیسا کہ تاریخ محمودی میں مفصل مذکور ہے۔ اس وقت سالار شاہو نے اپنے دل میں انواع واقسام کے خیالات پائے اور ہر قسم کے ارادے دل میں گزرتے کہ وہ ساعت سعیدہ اُنہیں جلد دکھائی دے اور زمین سے اکثر خزانہ دفن شدہ حاصل کیا اور تمام اسباب غنیمت کو اپنے آدمیوں اور فوج میں تقسیم کیا۔ جب خبر آمد سالار شاہو و سالار زنگی و لشکر سلطان محمود کی پہونچی کہ لشکر کثیر تیار ہو کر مظفر خاں کی امداد کیلئے آتا ہے، رائے بھیرون ورائے سوم کرن نے صلاح کی، دو لشکروں کے ساتھ جنگ اچھی نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس وقت جنگ نہ کریں، بعد جمع ہونے ہر دو لشکر کے سمجھ کر ایک سے جنگ کرنا چاہئے، پس محاصرہ اجمیر چھوڑ کر کچھ فاصلہ پر سات سات گروہ کھوکھرہ پہاڑ میں مامور کر دی، ادھر مظفر خاں استقبال کر کے ہر دو امیر پہلوان لشکر کو اجمیر میں لائے اور عرض کی کہ میں مع اپنے بال بچوں کے قلعہ اجمیر سے باہر کہیں دوسری جگہ پر رہتا ہوں حضور قلعہ میں قیام فرماویں، سالار شاہو و سالار زنگی نے اس کو قبول نہ کیا، فرمایا کہ میں تو تمہاری امداد کے واسطے آیا ہوں، کیا مجھ کو یہ مناسب ہے کہ تمہارے بال بچے قلعہ سے باہر رہیں اور میں اس قلعہ میں قیام کروں، لہٰذا سالار شاہو و سالار زنگی نے حوض بہکر کے کنارے کہ جو تھوڑے فاصلہ پر تھا قیام کیا اور چند روز مقیم رہے اور مظفر خاں کی صلاح سے فوج آراستہ کر کے کافروں کے مقابلہ پر آئے دونوں طرف سے جوانان بہادر جنگ میں آئے، تین شبانہ روز میدان جنگ کثرت مردمان سے پُر مثل کیڑے مکوڑے کے جماؤ کے معلوم ہوتا تھا، تیسرے دن فتحیابی کی

بولشکر سالار شاہو سالار زنگی کی طرف چلی، کافران شکست کھا کر بھاگے، لشکر اسلام نے کچھ دور تک ان کا پیچھا کیا، اکثر سرداران فوج کو قتل کیا بعضوں کو قید کیا۔ سالار شاہو سالار زنگی نے انھیں کفاروں کی جگہ واپس آ کر قیام کیا اور اہل اسلام کو جو شہید ہوئے تھے وہاں دفن کر کے تمام مال واسباب غنیمت کفار کو اپنے لشکر کے آدمیوں پر تقسیم کیا، دوسرے دن اجمیر کی طرف روانہ ہوئے اور قلعہ کے دروازے پر جا کر خطبہ سلطان محمود غزنوی کے نام سے پڑھا، تمام واقعات گزشتہ مع مبارکبادی وفتحیابی وفراری کفاران سلطان محمود کے پاس لکھے، بیان کئے کہ اجمیر کے اطراف میں اکثر جگہ جہاں مظفر خاں کا قبضہ تھا اس کو فوج کے قیام کے لئے اپنے تحت وتصرف میں لے آیا ہوں۔ (ماخوذ از تاریخ سید سالار مسعود غازی وغزانامہ مسعود)

فرمان شاہی پا کر ستر معلیٰ کی اجمیر میں آمد اور سید سالار مسعود غازی کی ولادت

سید سالار شاہو غازی و سالار زنگی جہاں جا کر بیٹھے خراج ہر طرف سے آنے لگا اور کافران مفرورین قنوج کی طرف جا کر مسمی اجے پال کی پناہ میں رہے۔ جیسے ہی قاصد مکتوب سالار شاہو سالار زنگی کے فتحیابی لے کر سلطان کے پاس پہونچا سلطان بہت خوش ہوئے اور خلعت خاص سالار شاہو و سالار زنگی کو روانہ کیا اور ایک فرمان بمہر تمام کہ ریاست اس نواح کی ہر دو برادران مذکورہ کی ملکیت وقبضہ میں رہے صادر فرمایا اور یہ بھی تحریر کیا کہ اگر رائے اجے پال اطاعت اسلام قبول کرے تو بہتر ہے ورنہ مجھ کو مطلع کیا جاوے تا کہ میں خود لشکر لے کر ایک مرتبہ اس کی ولایت کی سیر کروں اور ستر معلیٰ کو حکم دیا کہ جملہ خلعت خاص مع فرمان اجمیر میں اپنے شوہر کے پاس لے کر جائیں۔ چنانچہ ستر معلیٰ رجب سالار رہٹیلہ غازی اور ایک فوجی دستہ کے ساتھ اجمیر پہونچیں سالار شاہو بہت خوش ہوئے، بقدرت اللہ تعالیٰ اسی شب بتاریخ ۹ رشوال المکرم ۴۰۴ھ سیدنا سالار مسعود اپنے والد کی پشت مبارک سے رحم مادر میں آئے جب ۹ رماہ آرام وسلامتی سے گزر گئے تب دسویں ماہ بتاریخ ۲۱ رجب المرجب ۴۰۵ھ بروز یکشنبہ بوقت صبح صادق اول ساعت آفتاب کہ جو بڑی نیک ساعت تھی، سالار مسعود مثل آفتاب کے پیدا ہوئے اور مانند حسن یوسفی ان کی پیشانی پر چمکتا تھا اور یکبارگی چاروں طرف سے مبارک بادی پیش کرنے لگے، اس خوشی میں سالار شاہو جو کچھ ان کے تحت وتصرف میں نقد وجنس تھا درویشوں اور فقیروں و دیگر امراء پر نچھاور کیا اور چند دنوں تک ہر طرح کے لوگوں کو یکجا

کر کے جس میں اہل دنیا واہل اقرباء شامل تھے محفل جشن آراستہ رکھی۔جیسا کہ صاحب تواریخ محمودی نے لکھا ہے۔اس کے بعد منجموں کو اپنے سامنے طلب کیا کہ فرزند مسعود کا ستارہ دیکھیں کہ کس ساعت میں ولادت ہوئی ہے، منجمین نے علم نجوم سے دیکھ کر عرض کی، کہ فرزند سعادت منداول ساعت آفتاب کہ جو بہت بڑی نیک ساعت ہے مثل قطبِ دنیا میں پیدا ہوا ہے اور بہت غیور ہے، کوئی شخص اس سے سبقت نہیں لے جاسکتا ہے، بالغ ہونے کے بعد بادشاہ کے وزیر سے مخالفت کی بنا پر ترک وطن کرے گا، اس کے بعد ملک کو کہ جو کسی مسلمان کے قبضہ میں نہیں آسکا یہ اپنے قبضہ میں لائے گا اور دین محمدی کے معاملہ میں مستقل مزاج رہے گا۔اس خوش خبری کو سن کر سالار شاہو باغ باغ ہوئے اور منجموں کو بہت انعام دیا۔ان واقعات کو بعض لوگوں نے سلطان کی خدمت میں عرض کیا، سلطان محمود بھانجے کی ولادت سن کر بہت خوش ہوئے، اور خلعت شاہانہ برائے سالار شاہو وستر معلّٰی وسالار مسعود روانہ فرمایا اور ایک فرمان بدست خاص خود انتہائی خصوصیت کے ساتھ مضمون کہ ریاست ملک ہندوستان ان دونوں بھائیوں کو مع فرزند مبارک ہوئے تحریر کیا، خواجہ احمد بن حسن میمندی جو ذاتی دشمنی سالار شاہو وسالار زنگی سے رکھتا تھا اور بادشاہ کی زیادہ مہربانی دیکھ کر جلتا تھا اب اور پریشان ہوا اور سازش رچنے لگا۔

(ماخوذ از مرأت مسعودی وغزانامہ مسعود)

سید سالار مسعود غازی استاذ کی بارگاہ میں

جب سیدنا سالار مسعود غازی کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو ان کو حضرت میر سید ابراہیم کے پاس بھیجا کہ بسم اللہ خوانی کرادیں اور چند ہزار چاندی کے سکّے اور چار گھوڑے مع خلعت مذکور کے نذر میں بھیجا اور جس طرح سے کہ انعامات وخیرات پیدائش کے وقت دیئے گئے تھے اس سے زیادہ اس موقع پر دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سیّد سالار مسعود غازی کو علم لدّنی بھی عطا فرمایا تھا۔ابھی درجہ سالکی کو نہیں پہونچے تھے، اکثر علوم صوری ومعنوی اوپر ان کے ظاہر ہونے لگے، صرف نو سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری وباطنی سے آراستہ ہوکر حدِ کمال کو پہنچ گئے تھے۔(ماخوذ از غزانامہ مسعود)

ذوقِ عبادت اور شب وروز کے معمولات اور دس اشخاص سالک ہمراہ عبادت حق تعالیٰ میں مصروف رہتے تھے اور تمام رات باطنی اشغال میں بسر کرتے تھے اور ایک منٹ

کے لئے بھی کوئی بھی حجرے سے باہر نہیں آتا تھا جس سے فقرائے اہل نفس حسرت کرتے تھے، البتہ بعد ادائے نماز چاشت باہر آتے اور کامل فقراء وعامل علماء کی صحبت رکھتے تھے اور کھانا انہیں لوگوں کے ساتھ کھاتے تھے اور بعد ادائے نماز ظہر دیوان خانے میں آتے تھے۔ رجب سالار ہٹیلہ جن کا نام عجب سالار غازی تھا، غزنی سے ہمراہ ستر معلّٰی اجمیر میں آئے تھے، عمر رجب سالار ہٹیلہ غازی کی اس وقت بائیس سال کی تھی، سالار مسعود غازی و دیگر امراء و بادشاہ کے لڑکوں سے جو سب باہم ہمسن تھے جمع ہو کر رجب سالار سے شکار سواری سیکھتے تھے اور کبھی تیراندازی و نیزہ بازی میں مشغول ہوتے تھے اور کبھی میدان جنگ میں کھیلتے تھے، جہاد اکبر اور جہاد اصغر کے جملہ کاموں سے ہر طریقہ پر آراستہ و پیراستہ ہو گئے تھے اور اس صحبت میں جملہ اقسام کے تذکرات مثل علمی مسائل بہ نکتہ بینی و شعروں کا پڑھنا امور سلطنت و بادشاہ امراء فوج رعایا کے ساتھ برتاؤ و عمل اختیار کرنے کے اصول و فقراء مساکین کے ساتھ سلوک کرنے کے ہوا کرتے تھے اور کوئی صلاح و گفتگو سوائے تذکرات بالا کے دوسری نہیں ہوتی تھی اور جملہ حاضرین صحبت بھی کسی دوسری بات کے تذکرات نہیں آنے دیتے تھے، سالار مسعود غازی بہت بڑے بلند ہمت اپنے گروہ میں تھے اور اس طرح رجب سالار ہٹیلہ غازی بھی تھے، اس زمانہ میں تمام آدمی ان کو حاتم ثانی کہتے تھے کہ ان کی خدمت میں جو آتا تھا ممکن نہ تھا کہ اس کو کوئی چیز نہ دیویں۔

سیدنا سالار مسعود غازی بارگاہ خدا میں

سید سالار مسعود ظاہر و باطن میں یکساں صاف دل رہا کرتے تھے اور باطناً صفائی و پاکیزگی کے ساتھ شغل الٰہی سے کام رکھتے تھے اور ہمیشہ باوضو رہتے تھے، اکثر نماز غسل کر کے ادا کرتے تھے اور اپنے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ پر بستر صاف رکھتے تھے اور عمدہ کپڑے پہنتے تھے، عطر بہت لگاتے تھے، پان بہت کھاتے تھے اور ہزارہا آدمی جوان فرشتہ خصلت ولائق زمانہ آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور آپ کے اس طریقہ کو جو شخص آ کر دیکھتا حیران رہ جاتا اور کہتا کہ سلطان اسلام کون ہے اور جس شخص نے جمال یوسفی سالار مسعود و حسن و جمال نمک داؤدی رجب سالار ہٹیلہ غازی دیکھا عاشق ہوا، نیک سلوک افعال پسندیدہ جب تک آپ زندہ رہے کرتے رہے اور آج بھی ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو کر خلق کثیر کو اپنے جام

نورانی سے مستفیض فرمارہے ہیں اور بہرائچ شریف کے چپہ چپہ پر آپ کے اخلاص کی مہر ثبت ہے، نیز فرزندان توحید کے لئے کہف امان ہے۔

حضرت سالار شاہو کی کاہلیر کیلئے روانگی

حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ دس سال سے اطمینان سے اجمیر شریف میں مقیم تھے ہر طرف امن وامان کا ماحول تھا کہ اچانک ایک دن حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کی طرف سے ایک شہسوار قاصد آیا اور اس نے ایک خط آپ کو پیش کیا خط میں حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے لکھا تھا کہ ہندوستان سے قلعہ کاہیلر کے گورنر ملک چھجو (اصل نام علی بن قدر راجوق ہے) کا خط آیا ہے کچھ لیٹروں اور سرکشوں نے اکٹھا ہوکر کاہلیر کے امن وامان کو برباد کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور مدد طلب کی ہے لہٰذا میں تو اس وقت خراسان کی مہم میں مصروف ہوں آپ آدھا لشکر اجمیر شریف میں چھوڑ کر اور آدھا لشکر لے کر کاہلیر جائیں اور ان مفسدوں اور شریروں کو سزا دیں۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ نے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ ومظفر خان اور چند دوسرے ارکان حکومت کو نیز سید سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ اور ان کی والدہ ماجدہ کو آدھے لشکر کے ساتھ اجمیر شریف میں چھوڑا اور آدھا لشکر اپنے ساتھ لیکر کاہلیر کی جانب روانہ ہوگئے۔ اگرچہ آپ نے کاہلیر پہونچنے میں بہت جلد کی لیکن آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی لیٹروں اور شریروں نے کاہلیر کو لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا۔ مگر حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ نے ان لٹیروں کا پیچھا کیا اور انھیں راستہ میں جا کر گھیر لیا۔ دن بھر کی سخت جنگ کے بعد انہیں شکست دی ہزاروں لیٹرے قتل ہوئے اور ہزاروں گرفتار ہوئے۔ آپ کے آجانے سے کاہلیر کے گورنر کو اطمینان و سکون نصیب ہوا اور جب کاہلیر میں امن وامان بحال ہوگیا تو حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کو آپ نے اطلاع دی کہ اب کاہلیر کے حالات پُر امن ہیں، حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے آپ کو انعام واکرام سے نوازتے ہوئے کاہلیر کی جاگیر بھی آپ کو عطا کر دی۔ اب حضرت سالار شاہو کاہلیر میں مقیم ہوگئے اور اجمیر شریف اپنے اہل وعیال کو کاہلیر آنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ سید سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ اپنی والدہ ماجدہ کو لے کر چند ہزار لشکر کے ساتھ اجمیر شریف سے کاہلیر کیلئے روانہ ہوگئے۔ سفر کے مصائب برداشت کرتے ہوئے

آپ کا ہلیر کی جانب سفر فرما رہے تھے راستہ میں راولپنڈی کے قریب ایک جگہ قیام فرما تھے کہ اس علاقہ کے دو بڑے مشہور زمیندار جو آپس میں سگے بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام شیوکن اور دوسرے کا نام بشنو تھا اور یہ دونوں بھائی سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے وزیر خواجہ احمد بن حسن میمندی کے سگے سالے بھی تھے، حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا ہم غلاموں کی دعوت قبول فرمائیں۔ چونکہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو علم تھا کہ خواجہ احمد بن حسن میمندی وزیر، میرے والد ماجد حضرت سالار شاہو اور مجھ سے نیز میرے متعلقین سے سخت نفرت وعداوت رکھتا ہے اور دونوں بھائی اس کے سگے سالے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی سازش کے تحت یہ لوگ دعوت کے بہانے ہمیں کوئی تکلیف پہونچائیں۔ آپ نے حسن تدبیر سے دعوت مسترد کر دی ان دونوں نے کہا کہ اگر دعوت منظور نہیں تو ہم کچھ سامان یعنی آٹا چاول وغیرہ آپ کے باورچی خانہ میں بھجوا دیں اسے قبول فرمالیں آپ نے اس سے بھی انکار فرما دیا۔ پھر صبح کو روانگی سے پہلے شیوکن دوسو من عمدہ قسم کی میٹھائی بنوا کر اور اس میں زہر ملا کر آپ کے باورچی خانہ میں بھجوا دیا آپ نے انکار نہ فرماتے ہوتے شیوکن کو انعام واکرام دے کر رخصت کر دیا۔ چونکہ آپ مادرزاد ولی ہیں اپنی نگاہ ولایت سے آپ نے دیکھ لیا کہ شیوکن نے اس مٹھائی میں زہر ملایا ہے لہٰذا اسی وقت باورچی خانہ کے داروغہ جس کا نام کلول تھا بلا کر تاکید فرمائی کہ برادر اس مٹھائی کو کسی کو مت دینا، اگلی منزل پر پہونچ کر آپ نے ملک نیک بخت سے مٹھائی طلب فرمائی شکاری کتوں میں سے ایک کتے کو مٹھائی کھلائی وہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا شیوکن نے ہمیں دھوکہ دے کر ہلاک کرنا چاہا تھا اسے اس کی سزا ضرور دی جائے گی۔ چنانچہ رات میں آرام کرنے کے بعد صبح چند ہزار سوار کو لیکر شکار کیلئے نکلے اور راول کے قریب آکر چند جاسوسوں کو شیوکن کی خبر لانے کے لئے مقرر کیا کچھ دیر بعد جاسوسوں نے اگر خبر دی کہ شیوکن فلاں جگہ ہے آپ نے فوراً اس جگہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیوکن بجائے اپنی غلطی پر نادم ہونے کے بڑی دلیری سے آپ کے مقابلہ پر آ گیا لیکن تھوڑی ہی دیر کی معرکہ آرائی کے بعد شیوکن مع اپنے اہل عیال سے گرفتار ہو گیا اور اس کے تمامی ساتھی تتر بتر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا دس سال کی عمر میں پہلا کامیاب معرکہ تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو انعام واکرام سے نوازا اور اس کی اس شرارت کی تفصیلی داستان لکھ کر قاصد کے

ذریعہ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے پاس بھیج دی اور خود کاہلیر کی جانب روانہ ہو گئے رائے شیوکن کا بھائی بشنو کسی صورت سے جان بچا کر سیدھے غزنی پہونچا اور حضرت سلطان محمود علیہ الرحمہ کے وزیر خواجہ احمد بن حسن میمندی کے ذریعہ دربار سلطانی میں جھوٹی شکایت پیش کی کہ آپ کے بھانجے سید سالار مسعود غازی نے بے قصور ہمارا سارا شہر اور گھر بار لوٹ لیا ہے اور ہمارے بھائی شیوکن مع اہل وعیال کے قید کر لیا ہے۔ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ حیرت زدہ تھے انہیں یقین تھا کہ ان کے بھانجے سالار مسعود ایسا نہیں کر سکتے ابھی سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ اسی سوچ میں تھے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا بھیجا ہوا قاصد دربار میں حاضر ہوا اور سرکار غازی علیہ الرحمہ کا خط پیش کیا۔ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے خط پڑھا اطمینان ہو گیا، اسی وقت جواب لکھا کہ ابھی اسی وقت شیوکن کا بھائی بشنو دربار میں آیا اور غلط طریقہ پر تمہاری شکایت کی اور دربار میں رنگ جمانا چاہا لیکن تمہارے خط سے حقیقت واضح ہو گئی اب جب تم شیوکن اور اس کے اہل وعیال کو لیکر یہاں آؤ گے اس وقت فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ جواب لکھ کر اسی وقت قاصد کے حوالہ کیا اور قاصد کو آپ کے پاس روانہ کر دیا۔ خواجہ احمد بن حسن میمندی کو یقین تھا کہ میرے سالے بشنو کی شکایت اور میری سفارش پر سلطان یقین کر لیں گے اور اسی وقت حضرت سالار مسعود غازی کے خلاف کوئی فیصلہ صادر فرمائیں گے لیکن سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے اس سنجیدہ اور انصاف پسند رویہ سے خواجہ احمد بن حسن میمندی کو بڑی تکلیف پہونچی اور انتہائی مایوسی ہوئی۔

سرکار غازی کاہلیر میں

جب حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ کو اطلاع ملی کہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کاہلیر کے قریب آچکے ہیں تو حضرت سالار شاہو کاہلیر سے چل کر ایک کوس کے فاصلہ پر آپ کے استقبال کو آگئے، سلام ودعاء کے بعد سالار شاہو علیہ الرحمہ نے آپ کو گلے سے لگایا دعاؤں سے نوازا۔ شیوکن کے حالات سن کر حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور آپ کے ساتھیوں کی سلامتی کے شکرانہ میں غرباء ومساکین کو بہت کچھ دیا گیا۔

سید سالار مسعود غازی معرکۂ سومنات میں

اسی دوران جب گجرات کے راجگان نے سر ابھارا تو حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ کو خط لکھا کہ گجرات کے راجگان نے سومنات کو اپنا مرکز بنا کر سلطنت غزنویہ کے خلاف جنگ آرائی کی ہے، میں گجرات کیلئے روانہ ہو رہا ہوں آپ چند معتمد ارکان حکومت کو قلعہ کاہلیر میں چھوڑ کر سید سالار مسعود غازی کو اپنے ساتھ لے کر میرے پاس آجائیں۔ چنانچہ حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ نے سرکار غازی کو لے کر حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے پاس گجرات پہونچ گئے، گجرات میں جو معرکے ہوئے ان میں سب سے اہم معرکہ سومنات میں ہوا۔ سید غازی میاں علیہ الرحمہ نے معرکۂ سومنات میں اپنے والد محترم حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ اور اپنے ماموں حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے دوش بدوش عظیم کارنامے انجام دئے۔ سومنات کی فتح کے بعد حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے ساتھ غزنی تشریف لائے، تین سال تک وہاں رہے اور محمود غزنوی کے ساتھ مختلف جنگوں میں شرکت کی۔

مقام کاہلیر کی تحقیق

کاہلیر جو دامن کشمیر میں واقع تھا جس کے حاکم و ناظم ملک چھجو تھے۔ محمد عباس خاں شیروانی کی تحقیق کے مطابق موجودہ جغرافیہ میں بالائے سوات میں دریائے سوات اور سندھ کے درمیان پانچ چھ فٹ بلند پہاڑوں میں ملتا ہے جس کو کوٹ کائی کہتے ہیں یہ وہی جگہ ہے جس پر ۱۹۳۳ء میں مہمندوں کی بغاوت کی وجہ سے برٹش گورنمنٹ نے ہوائی جہاز کے ذریعہ سے بمباری کی اور آگے لکھتے ہیں کہ ہماری ناچیز رائے میں کوٹ کائی اور کاہلیر ایک ہی جگہ ہے جس کو محمود غزنوی نے ۴۱۱ھ میں فتح کیا تھا جہاں علی بن قدر راجوق اور بقول تاریخِ فرشتہ علی بن قدر سلجوق کو گورنر مقرر کیا تھا جو کہ اب پاکستان میں واقع ہے۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۸۲۔ ۸۳)

سید سالار مسعود غازی کی غزنی سے ہندوستان کیلئے روانگی

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مقابلہ میں خواجہ احمد بن حسن میمندی وزیر کو اپنے سالے شیوکن کے معاملہ میں بہت خفت اٹھانی پڑی تھی اور بھی دوسرے معاملات میں اس کو حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے دربار میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا اس لئے وہ دل ہی دل میں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے بہت زیادہ عداوت رکھتا تھا اور در پردہ اپنی عداوت کی آگ بجھانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا، اس کی نازیبا حرکتیں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کی دور بین نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھیں، حالات کا جائزہ لیا تو آپ نے محسوس کیا کہ خواجہ احمد بن حسن میمندی کو میرے بھانجے سالار مسعود غازی سے انتہا درجہ حسد و عداوت ہے اور اسی وجہ سے اس نے در پردہ سلطنت غزنویہ کو نقصان پہونچانے کی سازشیں شروع کر دی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مدت دراز سے وزارتِ عظمیٰ کے عہدے پر فائز تھا اور سلطنت کے بہت سے اہم معاملات سے واقف تھا اس لئے حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے یکبارگی اسے معزول کرنا مناسب نہ سمجھا کہ کہیں کوئی بڑا فتنہ برپا نہ ہو جائے بلکہ یہ ارادہ کیا کہ دھیرے دھیرے اس کے اثرات کو ختم کر کے اس کی جگہ حسنک میکائیل (ابو علی بن حسن بن محمد بن عبّاس) کو وزیر بنایا جائے۔ چنانچہ اسی مصلحت کے پیش نظر ایک دن آپ نے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو تنہائی میں بلایا اور کہا کہ آپ چند دنوں کے لئے اپنے والدین کے پاس قلعہ کاہلیر چلے جائیں وہاں شکار وغیرہ بھی کھیلیں اور والدین کی خدمت کا شرف بھی حاصل کریں اس درمیان میں خواجہ احمد بن حسن میمندی کے فتنہ کو میں حسنِ تدبیر سے ختم کر دوں گا پھر آپ غزنی واپس آجائیں۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے ادب سے عرض کیا کہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر البتہ میری تمنا یہ بھی ہے کہ آپ ایک مختصر سا لشکر میرے ساتھ کر دیں تا کہ ہندوستان پہونچ کر جہاں جہاں موقع ملے مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتا رہوں۔ حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے آپ کی بات کو پسند کرتے ہوئے ایک خلعت خاص چند عراقی گھوڑے، دو ہاتھی اور ایک قول کے مطابق گیارہ ہزار اور ایک قول کے مطابق ۳۳؍ ہزار کا لشکرِ جرار اور آپ کے چند رشتہ دار کو آپ کے ہمراہ کر کے

آپ کو ہندوستان کی جانب روانہ کر دیا ساتھ ہی ایک خط قاصد کے ذریعہ حضرت سالار رشا ہو علیہ الرحمہ کے پاس بھیجا کہ صاحبزادے سید سالار مسعود غازی کو آپ حتی الامکان اپنے پاس ہی رکھیں میں جلد ہی انہیں دوبارہ غزنی بلالوں گا۔ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ غزنی سے روانگی کے وقت گیارہ ہزار کا لشکر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھا غزنی سے چلتے وقت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اپنے شفیق استاد سید ابراہیم علیہ الرحمہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ غزنی سے چل کر کابل ہوتے ہوئے جلال آباد کے راستہ سے کئی دریا پار کرتے ہوئے اور کتنے ہی پہاڑی درّوں سے گذرتے ہوئے تین سو میل کا لمبا سفر طے کر کے آپ قلعہ کاہلیر کے قریب پہونچے اور قیام فرمایا۔ جب قلعہ کاہیلر میں آپ کے آمد کی خبر پہونچی تو آپ کے والد ماجد حضرت سالار رشا ہو اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی ستر معلّٰی علیہما الرحمہ آپ سے ملنے کیلئے آپ کے لشکر گاہ میں تشریف لے آئے اور سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے فرمان کے مطابق آپ کو کاہلیر ہی میں روکنے کی بہت کوشش کی۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے انتہائی شوق ہے کہ میں مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت کروں لہٰذا چند دنوں کے لئے مجھے ہندوستان میں آگے جانے دیں، میں ان شاء اللہ کوشش کروں گا کہ جلد ہی واپس آجاؤں۔ غرض آپ نے اصرار کر کے اپنے والدین کریمین کو راضی کر لیا۔ چنانچہ سالار رشا ہو علیہ الرحمہ نے کچھ خزانہ چند گھوڑے اور بہت سا ضروری سامان اور چند تجربہ کار معتمد لوگوں کو آپ کے ساتھ کر کے آپ کو اپنی نیک دعاؤں کے سائے میں رخصت فرمایا۔

یاد رہے جب سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ اشاعت اسلام و جہاد ہند کی غرض سے غزنہ سے ہند کی طرف روانہ ہوئے تھے تو روانگی کے وقت مختلف بلاد و امصار کے غازیان اسلام جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ سے آپ کی فوج میں آکر شامل ہوئے تھے جیسے ضیاء الدین مکی شہید، حافظ ظفر الدین تلسمانی شہید، سید جلال الدین اصفہانی شہید، فضیل نہروالی شہید، سالار کرار حسین زابلی شہید سید اعظم علی بخاری شہید، حیدر علی حلبی شہید، سید نظام الدین بخاری شہید، حافظ احمد علی عسقلانی شہید، پیر جمال مصری شہید، حافظ ظہیر الدین دمشقی شہید، محمد شاہ قندھاری شہید، سلطان ابراہیم یمنی شہید، ابراہیم غزنوی شہید، خواجہ سید عثمان ہروی شہید، سید غازی الدین غازی ہروی شہید، سید سالار ابو محمد منیر غازی ہروی، سید یعقوب ہروی شہید، سید

یوسف ہروی شہید سید ہارون ہروی شہید۔ سید لقمان ہروی شہید سید موسیٰ ہروی شہید عبداللہ سجستانی شہید، سید امام الدین خلجی شہید۔ (ماخوذ از مرات مسعودی، غزانامہ مسعود، تاریخ سید سالار مسعود غازی، انوار مسعودی،)

غیبی خزانہ: قلعہ کا ہلیر سے روانہ ہو کر مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے آپ آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک دن آپ ایک جنگل میں شکار کھیلنے کے لئے تشریف لے گئے۔ شکاری باز کو ایک شکار پر چھوڑا لیکن وہ شکاری باز ایک درخت کے اوپر جا کر بیٹھ گیا۔ آپ اس درخت کے قریب آئے، گھوڑے سے اتر کر مراقبہ فرمایا کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں۔ دائیں بائیں نظر دوڑائی اس کے بعد فرمایا کہ اس درخت کو جڑ سے کھود ڈالو خاص کر اس کی جڑ کی جگہ گہرا کھودو۔ جب آپ کے ارشاد کے مطابق جگہ کھودی گئی تو ایک بہت بڑا خزانہ ملا آپ نے اپنے معتمد احباب سے فرمایا: اس غیبی خزانہ سے مرتبہ اور منصب کے لحاظ سے کسی کو نو مہینہ اور کسی کو چھ مہینہ کی تنخواہ کے ساتھ پیشگی تنخواہ دی جائے اور کچھ لوگوں کو چار مہینہ کی پیشگی دے دی جائے اور اپنے منتظم خصوصی ملک نیک بخت کو تاکید فرمائی کہ اس غیبی خزانہ سے ہمارے باورچی خانہ میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی وہ غیبی خزانہ بہت سا باقی رہا۔ اس غیبی خزانہ کو لے کر آپ نے آگے کوچ فرمایا۔ راستہ میں غرباء ومساکین پر بھی اسے خرچ کرتے رہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا کسی نہ کسی بہانے اسے کچھ نہ کچھ عطا فرما دیتے تھے۔ آپ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، بعد نماز عشاء اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے چند خدام خیمہ کے باہر ادب سے حاضر رہتے، خیمے کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی صرف آپ کے خصوصی خادم میاں ابراہیم علیہ الرحمہ کو باریابی کی اجازت تھی جو وضو وغیرہ کے لئے پانی پیش کیا کرتے تھے۔ میاں ابراہیم علیہ الرحمہ کی قبر شریف قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی میں ہے۔ دوران سفر ایک مرتبہ ساتھ کے علماء و مشائخ وامراء لشکر نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار سے زیادہ لشکر ہے اگر ایک جگہ اپنا دارالسلطنت بنا کر تخت شاہی پر بیٹھیں تو بہت مناسب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: مجھے بادشاہی اور تخت شاہی سے کوئی سروکار نہیں میرا مقصد تبلیغ اسلام ہے اور میرے لئے میرے معبود کا عشق

کافی ہے۔ارشادفرمایا کہ دلی تمنا یہ بھی ہے کہ اگر معرکۂ جہاد میں شرکت کا موقع ملے تو مجھے درجہ شہادت نصیب ہوجائے۔(ماخوذ از۔تاریخ سید سالار مسعود غازی)

سید سالار مسعود غازی دریائے سندھ کے پار: دریائے سندھ اور درۂ خیبر وہ راستہ ہے جس سے قدیم قومیں ہندوستان آتی رہی ہیں، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بھی ظاہری و باطنی شوکت وحشمت کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پہنچے، امیر بحر کو کشتیاں جمع کرنے کا حکم دیا کشتیاں لائی گئیں، امیر حسن عرب اور امیر بازید جعفر کو حکم دیا کہ پہلے تم دونوں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دریائے سندھ سے اتر کر شیو پور پر حملہ کردو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، رائے ارجن زمیندار شیو پور پہلے ہی اپنا گھر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گیا لشکر امیر حسن عرب نے جا کر اس کا گھر کھود ڈالا، پانچ لاکھ سونے کے سکے اور بہت زیادہ مال واسباب ہاتھ آئے، دونوں امیر سالار مسعود کی خدمت میں پہنچے، حکم ہوا کہ پہلا دھاوا تمہارا ہے، نقد وجنس میں نے تم لوگوں کو بخش دیا، اس کے بعد خود بھی مع لشکر دریائے سندھ پار کر کے اس کے کنارے چند روز قیام کیا، کیونکہ اس جگہ شکارگاہ خوب تھی خود شکار کھیلتے اور ترکی بہادر اطراف میں دوڑ دھوپ کرتے، ایک روز محفل جشن آراستہ کیا، تمام لشکریوں کو خلعت فاخرہ عنایت کیا اور افسران فوج سے فرمایا کہ یہ ملک ہمیں خدا نے اپنی مرضی سے عطا فرمایا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ہم غزنی حکومت سے باہر اور آزاد ہیں، جس جگہ رہیں ذوق ہے اور جس طرف سیر کریں راحت ہے، یہاں عبادت خداوندی کا عجب لطف ہے، نیز فرمایا یہ ہمارے تجربہ کی بات ہے کہ جو غیر کا محکوم و محتاج ہوتا ہے وہ جلوۂ حق کے مشاہدہ سے محروم ہوتا ہے۔(ماخوذ از سید سالار مسعودِ غازی)

سید سالار مسعود غازی کے مجاہدانہ کارنامے

فتح ملتان: سید سالار مسعود غازی دریائے سندھ کے کنارے چند روز قیام کرنے کے بعد اگلی منزل کی طرف کوچ کیا، منزلیں طے کرتے ہوئے چند دن میں خطۂ ملتان میں پہنچے، جب سے سلطان محمود غزنوی نے آخری بار ۴۰۳ھ/۱۰۱۲ء میں ملتان کو تاراج کیا تھا اس وقت سے اب تک وہ ویران ہی تھا اور زمیندار رائے انگپال جو خطہ اوچ میں آکر آباد ہوگیا تھا، اس نے آپ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ پرائے ملک میں بے روک ٹوک داخل ہوگئے ہو یہ

بڑی غیر مناسب اور نازیبا جرأت اور بے باکی ہے، شاید زندگی سے عاجز آ گئے ہو۔ آپ نے فرمایا، ملک خدا کا ہے بندہ کا ملک نہیں وہ جس کو چاہتا ہے اسے ملک پر قابض کرا دیتا ہے۔ جدِّ کریم اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہمارے آباء و اجداد کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ہم پہلے کافروں کو خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دیتے ہیں، اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی یا ایمان لے آئے تو خیر ورنہ پھر فیصلہ تلوار سے ہوتا ہے۔ آپ نے قاصد کو خلعت دے کر رخصت فرمایا اور کہا میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں موجود رہنا۔ قاصد کے جانے کے بعد آپ نے سلطان مہی بختیار و امیر حسن عرب و امیر جعفر بازید و امیر ترکان و امیر تقی و امیر فیروز عمر و ملک محمد امجد کی سرکردگی میں لشکر مرتب کر کے انگپال پر تعینات کیا، اوچ کے قریب پہنچنے پر رائے انگپال اپنی بھاری فوج لئے منتظر کھڑا تھا، راستے میں جاتے ہوئے جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی جس میں ہر دو طرف کے بے شمار آدمی کام آئے، مگر آخر رائے انگپال عاجز ہو کر شکست کھا گیا، اہل لشکر نے شہر تک تعاقب کیا اور گیارہ لاکھ سونے کے سکے غنیمت میں لے کر سید سالار مسعود غازی کی خدمت میں واپس آئے، آپ نے سب امیروں کو خلعت و گھوڑے بطور انعام عطا فرمایا، اب چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا، اس لئے چار مہینہ ملتان میں اقامت فرمایا، برسات کے بعد لشکر کو اجودھن کی طرف روانہ فرمایا۔

فتح اجودھن: ملتان کے بعد آپ نے اجودھن کی طرف کوچ فرمایا اجودھن بغیر جنگ کے فتح ہوا، یہ بہت ہی سرسبز و شاداب اور دلکش جگہ تھی، یہاں کی آب و ہوا آپ کو بہت پسند آئی، سیر و شکار کے لئے بھی بڑی موزوں اور عمدہ جگہ تھی، اس لئے آپ نے یہاں نو ماہ پانچ دن قیام فرمایا حتیٰ کہ دوسری برسات آ گئی، چنانچہ یہ برسات بھی وہیں گزار کر دہلی کی طرف رخ کیا۔ اجودھن کا دوسرا نام پاکپٹن شریف ہے، یہاں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے، یہاں سے دہلی جانے والوں کو راستہ میں بھٹنڈہ پڑتا ہے، یہ ریاست پٹیالہ کے علاقہ میں ہے اور یہ وہ مقام ہے جس کو سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۹ھ/۱۰۰۸ء میں فتح کیا تھا اور یہاں کے راجہ اجے پال رائے نے خودکشی کر لی تھی اور یہاں محمود کا تسلط ہو گیا تھا اور اب موجودہ زمانے میں بھی ملتان سے دہلی کو پاکپٹن بھٹنڈہ ہوتے ہوئے سڑک گئی

ہے، یہاں حسب تحریر حیات مسعودی بحوالہ انڈین اینٹی کواری جلد ۸ رصفحہ ۲۰۹ رپر سر ولیم لیور نے میوقوم کی بابت ریاست الور کے ایک مقامی دلچسپ روایت لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں سید سالار مسعود غازی کا جھنڈا رہتا ہے اور وہ محمود غزنوی کے بھانجے یا بھتیجے تھے، ان کا مزار بہرائچ میں ہے، انھوں نے یہاں کے ۹۸۹ رقلعے فتح کئے اور جو راجپوت ان کے زمانے میں مسلمان ہوئے وہ میوٗ کہلائے، سو کیا تعجب کی بات ہے کہ بھٹنڈہ سے گزرتے وقت نرائن پور تھانہ غازی سالار پور وغیرہ انھیں کی یادگار ہوں اور ادھر کے دھاوے میں کافی وقت صرف کر کے تبلیغ اسلام کی ہو، ان کے اس طریقہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کو اس جگہ تبلیغ میں کامیابی ہو جاتی تھی تو آگے بڑھ جاتے تھے اور انھیں ساتھیوں میں سے وہیں آباد کر جاتے تھے۔ (آئینۂ مسعودی ص ۶۵)

فتح دہلی: دہلی ہندوستان کا مرکزی مقام تھا، جس کا حاکم راجہ مہیپال رائے تھا اس کی فوجی طاقت بہت زیادہ تھی تمام پڑوسی ریاستیں اور باہری حملہ آور بھی اس کے مقابلہ میں آنے سے گھبراتے تھے، خود سلطان محمود لاہور پر حملہ کر کے اسے قبضہ میں کیا مگر دہلی کی طرف رخ کرنے کی اسے فرصت نہ ملی۔ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ تھانیسر کی فتح کے بعد سلطان محمود نے دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا لیکن امیروں اور وزیروں نے اسے یہ سمجھایا کہ دہلی کو اسی وقت فتح کیا جا سکتا ہے جبکہ سارے صوبہ پنجاب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور انند پال کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے، سلطان محمود نے امیروں، وزیروں کے اس مشورے کو قبول کیا اور دہلی کی فتح کا ارادہ ترک کر کے واپس غزنی چلا آیا، لیکن بقولے "اگر پدر نتوانست پسر تمام کند" سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اجودھن سے دہلی کی طرف رخ کیا اور کوچ کرتے ہوئے دہلی کے قریب پہنچے، وہاں سے تقریباً بارہ کوس کے فاصلہ پر رائے مہیپال بھی خبر پا کر ایک کثیر فوج جس کی تعداد تقریباً ۱۳ رلاکھ نوے ہزار تھی لے کر مقابلہ کے لئے آیا، آپ نے بھی اللہ کا نام لے کر مجاہدین اسلام کی صف بندی کر کے لشکر ترتیب دیا اور نقارۂ جنگ بجوا دیا، جنگ کا آغاز ہو گیا، دونوں طرف کی فوجیں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے لگیں، شام تک معرکہ گرم رہا، مغرب کے وقت جنگ موقوف ہو گئی، دونوں فوجوں نے رات بھر آرام کیا صبح کو پھر نقارۂ جنگ بجا اور فضاؤں میں تلوار و نیزے چمکنے لگے اور انسانی سر کٹ

کٹ کر زمین پر ڈھیر ہونے لگے، ایک مہینہ دس دن تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، بہت سے مسلمان مجاہدین شہادت سے سرفراز ہوئے، راجہ کی فوج کے بھی کشتے کے پشتے لگ گئے، غریب الدیار مختصر سی اسلامی فوج کا مقابلہ ایک بہت بڑے لشکر سے تھا، سلسلۂ جنگ طویل ہوتا جا رہا تھا، کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی سخت تشویشناک صورت حال پیدا ہو گئی تھی، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اس پریشانی کے عالم میں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر التجا کرنے لگے کہ اے مولیٰ تعالیٰ! ہم تیرے عاجز ولا چار بندے تیری ہی ذات پر بھروسہ کر کے تیرے ہی دین کی سربلندی کے لئے تیری راہ میں اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں اور آتش جنگ کے شعلوں سے کھیل رہے ہیں، ہماری لاج تیرے ہی دست قدرت میں ہے، اے رب العلمین! كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً کا کرشمہ دکھاتے ہوئے اپنی فتح و نصرت سے ہمیں ہمکنار فرما۔ ابھی آپ مصروف دعا ہی تھے کہ چوالیس ہزار لشکرِ جرار لے کے سید سالار سیف الدین چچا مع اہل و عیال کے مہی بختیار، سید عز الدین، ملک دولت شاہ اور سالار رجب حکومت غزنی میں انتشار و افتراق ہونے کی وجہ سے غزنی چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کا عزم لے کر سید سالار مسعود غازی کے لشکر میں آ کر شامل ہو گئے، یہ ایک تائید غیبی تھی۔ بروقت ان کی آمد سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بے پناہ خوش ہوئے، لشکر اسلام کا حوصلہ بڑھ گیا اور ان کے اندر نیا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور دشمن کی فوج پر خوف و دہشت چھا گئی، چالیس روز تک زوردار معرکہ آرائی رہی۔ چالیسویں روز حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ شرف الملک سے کچھ مشورہ کر رہے تھے کہ مہیپال کا لڑکا گوپال گھوڑا بڑھا کر آپ کے قریب پہنچا اور گرز سے آپ پر حملہ کر دیا، بڑی پھرتی سے آپ نے سر کو بچایا مگر آپ کی بینی مبارک زخمی ہو گئی اور سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے۔ شرف الملک نے اس کے جواب میں فوراً اپنی تلوار آبدار بلند کر کے ایسا زوردار وار کیا کہ گوپال زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اپنے زخم پر مرہم پٹی کر کے بپھرے ہوئے شیر کی طرح غنیم پر حملہ کر دیا، گھمسان کا رن پڑا، اسلام کے شیروں نے صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں، خود شہادت کا جام نوش کیا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا، شام کے وقت جنگ موقوف ہو گئی دوسرے دن پھر جب میدان

کارزار گرم ہوا تو سالار ابو محمد غازی اس لشکر سے میدانِ جنگ میں آئے اور میر سید عزالدین جو ہراول دستہ میں تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے، ان کے گلوئے مبارک پر دشمن کا ایک تیر لگا اور شہید ہو گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو جب میر سید عزالدین کے شہید ہونے کی خبر ملی تو بے چین ہو گئے آپ کی اس بے قراری کو ترک بہادروں سے دیکھا نہ گیا، بھوکے شیر کی طرح غنیم پر ٹوٹ پڑے، حملہ اس قدر زوردار تھا کہ غنیم کو بھاگتے نہیں بن رہی تھی۔ رائے مہیپال وسری پال دونوں مارے گئے، ایک سخت مقابلہ اور جانی نقصان کے بعد بفضل خداوندی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور دہلی کا تخت آپ کے قبضہ وتصرف میں آیا۔ آپ کا مقصد حصول تخت وتاج نہیں تھا، بلکہ پورے ہندوستان میں شمعِ اسلام کا اجالا پھیلانا مقصود تھا۔ آپ نے فرمایا میں جہاد تخت وتاج کے لئے نہیں کر رہا ہوں، میرے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے جسے وہ خوب جانتا ہے۔ آپ نے امیر جعفر بازید کو دہلی کے تخت پر بٹھا کر تاج بخشی کی رسم ادا کیا اور سخت ہدایت فرمائی کہ رعایا کے ساتھ مروت وہمدردی کا سلوک کرنا، بیکسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرنا، معاملات میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا، خلق خدا کے ساتھ غمخواری کرنا اور انتظامی امور کے لئے تین ہزار سوار آپ کی ماتحتی میں دیا۔ مزید فرمایا کہ پانچ چھ ہزار سوار اور مقرر کر لو۔ میر سید عزالدین کو دہلی ہی میں دفن کیا اور ان کا نہایت بلند روضہ تعمیر کرا کر اس میں چراغ بتی اور جاروب کشی کے لئے چند لوگوں کو مقرر کر دیا گیا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے احتیاطاً اپنے رفقاء کے ساتھ چھ مہینے تک دہلی میں رہیں۔

میرٹھ کی طرف کوچ: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ دہلی سے چھ ماہ سولہ روز کے بعد تقریبا نصف ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء میں میرٹھ کی طرف کوچ فرمایا۔ میرٹھ اور اس کے اطراف وجوانب کے راجاؤں کو جب خبر ملی کہ سید سالار مسعود غازی اپنے جاں نثاروں کی فوج لے کر میرٹھ آ رہے ہیں تو وہ لوگ بہت گھبرائے کیونکہ انھوں نے آپ کی شجاعت وبہادری اور فتح وظفر کے قصے سن رکھے تھے کہ مسعود بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور ہار ماننے کا نام نہیں لیتا، سارے راجاؤں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی کہ اطاعت وتابعداری کی پیشکش کی جائے۔ چنانچہ سارے راجاؤں نے متفقہ طور پر اپنے اپنے

ایلچیوں کو آپ کی خدمت میں بہت سے قیمتی تحفے دے کر بھیجا اور کہلایا کہ یہ ملک آپ ہی کا ہے، ہم آپ کی اطاعت اور تابعداری قبول کرتے ہیں، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ان راجاؤں کے متواضعانہ انداز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایلچیوں کو خلعت سے نواز کر اور معافی نامے عطا فرما کر رخصت کیا، آپ کے ایلچیوں کے اس مصالحانہ رویہ سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب تک کوئی آپ کی راہ میں حائل نہ ہوتا خواہ مخواہ اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتے اور کس قدر آپ صلح جو اور آشتی پسند طبیعت رکھتے تھے۔ میرٹھ کے راجہ کے نرم رویہ کی وجہ ایک اور بھی ہے۔ ڈاکٹر فوہرر اپنی کتاب آ کیولوجیکل سروے ہند کی جلد دوم صفحہ ۱۱ر پر بحوالہ ایلیٹ جلد دوم صفحہ ۲۱۹ر کے لکھتے ہیں کہ گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں برن کے راجہ ہردت نے میرٹھ فتح کرلیا تھا اور یہاں بڑا مضبوط قلعہ بنایا تھا یہ ہردت ڈور راجپوت وہی راجہ ہے، جس نے برن (بلند شہر) پر حملہ کے وقت سلطان محمود غزنوی کی اطاعت کرلی تھی اور مع دس ہزار ساتھیوں کے مذہب اسلام قبول کرلیا تھا۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۱۱۱)

ڈاکٹر فوہرر اپنی کتاب کے جلد دوم صفحہ ر ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۴ء میں میرٹھ میں سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں ایک مقبرہ بنوایا اور یہی روایت ڈسٹرکٹ گزیٹیر میرٹھ نے بھی لکھی ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ تاریخ فیروز شاہی سفرنامہ ابن بطوطہ اور مرأتِ مسعودی سے قبل یہاں پر حضرت غازی علیہ الرحمہ کے متعلق مقامی روایت موجود تھی، کیونکہ قطب الدین ایبک اور حضرت غازی علیہ الرحمہ کے درمیان ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے۔ ڈاکٹر فوہرر نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرٹھ کی جامع مسجد کو محمود کے وزیر احمد ابن حسن میمندی نے ۴۰۹ھ / ۱۰۱۹ء میں تیار کرایا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو سپہ سالار کے آنے سے قبل میرٹھ میں مسلمانوں کا وجود ثابت ہے۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی ۱۱۱)

میرٹھ اور قنوج کے درمیانی مقامات: میرٹھ سے قنوج پہنچنے کے لئے دریائے گنگا عبور کرنا ضروری ہے۔ میرٹھ سے چل کر سید سالار مسعود غازی نے گنگا کو گڑھ مکیشر پر عبور کیا ہوگا جو آج کل بھی ہندوؤں کی تیرتھ کی جگہ ہے اور جہاں بہت بڑا میلہ ہوتا ہے، اس جگہ دریا پار کر کے ضلع مرادآباد کی موجودہ تحصیل حسن پور اور سنبھل ہوتے ہوئے ضلع بدایوں کے قصبہ جات گنور اور سہوان سے گزر کر بدایوں آجاتا ہے، اس راستہ کے قریب ضلع مرادآباد میں کئی ایک مقامات

سالار پور کے نام سے مشہور ہیں اور سنبھل کے قریب نیزے کا میلہ آج تک سپہ سالار مسعود غازی کی یادگار میں ہوتا ہے۔ سنبھل جس کا پرانا نام سنبھلیشور تھا اور ہمیشہ سے شیو کی پوجا کا مرکز رہا ہے۔ اس شاہراہ عام سے گزر کر قصبہ گنور پہنچے، اس کا پرانا نام بمن پوری تھا مگر ایک مسلمان بزرگ کے گنور واقع ملک ایران سے آنے اور یہاں رہ پڑنے کی یادگار میں گنور کہلایا ،اس قصبہ میں سالار غازی کے نام سے ایک محلہ ہے اور ایک بزرگ تاج الدین ترک کا یہاں مزار ہے جو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھیوں میں سے بتائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر فوہرر آرکیولیوجیکل سروے آف انڈیا جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ سید سالار مسعود غازی نے ۴۲۰ھ/ ۱۰۲۹ء میں دھندگڑھ موجودہ ڈبائی ضلع بلند شہر کے ٹھاکر راجپوتوں کو وہاں سے نکالا، یہ جگہ قصبہ گنور کے محاذ میں دریائے گنگا کے دوسری طرف اور وہاں سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس روایت کا ذکر کتاب مصنفہ مے بل ڈف (مسز ڈبلیو آ ریکمر) نے اپنی کتاب کرونولوجی آف انڈیا میں صفحہ ۱۱۵ر پر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنور کو مستقر بنا کر یا تو سپہ سالار موصوف خود ڈبائی گئے یا اور کوئی تبلیغی مشن وہاں بھیجا، گنور سے چل کر شاہراہ عام پر قصبہ سہوان ضلع بدایوں آتا ہے، یہ پرانی جگہ ہے۔ علاء الدین خلجی کی بنائی ہوئی مسجد یہاں موجود ہے، اس راستہ پر ایک موضع سالار نگلہ ہے، سہوان کے قرب میں بھی سید سالار مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کا مزار بتایا جاتا ہے، اب بدایوں پہنچے جس کا پرانا نام بوڑھا میوتا تھا، لکھن پور کے کتبے کے مطابق حضرت سید سالار مسعود غازی کے زمانے میں ایک راٹھور خاندان کی راجدھانی تھی، اس سے ۱۰۳۰ء میں خفیف جنگ ہو کر صلح ہو گئی تھی، بدایوں کے قریب موضع لکھن پور میں ایک خطیرہ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس میں سید سالار مسعود غازی کی انگلی دفن ہے۔ ممکن ہے کہ اس جگہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا قیام رہا ہو یا راجہ سے بدایوں کے باہر خطیرہ کے قرب وجوار میں جنگ ہوئی ہو، اس موضع میں آپ کے نام سے تھوڑی سی جائداد بھی وقف ہے، یہاں اس زمانہ میں آپ کی یادگار میں ایک میلہ بھی ہوتا ہے، جس زمانہ میں بہرائچ میں ہوتا ہے اور ایک خطیرہ اس راستہ پر جو بدایوں سے قنوج کو جاتا ہے، موضع گجوائی میں ہے، یہاں بھی میلہ ہوتا ہے، اسی فرخ آباد والی سڑک قصبہ اسیت کے قریب تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں میں ایک

موضع مسعود پورہ ہے۔ایک مقامی روایت کے مطابق سہوان اور گنور کے درمیان گنگا پار کر کے موجودہ ضلع علی گڑھ میں ایک سڑک دادون ہوتی ہوئی علی گڑھ کو جاتی ہے، اس سڑک کے قریب اور موضع بھیکم پور سے متصل ایک مزار سید سالار مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات یہاں آکر شہید ہوئے۔(سوانح سید سالار مسعود غازی)

قنوج میں آمد: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بدایوں سے آگے چل کر اور گنگا پار کر کے موجودہ فرخ آباد کا ضلع شروع ہوتا ہے یہاں سے نکلتے ہی شمالی ہند کی پرانی راجدھانی کمیلہ شہر جواب اجڑ چکا ہے اور جہاں دروپدی کے قصے مشہور ہیں، ملتا ہے وہاں سے موجودہ قائم گنج فرخ آباد ہوتے ہوئے قنوج پہنچے، اس زمانے میں قنوج شمالی ہند کا پایہ تخت تھا، اطراف کے تمام راجہ مہاراجہ اس کے زیر نگیں تھے اور اس وقت وہاں کا راجہ جے پال تھا، آپ دریائے گنگا کے کنارے فروکش ہوئے۔ چونکہ پہلے سلطان محمود نے رائے جیپال حاکم قنوج کو جلا وطن کر دیا تھا، لیکن سید سالار شاہو علوی کی سفارش سے اسے معاف کر کے از سر نو قنوج کی حکومت دے دی تھی، اس احسان کی وجہ سے اس نے سید سالار مسعود غازی کی آمد کی خبر سن کر اپنے بڑے لڑکے کے ساتھ تحائف ارسال کئے اور امن کی درخواست کی، سید سالار مسعود غازی نے اس کی درخواست قبول کر لی، آپ نے اس کو ایک گھوڑا اور تحائف عطا فرمائے اور اعزاز کے ساتھ رخصت کر دیا اور فرمایا کہ کشتیوں کا انتظام کیا جائے، جب کشتیاں آئیں تو لشکر اسلام نے دریا عبور کیا اور دوسری سمت میں ڈیرہ ڈال دیا، راجہ جیپال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی، آپ نے رائے جے پال کو گلے سے لگایا اپنے قریب بیٹھایا، اسے ہر طرح مطمئن کر کے خاص خلعت دس عراقی گھوڑے عطا فرمایا اور رخصت کیا، نیز فرمایا کہ اس رسم وراہ کو جاری رکھنا اور ہمارے لشکر کے واسطے رسد بھیجتے رہنا، آنے جانے والوں کے ذریعہ خیر خیریت سے آگاہ کرتے رہنا۔

قنوج سے سترکھ تک راستے کے مقامات: مرأۃ مسعودی نے اضلاع ہردوئی ولکھنو بارہ بنکی کے دیگر مقامات کی بابت ذکر نہیں کیا، مگر ان اضلاع کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر اور ڈاکٹر فوہرر کی کتاب جلد دوم کے مطابق کئی ایک جگہ اس قسم کی مقامی روایتیں ہیں۔ان مقاموں میں ساڈی ضلع ہردوئی، منڈیاواں، امیٹھی ضلع لکھنو وغیرہ بھی شامل اور ضلع ہردوئی کی بابت گزیٹئر

نے لکھا ہے کہ یہ قصہ ایک عرصہ تک سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں غازی پور کہلاتا تھا۔ مرأتِ مسعودی میں لکھا ہے کہ سیّد سالار مسعود غازی قنوج سے سترکھ دس روز میں پہنچے ،سترکھ قنوج سے سوسواسو میل ہوگا، اس حساب سے دس پندرہ میل یومیہ کا سفر ہوا، قنوج سے سترکھ جانے کے لئے سیدھا راستہ بلگرام ملانواں، سندیلہ ملیح آباد ضلع ہردوئی اور بجنور امیٹھی ضلع لکھنو ہوکر ہے، اس لئے ان مقامی روایتوں کا صحیح ہونا قرین قیاس ہے، اس زمانہ میں شمالی ہند کی طرح سے یہاں اسلام اچھی طرح سے نہیں پھیلا تھا، کیونکہ محمود غزنوی قنوج اور باری (غالباً موجودہ باری ضلع سیتاپور) سے آگے نہیں بڑھے اور جنرل احمد نیال تگین دوایک سال بعد آیا، اس لئے ان مقامات میں تبلیغ کی ضرورت تھی اور اسی لئے جگہ جگہ فوجی مشن بھیجے گئے، آج کل کے زمانہ سے جبکہ دوایک پادری، دوایک عالم، دوایک پنڈت، تن تنہا جا کر وعظ اور لکچر دے آتے ہیں، حالت جداگانہ تھی اور اسی غرض سے ہر مبلغ کے ساتھ چھوٹا یا بڑا فوجی دستہ جاتا تھا، ایسے موقعوں پر پہلے کیا اب بھی ایک مرکز قائم کر کے آس پاس مشن روانہ کئے جاتے ہیں۔ وید پا جلد سوم صفحہ ۳۶۹ اور دیگر مورخین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کے زمانہ سے لے کر ۱۲۰۰ تک شمالی ہند میں جگہ جگہ مسلمانوں کی بستیاں قائم ہوگئی تھیں، یہ بستیاں قائم کرنے والے محمود غزنوی سید سالار مسعود غازی اور احمد نیال تگین کے ساتھیوں میں سے تھے، یہ حضرات جب ایک مقام سے دوسرے مقام کو روانہ ہوتے تھے تو کچھ موزوں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے پچھلے مقام پر چھوڑ دیتے تھے، یہ تعینات کئے ہوئے لوگ کہیں تو دست برد زمانہ سے ایک عرصہ تک محفوظ رہ کر قائم رہے اور کسی جگہ اپنے سرداروں کے روانہ ہونے کے کچھ دن بعد ہی تباہ کر ڈالے گئے۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی وحیات مسعودی)

سترکھ میں آمد و قیام: سترکھ بارہ بنکی ضلع میں ایک مشہور قصبہ ہے، جو اس وقت ہندوستان کا مرکزی مقام تھا اور ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ استھان تھا، ایک مقامی روایت یہ ہے کہ یہاں رام اور لچھمن نے تعلیم پائی اور سات رشی کا یہاں استھان تھا، اس وجہ سے اس جگہ کا نام ست رشی مشہور ہوا، پھر رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے سترکھ ہوگیا اور ڈسٹرکٹ گزیٹیر نے سترکھ کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہاں سورشی لوگوں کے استھان تھے بابا سورش منی رہتے تھے۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ قنوج سے بلگرام، ملانواں، سندیلہ، ملیح آباد ضلع ہردوئی اور بجنور،

امیٹھی ضلع لکھنؤ ہوتے ہوئے دس روز میں سترکھ پہنچے۔ بقول مرأۃ مسعودی جب سید سالار مسعود غازی سترکھ میں آئے تو ان کی عمر قریب اٹھارہ سال کی تھی یا یوں کہئے کہ ۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء یا ۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء میں وہ یہاں آئے۔ سترکھ ایک آباد پر رونق، انتہائی سرسبز وشاداب، پرفضا اور خوشنما علاقہ تھا، سیر وشکار کے لئے بھی ایک اچھی جگہ تھی، اس لئے یہ علاقہ آپ کو بہت پسند آیا اور یہاں پر قیام کرلیا، پھر یہیں سے اطراف کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کے لئے تبلیغی وفود بھیجے، جیسا کہ قصبہ بجنور ضلع لکھنو میں ملک عنبر، امیٹھی میں ملک یوسف، منگرونڈا میں سید سالار غازی الدین غازی وسید سالار ابو محمد منیر غازی وسید سالار رفیع الدین غازی اور منڈیاون میں آدم کا شہید ہونا اور اُن کا مدفون ہونا بتایا جاتا ہے۔ (ماخوذ از آئینۂ مسعودی، سوانح سید سالار مسعود غازی وحیات مسعودی وانساب علویان ہند)

سترکھ سے دینی مہم پر غازیانِ اسلام کی روانگی

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے سفر ہند کی غرض درحقیقت گم گشتہ راہ انسانوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی دعوت دینا تھا اور مظلوم انسانوں کو ظالموں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانا تھا، حصولِ مال وزر، تاج وتخت اور حکومت کی ہوس نہ تھی، اس لئے کثیر فتوحات اور کثرت فوج کے باوجود کہیں پہ اپنی حکومت قائم نہ کی، اس دور میں تبلیغ بھی کوئی آسان کام نہ تھا، حق کی آواز کو بلند کرنے کے لئے بھی فوجی قوت اور عسکری طاقت کا استعمال بھی ناگزیر تھی، اس لئے سترکھ میں قیام کرنے کے بعد سب سے پہلے آپ نے سید سالار سیف الدین سرخرو سالار کو اور ان کے ہمراہ کو توال لشکر سالار رجب جو آپ کے مزاج شناس، خاص خدمت گار، شجاعت وبہادری میں بے نظیر تھے، لشکر دے کر بہرائچ کی طرف روانہ کیا۔ سید سالار سیف الدین علیہ الرحمہ نے بہرائچ پہنچ کر حضرت سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہاں جنگل ہی جنگل ہے لشکر کے لئے رسد کا انتظام بڑا مشکل امر ہے، آپ وہاں سے غلہ کا انتظام فرما کر بھیج دیجئے ورنہ فوج ہلاک ہوجائے گی، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے خبر پاتے ہی حکم جاری فرمایا کہ پرگنوں کے تمام چودھری اور مکھیوں کو حاضر کیا جائے، سات آٹھ پرگنوں کے چودھری اور مکھیا حاضر ہوئے، ناسن نامی چودھری سدھور ضلع بارہ بنکی اور مزہر نامی چودھری امیٹھی حاضر کئے گئے، دونوں کو پاس بلا کر

سمجھایا کہ کھیتی باڑی میں کافی توجہ کریں اس میں ان کا اور رعایا دونوں کا فائدہ ہے، نیز فرمایا کہ ہم سے روپیہ لو اور ہمارے لئے غلہ مہیا کردو، انھوں نے عرض کیا پہلے ہم غلہ لا دیں، پھر روپیہ لے لیں گے، مگر آپ نے مبلغ دو لاکھ روپیہ نقد انکار کرنے کے باوجود ان چودھریوں کو غلہ کے لئے پیشگی دے دیئے اور پان وغیرہ سے ان کی خاطر کی، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا یہ برتاؤ نہ محض پولیٹیکل دانائی اور دور اندیشی پر مبنی تھا بلکہ اس سے ان کی ایمانداری اور دیانت داری کا پتہ چلتا ہے، لوٹ مار آپ کی غرض ہوتی تو یقینا بلا قیمت ادا کئے ہوئے بہت غلہ میسر آجاتا، غلہ کا وعدہ کر کے چودھری لوگ جب واپس ہونے لگے تو حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے ملک حیدر کو ساتھ میں لگا دیا تا کہ جتنی جلد ہو سکے غلہ آجائے اور ملک فیروز عمر کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ دریائے سرجو کی گزرگاہ پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا کہ جیسے جیسے غلہ فراہم ہوتا رہے، بہرائچ سالار سیف الدین سرخرو سالار کے پاس بھیجتے جائیں۔

تبلیغی مہم پر مزید دستوں کی روانگی: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا ہندوستان آنے کا مقصد نہ حکومت حاصل کرنا تھا نہ سیر وسیاحت کرنا تھا، بلکہ اس تبلیغ کی غرض سے آئے تھے کہ پورے ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیل جائے اور یہاں کا ہر ہر فرد ہدایت یاب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے، اس لئے آپ جہاں بھی قیام فرماتے وہاں سے تبلیغی مشن بھیجتے۔ چنانچہ سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کو بہرائچ بھیجنے کے بعد آپ نے مہی بختیار کو جو آپ کے رشتہ دار تھے لشکر دے کر ولایت فردوست کی طرف روانہ فرمایا، حسب دستور روانگی کے وقت مہی بختیار کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ ہم نے تمہیں خدا کے سپرد کیا، جاؤ پہلے اپنے طریقہ کے مطابق غیر مسلموں کو دین اسلام کی دعوت دو، اگر قبول کریں اور صلح وآشتی سے پیش آئیں تو تم بھی ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا، ورنہ اتمام حجت کے بعد جہاد کرنا، پھر سلطان مہی بختیار کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ آج کی ملاقات کے بعد خدا جانے کب اور کہاں ملنا نصیب ہو، رخصت ہوتے وقت دونوں حضرات کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے، سلطان مہی بختیار ستر کھ سے چل کر ولایت فردوست کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا، شہر کانور تک بڑھتے گئے اور وہیں پہ جام شہادت نوش فرمایا، آپ کا مزار کانور میں مرجع خلائق ہے۔ اس کے بعد آپ نے امیر حسن عرب کو جنوب میں قصبہ مہوبہ کی طرف روانہ کیا اور میر سید اعز

الدین کو جواب لال پیر کے نام سے مشہور ہیں، گوپامئو کے اطراف میں ملک فیصل کو ایک لشکر دے کر بنارس، ملک عبدالرحمن شاہ کو بھاگنگر کی طرف روانہ کیا، ملک آدم حضرت کے استاذ نے لکھنؤ میں شہادت پائی جن کا مزار صحبتیہ باغ راجہ بازار میں ہے۔ سید سالار محمد غازی الدین غازی و سید سالار ابومحمد منیر غازی و سید سالار ابوظفر رفیع الدین غازی کو مختصر سی فوج کے ساتھ راجہ منگل سنگھ کی طرف منگرونڈا روانہ کیا، راجہ منگل سنگھ راجہ جے پال کا باج گزار تھا۔ اسی طرح اودیانگر میں روانہ کیا، اودیانگر میں جب سید سالار مسعود غازی کو خبر استحکام بالائی معلوم ہوئی تو نہایت متفکر ہوئے مگر ایسے مقام پر سپہ سالار فوج بصلاح علماء کے مقرر کئے جاتے تھے، بمصداق شاورھم فی الامر ۱۰۲۷ء۔ اہل رمل نے بیان کیا کہ آج شب میں آندھی آئے گی تمام لشکر کے چراغ گل ہو جائیں گے مگر ایک شخص کے ڈیرے کے اندر چراغ جلتا ہوگا اور خود تلاوت کلام پاک میں مصروف ہوگا وہی قابل سپہ سالاری ہے۔ چنانچہ شب کو ایسا ہی ہوا میر عمادالدین خلجی کے ڈیرے میں چراغ جلتا ہوا ملا اور وہ سپہ سالار مقرر ہوئے اور ان کی معیت میں مشائخ و سادات دیے گئے۔ قصہ مختصر مجاہدین اودیانگر پہنچے محاصرہ کیا گیا مگر اس کا استحکام اور وقعت مجاہدین کو دائرۂ استقامت سے باہر کئے دیتی تھی۔ کوئی صورت کامیابی کی نظر نہیں آتی تھی واقعی اگر دروازہ بند رہتا اور اہل قلعہ مقابلہ کی جرأت نہ کرتے تو فتحیابی کی کوئی ترکیب سوچنا آسان بات نہ تھی۔ مگر مشیت ایزدی کچھ یوں ہی تھی یعنی اس قلعہ کے اندر کوئی کنواں نہ تھا اور نہ ہی کوئی تالاب، بس اگر اہل قلعہ باہر نکل کر نہر سے پانی لینے کے واسطے نہ آتے تو بھی جان شیریں کو سپرد تیغ اجل کرتے، لہٰذا محصورین کو خود ہی کھلے میدان لڑنے کا خیال ہوا اور پھاٹک کھول کر آمادۂ جنگ ہوئے۔ جب مجاہدین کو اس جنگ سے فراغت ہوئی تو اپنے ساتھیوں کی تلاش میں مصروف ہوئے جس قدر مجاہدین اجتماع سے باقی رہے ان کو مختلف مقامات پر اندرون و بیرون حصار شہید پایا جن کو عموماً انھیں مقام یا سمت میں تدفین کی جہاں انہوں نے شہادت پائی تھی۔ چنانچہ چند مشہور نام شہداء کے حسب ذیل ہیں۔ عثمان شہید، آپ کا مزار گورنمنٹ ہسپتال کے قریب مسجد کے متصل ہے۔ ابراہیم شہید عرف مردان غیب، آپ کا مزار محلہ سیدانہ میں ہے۔ روشن شہید آپ کی قبر محلہ جودھرانہ شمالی مشرقی رخ پر ہے۔ (ماخوذ از تذکرہ سید سالار مسعود غازی) قلعہ اودیانگر کو فتح کرنے کے بعد غازیان اسلام

جائس میں سکونت پذیر ہوگئے اور یہاں مسجد تعمیر کی قلعہ ہذا کے شمال جانب میں میر عمادالدین خلجی نے ایک مکان بنوایا اور بطور حاکم رہ کر آس پاس کے قصبات از قسم دلمو و حسین آباد (رائے بریلی) کڑا مانکپور وغیرہ میں اشاعت اسلام میں منہمک ہوگئے۔ بعض روایتیں اس بات کی طرف مشعر ہیں کہ قبل فتح ہی غازیان اسلام یہاں آکر آباد ہوگئے تھے اور اسلام کی ترویج واشاعت میں منہمک ہوگئے تھے اور ستر کھ سے اناؤ کی طرف بھی غازیان اسلام کو روانہ فرمایا جیسا کہ صاحب تذکرہ سید سالار مسعود غازی بیان کرتے ہیں کہ اناؤ ضلع میں قصبہ مورانوں کے شمال جانب تقریباً دوسو کلومیٹر کی دوری پر سید نعمت علی شہید اور ان کے احباب کے مزارات ہیں ویرانہ ہونے کے باوجود وہاں بڑی رونق محسوس ہوتی ہے آپ کے صاحبزادگان سید محمد تقی وسید محمد تقی کا خاندان آج بھی مورانوں میں موجود ہے، سید تجمل حسین وسید محمد حسین وغیرہ اسی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں۔ (ماخوذ از تذکرۂ سید سالار مسعود غازی)

اسی طرح دیویٰ اینچوبی صبیحہ مہند ضلع بارہ بنکی میں روانہ کیا۔ اُس زمانے میں اس طرف چھوٹے چھوٹے بھڑ قوم کے راجہ تھے جو راجہ قنوج کے ماتحت تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا کہ جس کسی کو محاذ پہ بھیجتے اسے اپنے طریق کار کی نصیحت ضرور فرماتے، سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر قبول کرلیں یا پھر صلح وآشتی سے پیش آئیں تو ٹھیک ہے ورنہ اگر تمہارے مقابلہ میں آئیں تو تم بھی قدم پیچھے نہ ہٹاؤ، جہاد کرو، ان دستوں کی روانگی کے بعد ستر کھ ہی میں آپ کا قیام رہا اور سیر و شکار میں مشغول رہے۔ (ماخوذ از مراتِ مسعودِ غزانامہ مسعود انسابِ علویانِ ہند)

کڑا ومانک پور کے راجگان کی دھمکی

ستر کھ میں آپ کے قیام سے کڑا ومانک پور کے راجگان کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں یہ شخص ہمارے لئے خطرہ نہ بن جائے اس لئے ان راجگان نے طرح طرح کی شرارتیں اور شر انگیزیاں کرنی شروع کردیں کہ آپ عاجز آکر ستر کھ سے نکل جائیں، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری شر انگیزیوں کا کوئی اثر نہیں ہورہا ہے اور یہ یہاں سے جانے کا نام نہیں لے رہا ہے، تو انھوں نے دھمکی دینے کی غرض سے ایک روز اپنے قاصد کے ذریعہ دو زین اور لگام بطور

تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ یہ ملک زمانۂ قدیم سے نسلاً بعد نسلٍ ہمارے باپ داداؤں کے قبضے اور تصرف میں رہا ہے، اس لئے ہم کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے، ہماری تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر ذوالقرنین رومی نے ادھر کا ارادہ کیا تھا اور قنوج تک آیا اور رائے کید سے صلح کر کے واپس چلا گیا، یہاں اب تک کبھی بھی کسی مسلمان نے قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی سلطان محمود غزنوی اور تمہارے والد سالار شاہو بھی اجمیر قنوج گجرات تک آئے، مگر ادھر کا رخ نہیں کیا، ایک تم ہو کہ بڑی بے باکی سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئے ہو شاید تمہیں اپنے انجام کی خبر نہیں یا تم اپنی زندگی سے اکتائے ہوئے ہو، اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہو تو ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ ستر کھ تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہے، تم یہاں سے چلے جاؤ، ہمیں اس بات کا بھی لحاظ ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے ہو، ہوش و گوش سے کام لو، کہیں اور جانے کی فکر کرو، ورنہ سوچ لو کہ ہمارے پاس نو لاکھ کا لشکر ہے اور بہرائچ کے اطراف کے راجگان کے پاس بھی کچھ کم فوج نہیں اگر دونوں طرف کی فوجیں تم پر چڑھائی کر دیں تو تمہیں زندہ بچ نکلنا بڑا مشکل ہوگا۔ دھمکی آمیز یہ باتیں سن کر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان پر غضب ناک ہو کر فرمایا کہ افسوس تو قاصد ٹھہرا اگر کوئی اور ہوتا تو اس کے پرخچے اڑا دیتا لہٰذا تم جاؤ اور جا کر اپنے راجگان سے کہہ دو کہ ملک کا حقیقی مالک خدائے قادر و قہار ہے وہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے، ہم یہاں محض سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں آئے ہیں، بلکہ اس ملک کو اپنا وطن بنائیں گے، خدا کے حکم اور مدد سے یہاں سے شرک و کفر کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں گے، اور ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہاں اسلام کا اجالا پھیلے گا اور کفر و شرک کی تیرگی دور ہو جائے گی، جنگ و جدال قتل و قتال و غارتگری کے لئے ہم یہاں نہیں آئے ہیں، ہماری غرض یہاں اسلام کی تبلیغ کرنا ہے، اگر زبردستی ہم پر جنگ تھوپی گئی اور دعوت مبارزت دی گئی یا حملہ کیا تو جوابی کاروائی کی ہم بھی اقدام کریں گے، کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہم نے اس کفرستان میں قدم رکھا ہے۔ کچھ سمجھ کر ہی آیا ہوا ہوں، موج دریا کا حریف ہوں ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل پہ ہے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سحر کردہ زین اور لگام واپس کر دیا قاصد سے پوچھا کہ تمہارے راجاؤں کا نام کیا ہے، ایلچی نے بتایا کہ راجہ کڑا کا نام دیو ۱۱ رنرائن اور مانک پور کے راجہ کا نام

بھوج پتر ہے۔ایلچی نے واپس جا کر راجاؤں سے جنھیں جواب کا بڑی شدت سے انتظار تھا آپ کی بے باکانہ گفتگو اور اپنے تاثرات بیان کئے کہ یہ نوجوان غیر معمولی جرأت و ہمت کا حامل ہے، اسے قوت وطاقت اور جنگ کی دھمکی دے کر ہراساں نہیں کیا جاسکتا، وہ تو ایک شیر دل بہادر انسان معلوم ہوتا ہے، تمہاری نو لاکھ فوج کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے گا۔ایلچی کی بات سن کر راجاؤں کے ہوش اڑ گئے، ان کے چہروں پر اداسی چھا گئی راجاؤں کو بہت زیادہ متفکر اور خوف زدہ دیکھ کر ایک حجام جو اس وقت حاضر تھا، کہا اس قدر فکر مند ہونے کی کیا بات ہے، اگر حکم ہو تو میں اپنی حکمت عملی سے اس لڑکے کا کام تمام کر آؤں، راجاؤں نے کہا اگر واقعی تم اس کے لئے کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو ہماری طرف سے اجازت ہے، اس کے صلہ میں تمہیں کئی گاؤں انعام میں دیا جائے گا ساتھ ہی ۵۰ر توڑے سونے دے کر رُخصت کیا۔

زہر آلود نحرنی: حرص وطمع انسان کے اندر ایک ایسی مذموم صفت ہے کہ حریص اور لالچی انسان گھٹیا سے گھٹیا حرکتیں کرنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتا اور انتہائی رذالت پر اتر آتا ہے۔حجام مذکور انتہائی لالچی اور حریص طبیعت کا انسان تھا انعام واکرام کی لالچ میں راجاؤں کے دربار سے گھر آ کر حسب وعدہ ایک نحرنی زہر میں بجھا کر اور خوب تیز کر کے اپنے پاس رکھی اور ستر کھ کے لئے چل دیا، ادھر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ حسب معمول شکار کھیل کر نماز ظہر کے وقت ستر کھ میں اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو یہ حجام بھی آپ کی خدمت میں پہنچا اور خدمت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی اور بطور نذر زہر آلود نحرنی پیش کی، آپ نے نحرنی لے لیا اور اس سے پوچھا کہ تم اب تک کس کی خدمت میں تھے، اس نے کہا کہ چند روز تک مسلمانوں کی خدمت میں تھا، اب چند روز سے ہندوؤں کی خدمت میں لگا ہوں، آپ نے اس کے اندر خلوص کا جوہر نہیں پایا، سونے کے چند سکے دے کر واپس کر دیا، اس کے جانے کے بعد آپ نے اس کی نحرنی سے ہاتھ کی انگلی کا ناخن تراشنا چاہا نحرنی بہت تیز تھی وہ ناخن پار کر کے گوشت میں اتر گئی، زخم ہو گیا، نحرنی کا زہر اثر کرنے لگا، آپ سخت بے چین ہو گئے، انگلی میں سخت جلن ہونے لگی اور پورا جسم بخار سے جلنے لگا، دھیرے دھیرے زہر پورے جسم میں پھیل گیا، چہرہ متغیر ہو گیا، آپ کے رفقاء سخت تشویش میں پڑ گئے، یکبارگی آپ کی یہ کیفیت ہونے کا کوئی ظاہری سبب سمجھ میں نہیں آرہا تھا، بہت دیر میں یہ حقیقت سمجھ میں آئی اور سبب کا

انکشاف ہوا کہ جونحرنی حجام دے گیا تھا، اس سے آپ نے اپنے ناخن تراشے ہیں، وہ در حقیقت زہر میں بجھائی ہوئی تھی انگلی میں زخم آنے سے اس کا زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا ہے، فوراً لوگوں نے زہر مہرہ پانی میں دھوکر پلایا اور زہر مہرہ آپ کے منہ میں رکھا دو تین مرتبہ اس کا لعاب نوش کیا، جسم کی حرارت زائل ہونا شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں زہر کا اثر جاتا رہا، آپ کے شفایاب ہونے پر امیران لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا، خوشی منائی اور صدقات تقسیم کئے چونکہ ابھی ملک نیا نیا قبضہ میں آیا تھا، اس لئے آپ نے اسی وقت غسل کیا نفیس اور عمدہ لباس زیب تن فرما کر دیوان خانہ میں جلوس عام فرمایا تا کہ بدخواہوں اور کوتاہ اندیشوں کو بدامنی اور فساد پھیلانے کا موقع نہ ملے، آپ نے منشی کو حکم دیا کہ سرحدوں کے امیروں کے پاس خطوط لکھو کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے کافروں کے خطرناک سازش اور فتنہ انگیزی سے محفوظ و مامون رکھا اور میں ہر طرح بخیر و عافیت ہوں، خطوط دے کر قاصدوں کو ادھر ادھر سرحدوں کی طرف روانہ کئے گئے، نیز ایک خط ایک قاصد کے ذریعہ آپ نے والدین کی خدمت میں بھیجا۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی و آئینۂ مسعودی)

آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال پُرملال

قاصد جب آپ کا خط لے کر سالار شاہو کے پاس پہنچا، اسے دیکھ کر سالار شاہو بہت خوش ہوئے اور قاصد کو گلے لگا کر مسرت کا اظہار کیا لیکن جب انھیں آپ پر حجام کی زہر آلود نحرنی کے زہریلے اثر اور آپ کی تکلیفوں کی خبر ہوئی تو انھیں بے پناہ صدمہ ہوا حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہوگئی، تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا اور گھر کے اندر جا کر بیٹھنے کا حال زار آپ کی والدہ محترمہ کو سنایا تو انھیں بھی تاب ضبط نہ رہی، بے ہوش ہو کر گر پڑیں جب ذرا ہوش آیا تو سالار شاہو نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، زہر کا اثر مکمل طور پر زائل ہو چکا ہے اور ہمارا نور نظر بخیر و عافیت ہے، تب انھیں قدر اطمینان ہوا، لیکن بیٹے کی جدائی کے غم اور صدمہ نے دائمی مریض بنا دیا، بالآخر علاج و معالجہ کے باوجود بارہ روز کے بعد اسی غم میں کاہیلر میں ۴۲۰ھ میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمایا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی نماز جنازہ

سالار شاہو نے پڑھائی اور سید سالار زنگی غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں پورے احترام وعزت کے ساتھ آپ کے جنازہ کو محمود غزنوی کے پاس غزنی بھیج دیا گیا اور وہیں پہ تدفین ہوئی۔ ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں اس با شرف خاتون اسلام پر جنھوں نے اپنی آغوش میں ایک ایسے بچے کو پالا جس نے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر ہندوستان میں شمع اسلام کو روشن کر دیا۔ (ماخوذ از۔ تاریخ سید سالار مسعود غازی وصولتِ مسعودی)

سالار شاہو کی ستر کھ میں آمد: حضرت بی بی ستر معلّٰی علیہا الرحمہ کے انتقال کے کچھ ہی دن بعد سلطان محمود غزنوی کا انتقال بقول تاریخِ فرشتہ و روضۃ الصفا وغیرہ ۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء میں ہوا اور سالار شاہو علیہ الرحمہ اپنی شریک حیات کے انتقال کے فوراً بعد ستر کھ آ گئے، اس لئے قیاس یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے انتقال سے کچھ دن پہلے یا بعد میں ستر کھ آئے ستر کھ آنے کی اصل وجہ ایک شریف اور پاکیزہ صفات شریک حیات کا سفر زندگی میں ساتھ چھوڑ کر چل بسنا ایک شوہر کے لئے کس قدر رنج وغم کا باعث ہوا ہوگا اسے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے اور اس نا قابل برداشت صدمہ اور غم کو فرو کرنے کے لئے ولد عزیز کے پاس ستر کھ آنے کا خیال پیدا ہوا ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی خلاف قیاس نہیں ہوگی کہ سالار شاہو چونکہ محمودی پارٹی کے آدمی تھے اور محمود کے آخری دور میں بیٹوں کے مابین اقتدار کی جنگ چھڑ چکی تھی، پھر سلطان محمود احمد بن حسن میمندی کو جسے حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ اور حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے حسد اور پرانی عداوت تھی، وزارت سے معزول کر کے قید کر دیا تھا، مسعود جب تخت نشین ہوا تو اسے دوبارہ عہدۂ وزارت پر بحال کر دیا، ممکن ہے کہ انھیں حالات نے سالار شاہو کو کاہیلر چھوڑنے پر مجبور کئے ہو، اور ان کا اپنے اکلوتے بیٹے کے پاس آنا ایک قدرتی فعل تھا، سالار شاہو علیہ الرحمہ کا ہیلر کا انتظام وانصرام چند معتمد لوگوں کو سپرد کر کے اپنے مخصوص لشکر کو لے کر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے، جب ستر کھ کے قریب پہنچے، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے آگے بڑھ کر والد بزرگوار کا پُر جوش استقبال کیا اور ساتھ میں قیام گاہ پر لائے، آپ کے آمد کی خوشی میں تین روز تک جشن مسرت منایا گیا تمام لشکریوں اور سرحدی امیروں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، ان کے حوصلے بڑھ گئے، اسلامی لشکر کی طاقت وقوت میں اضافہ ہو گیا، قرب وجوار کے راجہ مہاراجہ جو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے وجود کو برداشت نہیں کر

رہے تھے، اب سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ کے آجانے سے بہت زیادہ گھبرا گئے، چند روز کے بعد ملک فیروز عمر جنھیں دریائے سرجو پہ اس لئے لگایا گیا تھا کہ جو غلے ان تک پہنچیں وہ بہرائچ حضرت سید سالار سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجتے جائیں۔ اسی دوران انھیں تین ایسے شخص ملے جن پر دشمن کے جاسوس ہونے کا شبہ ہوا انھیں گرفتار کر لیا جب یقین ہو گیا کہ واقعی یہ لوگ جاسوس ہی ہیں، انھیں ستر کھ بھیج دیا گیا، خادموں نے انھیں پہچان لیا کہ ان میں دو جاسوس وہ ہیں جو کڑا اور مانک پور کے راجاؤں کی طرف سے زین اور لگام لائے تھے اور ایک وہ حجام نا ہنجار ہے جس نے زہر آلود نحرنی پیش کی تھی، حضرت سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ نے ان کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے پُرغضب ہو کر فرمایا کہ تینوں کو پھانسی دے دی جائے لیکن سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ان کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں انھیں چھوڑ دیا جائے۔ سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہاری سفارش سے ان دو کو تو چھوڑ دے رہا ہوں، لیکن اس حجام فرجام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ اسی وقت اسے قتل کر دیا گیا، ان کے پاس سے وہ خطوط برآمد ہوئے جو کڑا اور مانک پور کے راجاؤں نے بہرائچ کے گرد و نواح کے راجاؤں کے نام لکھے تھے۔ ان میں تحریر تھا کہ بیدیشیوں کا لشکر ہمارے و تمہارے ملک میں آ کر بے خوف و خطر جما ہوا ہے، کبھی بھی ہمیں ان سے خطرہ ہو سکتا ہے، مطمئن ہو کر خاموش رہنا عقلمندی نہیں، لہٰذا قبل اس کے کہ وہ ہم پر چڑھائی کریں ادھر سے تم چلو اور ادھر سے ہم بڑھ کر ان کو گھیر لیں اور ان کا صفایا کر دیں، خطوط پڑھ کر جب ان راجاؤں کے ناپاک عزائم کی جانکاری ہوئی، سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ نے پُرغضب ہو کر فرمایا کہ دشمنوں کے ان ناپاک ارادوں کو ہم خاک میں ملا دیں گے۔ چنانچہ اسی وقت کڑا اور مانک پور کے راجاؤں کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے ان کے پیچھے دو مخبروں کو لگایا، تحقیق حال کرنے کے بعد مخبروں نے واپس آ کر بتایا کہ دونوں راجہ اس وقت ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو کر لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کی تقریبات میں مصروف ہیں۔ سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ غیر معمولی جنگی صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی فوجی مہارت کے ثبوت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی جیسے فاتح اعظم کی فوج کے ایک کامیاب سپہ سالار تھے، جنگی حکمت عملی سے خوب واقف تھے۔ آپ نے فوراً نقارۂ جنگ بجوایا، نور نظر کو ستر کھ چھوڑ کر خود سوار ہوئے

اورایک عظیم لشکر لے کر کڑا اور مانک پور کی طرف روانہ ہوئے، مانک پوراب ضلع پرتاب گڑھ میں ہے۔سالاشاہوعلیہ الرحمہ قریب پہنچ کرفوج کودوحصوں میں تقسیم کیا،فوج کاایک دستہ کڑا کی طرف اور دوسرا دستہ مانک پور کی طرف روانہ کیا،دونوں دستے اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر محاذ جنگ سنبھالا۔دشمن کی فوج بھی اپنی پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ میں آئی،گھمسان کارن ہوا،لشکر اسلام نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے غنیم کے ہزاروں لوگ مارے گئے، فتح ونصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے،دیونرائن اور بھوج پتر کوزندہ گرفتار کر کے سالارشاہوعلیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا آپ نے اسی وقت بیڑیاں ڈال کرانھیں سترکھ بھیج دیا،سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کولکھا کہ ان قیدیوں کوسخت نگرانی میں رکھا جائے،حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے انھیں حضرت سیف الدین سرخروسالار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہرائچ بھیج دیا۔ سالارشاہورحمۃ اللہ علیہ ان دونوں علاقوں پر مکمل قبضہ جمانے کے بعد ملک عبداللہ کواور کچھ فوج دے کر کڑا کی نگرانی سپرد کردی اور مانک پور کا انتظام ملک قطب حیدر شہید کوسونپ کر خودشان و شوکت کے ساتھ سترکھ واپس آئے۔

ڈالمھو رائے بریلی کی فتح: بقول ڈسٹرکٹ گزیٹیر رائے بریلی کے سالارشاہونے ڈالمھوضلع رائے بریلی کوبھی فتح کر کے ملک عبداللہ کی ماتحتی میں دیا،غالباً کڑامانک پور سے واپسی پر وہ اس طرف تشریف لائے ہوں گے،سترکھ سے تبلیغی وفد دیگر مقامات کوبھی بھیجے گئے،مثلاً دیوا، اینچوبی،صحبتیہ باغ منگرونڈا،مہندضلع بارہ بنکی کہ جن کی بابت مقامی روایتیں ضلع بارہ بنکی کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر نے درج کی ہیں۔(ماخوذ ازسوانح سید سالار مسعود غازی وتاریخ آئینۂ اودھ)

کڑااور مانک پور میں آپ کے ساتھیوں کے مزارات ان مقامات پر دیگر جگہوں کی طرح سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے بارے میں مقامی روایتیں ہیں،جن کا ذکر عبداللہ خاں نے اپنی کتاب تاریخ کڑامانک پور میں کیا ہے،اس کتاب کی رو سے آپ کے دو ساتھیوں کے مزارات اب تک کڑا میں موجود ہیں جن میں سے ایک بزرگ کا نام الحاج جمال تھا،مانک پور میں ایک مقامی روایت یہ ہے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد یہاں کے راجہ نے جو بھڑ قوم کا تھا،آپ کے ایک ساتھی ملک امام الدین کے ساتھ گستاخی کرنی چاہی تو ان کی دعا سے زمین شق ہوگئی،ملک امام الدین اوران کی ایک لڑکی اس کے اندر

سما گئے اور اس وقت سے لوگ اس قبر پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، بحسب تحریر عبداللہ خاں اس مزار کی مرمت کیقباد بادشاہ دہلی نے کرائی۔

شیر سے مقابلہ: ستر کھ میں قیام کے دوران حضرت سالار شاہور حمۃ اللہ علیہ اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و شکار کے لئے نکلے، شکار کھیلنے کے بعد نماز ظہر ادا کر کے باپ بیٹے دونوں اپنی قیامگاہ کی طرف لوٹ رہے تھے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی نظر ایک شیر پر پڑی جو ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا آپ نے والد محترم کو خبر نہ ہونے دی، ان سے کہا آپ قیامگاہ پر تشریف لے چلیں میں ابھی تھوڑی دیر میں آرہا ہوں، والد محترم تو آگے بڑھ گئے، لیکن آپ گھوڑا بڑھا کر شیر کی طرف چلے، جب آپ قریب پہنچے اور شیر سے آنکھیں چار ہوئیں تو شیر آپ کو دیکھ کر غرّایا اور زوردار گرج کے ساتھ ایک جست مار کر آپ پر جونہی حملہ کیا، آپ نے بہادرانہ ہنرمندی سے اپنی تلوار خارشگاف سے شیر پر ایسا کاری وار کیا کہ پلک جھپکتے ہی شیر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا، شیر کی بھیانک چنگھاڑ سے پورا جنگل گونج اٹھا، شیر کی چنگھاڑ سن کر سالار شاہو علیہ الرحمہ پلٹ کر فرزند کے قریب آئے تو دیکھا کہ شیر دل فرزند نے ایک شیر ببر کو پچھاڑا ہے، بہت زیادہ خوش ہوئے اور داد شجاعت دی، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شجاعت و بہادری کا ایک معمولی نمونہ تھا ورنہ تو آپ کی پوری زندگی شجاعت و بہادری کے کارناموں سے معمور ہے شجاعت و بہادری تو آپ کو اپنے جدامجد حضرت شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے وراثتاً ملی تھی، اس وقت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔ (ماخوذ از۔ مختصر سوانح سید سالار مسعودِ غازی)

حضرت سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غزنوی سے یہ وعدہ کر کے ہندوستان کا رخ کیا تھا کہ سیر و شکار سے دل بہلا کر بہت جلد واپس آجاؤں گا لیکن ہندوستان آنے کے بعد تبلیغی مہمات کا سلسلہ طول پکڑ گیا اور حالات نے واپسی کا موقع ہی نہیں دیا، پھر سلطان اور والدہ محترمہ کے انتقال نیز والد محترم کی آمد و واپسی کے خیال پر اثر انداز ہوئے اور ہندوستان میں مستقلاً تبلیغ کا خیال دل و دماغ میں سما گیا۔ ہندوستان میں آپ کی غرض صرف تبلیغ تھی، تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے کبھی تلوار اٹھانے میں پیش قدمی نہیں کی، مگر جب آپ کے تبلیغی مشن کو دھمکی یا لڑائی سے

روکنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اور آپ کے رفقاء نے مدافعانہ طور پر تلوار اٹھائی اور حملے کئے۔ چنانچہ جب کڑا اور مانک پور کے راجاؤں نے بہرائچ کے راجاؤں کو حملے کی ترغیب دی تو آپ نے جنگی مصلحت کے پیش نظر بہرائچ کے راجاؤں کی نقل وحرکت پہ نظر رکھی اور پیش قدمی روکنے کی غرض سے سالار سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک فوجی دستہ دے کر بہرائچ روانہ کیا تھا۔ کڑا مانک پور کے راجاؤں کی گرفتاری سے قرب وجوار کے راجاؤں میں بے چینی پھیل گئی، انھیں فکر ہوئی کہ مسلمان غیر ملک سے آکر ہمارے ملک میں اپنے پیر جمالئے ہیں، ہمارے لئے مستقل خطرہ بن چکے ہیں، انھیں یہاں سے نکالنا ضروری ہے، چنانچہ تمام راجہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ بہرائچ پہنچے اور چاروں طرف سے سالار سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر لیا، سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ نے ستر کھ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، ہمارے لیے بچنے کی کوئی راہ نکالئے اور مدد کیجیے۔ اب سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ آپ خود بہرائچ جائیں۔ حضرت سید سالار سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر غور کرنے کے بعد سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے یہی فیصلہ لیا کہ ایسی خطرناک صورت حال سے نمٹنے کے لئے میرا خود بہرائچ جانا انتہائی ضروری ہے۔ والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہرائچ کی صورت حال سے باخبر کرتے ہوئے اجازت چاہی گو کہ انھیں ایک لمحہ کیلئے بیٹے کی جدائی گوارا نہ تھی لیکن بہرائچ کی خطرناک صورت حال کے پیش نظر یہ سوچتے ہوئے بادل ناخواستہ اجازت دے دی، والد محترم سے اجازت پا کر جذبۂ اسلامی سے سرشار ۱۷ر شعبان المعظم ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۲ء اور ایک روایت کے مطابق ۲۷ر رمضان المبارک ۴۲۳ھ/ جولائی ۱۰۳۲ء میں جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، بہرائچ کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد بہرائچ میں

قنوج فتح کر کے وہیں مقیم تھے۔ بالے میاں کے نام سے دُور دُور تک آپکی شہرت تھی۔ بہرائچ میں سورج کنڈ تالاب کے کنارے بالارکھ بالارک نام کا ایک پتھر تھا جس کے اوپر نکلتے (اُگتے ہوئے) سورج کی شکل کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ سورج گرہن کے موقع پر دور دور

کے اہل ہند مشرق ومغرب سے یہاں زیارت کے لئے آتے تھے۔خاص کر اتوار کے دن اطراف بہرائچ وغیرہ سے ہزاروں مرد وعورت یہاں آکر سورج کنڈ میں نہاتے اور اس پتھر کے آگے سر نیاز جھکا کر مراسم عبودیت ادا کرتے تھے، ہر ایک ایسے تالاب کو جہاں آفتاب (سورج) کی پرستش کا بت خانہ ہو اس کو سورج کنڈ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے سورج کنڈ بہت سی جگہ موجود ہیں۔ مثلاً بدایوں، میرٹھ وغیرہ۔ یہ لفظ بالک اور ارک کو ملا کر بنا ہے۔ بالک بہ معنی بچہ اور ارک بہ معنی سورج یعنی سورج بچہ جو صبح کے سورج کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سورج کی عبادت کرنے والے صبح کے سورج کی ہی عبادت کرتے ہیں یعنی سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد۔ آج بھی بہرائچ میں ایسے لوگ اچھی خاصی تعداد میں ہیں جو صبح کے سورج کو پانی چڑھا کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں کسی زمانے میں بھڑ قوم بڑی تعداد میں آباد تھی جو سورج کی ہی عبادت کرتی تھی اس کے علاوہ ہر سال ماہ جیٹھ کے پہلے اتوار کو بھڑ قوم جو سورج کی پرستش کرتی تھی، ان سے ایک انسانی جان کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اور وہ بھی اُس شخص کی جس کے خاندان میں اکلوتا بیٹا ہو۔ چنانچہ ایک سال قرعہ اندازی میں موضع نگرور کے ایک اہیر کے لڑکے کا نام نکلا۔ اس کے خاندان میں ایک ہی لڑکا تھا وہ بہت پریشان ہو گیا، سید صاحب کی شہرت بالے میاں کے نام سے تھی وہ اہیر سید صاحب کے پاس قنوج پہونچ گیا اور آپ سے فریاد کی آپ نے اسے اطمینان دلا کر بہرائچ واپس بھیج دیا۔ پھر آپ نے جیٹھ کے مہینے سے پہلے بہرائچ آکر اس تالاب کے کنارے قیام کر لیا اور پھر جنگ وجدال کی ابتداء ہوئی مگر اسی بہانے اس کی جان بچ گئی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے آستانہ پر غیر قوم کے لوگ کثرت سے آتے ہیں۔ کیونکہ تاریخ کی یہ انوکھی بات ہے کہ جس قوم سے کسی نے جنگ کی ہو وہی قوم اس کے آستانے پر کثرت سے آئے (نگرور گونڈا روڈ پر بہرائچ سے تقریباً ۷ کلومیٹر کی دوری پر ایک پرانی آبادی ہے) دراصل بہرائچ آنے کا سبب وہی اہیر (نند مہر اہیر) کی فریاد اور اس کے لڑکے کی جان بچانا تھا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد اس اہیر نے سب سے پہلے آپ کا مزار دودھ اور مٹی سے گوندھ کر بنایا۔ (ماخوذ از سید الشہداء)

حالات بہرائچ و جنگ بہرائچ

جس وقت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بہرائچ شریف تشریف لائے تو ہر طرف جنگل ہی جنگل تھا کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی بستیاں اور بہت سے خود مختار راجہ تھے۔ بہرائچ شریف میں زیادہ تر آبادی بھڑ بھیروں قوم کی تھی اسی لئے بھڑ قوم کے نام پر اس مقام کا نام بہرائچ ہوا۔ یہ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے۔ آستانہ کے قریب ایک تالاب تھا جس کے کنارے ایک پتھر پر سورج کی تصویر بنی ہوئی تھی، بھڑ قوم کے لوگ اس کو بالا رکھ کہتے تھے اور اسی مناسبت سے اس مقام کو سورج کنڈ بھی کہتے تھے، سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر اور ہر اتوار کو وہاں بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ بھڑ قوم میں اتوار کا دن سوچ سے نسبت رکھتا ہے۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق گوتم بدھ نے بھی بھڑ قوم میں اپنے مذہب اور عقیدے کی اشاعت کیلئے سہیٹ مہیٹ کو اپنا مرکز بنایا تھا جس کے کچھ نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بہرائچ شریف میں آمد کی خبر پاتے ہی جن راجاؤں نے حضرت سید سالار سیف الدین غازی علیہ الرحمہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بغیر لڑے بھاگ نکلے اور جنگ کا معاملہ ٹل گیا۔ موجودہ درگاہ شریف کے پاس ہی ایک مہوہ کا بہت بڑا درخت تھا سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ یہیں تشریف لا کر آرام فرما ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس جگہ سے مجھے خلوص و محبت کی خوشبو آ رہی ہے۔ بہرائچ جنگلی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں شکار کی بھی کمی نہ تھی، چونکہ امن و امان کی فضا بھی قائم ہو چکی تھی۔ لہٰذا کبھی کبھی آپ شکار سے دل بہلاتے اور کبھی اس مہوے کے درخت کے نیچے آرام فرماتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ ابھی بہرائچ شریف میں آپ کے قیام کو تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ حضرت عبد الملک فیروز نے اطلاع بھیجی کہ حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ چند روز بیمار رہ کر وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ کا وصال پاک ۱۵ رشوال المکرم ۴۲۳ھ کو ہوا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو سترکھ ہی میں دفن کیا گیا۔ آج بھی سترکھ میں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے لئے والدین کریمین کی جدائی کا صدمہ بہت سخت تھا لیکن آپ نے انتہائی صبر و

استقامت سے کام لیتے ہوئے اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۂ حق کی اشاعت کرتے رہے۔
چنانچہ آپ نے اپنے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد ستر کھ کے انتظامی معاملات کو درست رکھنے کے لئے حضرت عبدالملک فیروز کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔ چونکہ حالات بظاہر پرسکون تھے آپ نے سیر وشکار کو ترک کر دیا تھا اور اکثر اوقات عبادتِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول رہتے تھے اور روزانہ بہت سا کھانا پکواتے، غرباء ومساکین کو کھلاتے، کثرت سے صدقہ وخیرات کرتے، انہیں مصروفیات میں تقریباً تین مہینے سکون سے گزر گئے۔ جب محرم الحرام کا چاند دیکھا گیا اور نیا سال ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء کا سورج طلوع ہوا۔ صبح کے وقت مجلس عام کیا گیا۔ تمام آرمی کو مدعو کیا گیا اور ضیافت کی، ایک دن احباب سے فرمایا کہ جب سے ہم نے ہندوستان میں قدم رکھا ایک دن بھی بے فکری حاصل نہ ہوئی لیکن بہرائچ شریف کے اس ویرانے میں کہ ہر طرف جنگل اور جھاڑیاں ہیں اس کے باوجود مجھے بہرائچ شریف کی اس زمین سے محبت وخلوص کی پاکیزہ خوشبو آرہی ہے اور بڑی اپنائیت محسوس ہو رہی ہے۔ ہوشمند احباب نے اس گفتگو سے یہی نتیجہ نکالا کہ غالباً سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا وقتِ شہادت قریب ہے اور یہی جگہ حضرت والا کی آخری آرام گاہ بنے گی، یہ سوچ کر پریشان ہوگئے اور ان کے چہروں سے اداسی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ جب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اپنے ان احباب کی اداسی اور پریشانی کو محسوس کیا تو بات کا رخ موڑ دیا اور دوسرے انداز میں ان کی دلجوئی کی باتیں کرنے لگے پھر کچھ دیر کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور قیلولہ کرنے لگے۔ اسی وقت آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے والد محترم حضرت سید سالار شاہو علیہ الرحمہ دریائے گنگا کے کنارے ایک بڑے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہیں شادی کی دھوم دھام ہے اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی ستر معلّٰی علیہا الرحمہ اپنے ہاتھوں میں پھولوں کا ہار اور سہرا لئے موجود ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا بیٹے مسعود! تمہارا ہی انتظار تھا ہم نے شادی کا انتظام کر رکھا ہے۔ جلد آؤ اور یہ فرمانے کے بعد آپ کو پھولوں کا ہار پہنایا اور سر پر سہرا باندھ دیا اسی وقت آپ کی آنکھ کھل گئی۔ خادم سے پوچھا کیا وقت ہے۔ خادم نے عرض کیا ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے، اٹھ کر آپ نے وضو فرمایا نماز ظہر ادا فرمائی علماء اور صلحا کی ایک جماعت کو بلایا اور ان سے اپنا خواب بیان فرمایا سب بیک زباں مختلف قلب ہو کے

تعبیر بیان کی کہ جو شخص ایسا خواب دیکھے اسے جلد مرتبۂ شہادت نصیب ہوگا۔ تعبیر سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور خداوند قدوس کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو جدامجد سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور ان کے شہزادوں کی میراث عطا فرمائے اور شہادت کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی و آئینۂ مسعودی)

بہرائچ کے راجاؤں کا دھمکی آمیز پیغام

غالباً اس خواب کے دیکھنے کے دوسرے ہی دن بہرائچ کے راجگان کی طرف سے سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو ملک حیدر کی معرفت دھمکی آمیز خط ملا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ آپ ہمارے ملک سے چلے جائیں یہ جگہ آپ کے رہنے کے لائق نہیں ہے اگر نہیں جاتے تو جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے حسن تدبیر اور حسن اخلاق سے کام لیتے ہوئے حضرت ملک نیک دل کے ذریعہ ان کو جواب کہلا بھیجا کہ یہ جنگل اور ویرانہ ہے میں یہاں بسنے کے لئے نہیں آیا ہوں چند روز سیر و شکار کر کے واپس چلا جاؤں گا اگر چاہو تو اس تھوڑے عرصہ کیلئے عارضی صلح کر لو۔ سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ نے راجگان بہرائچ کے ایلچی سے پوچھا کہ اس وقت کون کون سے راجہ جمع ہیں ایلچی نے بتایا کہ رائے، رائے رائب، رائے سائب، رائے ارجن، رائے بھکین، رائے کنک، رائے کلیان، رائے نگرو، رائے سکرو، رائے کرن، رائے بیر بل، رائے سری پال، رائے ہر پال، رائے نرکھو، جودھا رائے، رائے نرسنگھ یہ جملہ پندرہ راجگان مع آٹھ ہزار سوار تین لاکھ پیادہ فوج کے جو امداد کے واسطے آئے ہیں سب جمع ہیں اور جنگ کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ سید سالار مسعودِ غازی نے قاصد کے ساتھ ملک نیک دل کو بھی بھیج دیا۔ راجگان کے پاس جب ملک نیک دل علیہ الرحمہ نے سیّد سالار مسعود غازی کا پیغام راجگانِ بہرائچ کو پہونچایا تو وہ آپس میں مشورہ کرنے کے لئے بیٹھے۔ کسی راجہ نے کہا کہ صلح و نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ راجہ کرن نے کہا کہ یہاں کی آب و ہوا ہی ان کا خاتمہ کر دے گی۔ اور رائے کلیان نے مشورہ کے دوران صلح کرنے کی بات کی صلح کرنا بہتر سمجھا مگر راجاؤں کی یہ میٹنگ کوئی فیصلہ نہ کر سکی اور ملک نیک دل علیہ الرحمہ کو یہ کُھلا جواب دے کر بھیجا کہ تمہارے سردار سید سالار مسعود غازی

یہاں سے چلے جائیں ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

پہلی جنگ:۔ حضرت ملک نیک دل علیہ الرحمہ نے واپس آکر پوری تفصیل سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے سامنے عرض کر دی۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اپنے احباب کو بلا کر مشورہ فرمایا۔ باتفاق رائے یہ طے پایا کہ جب ہماری صلح کی پیش کش انہوں نے مسترد کر دیا ہے اور آمادۂ جنگ ہیں تو ہمیں یہاں رک کر ان کا انتظار کرنا دانش مندی نہ ہوگی بلکہ جنگی نقطۂ نگاہ سے دشمنوں کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اپنے دفاع اور بچاؤ کے لئے جتنی جلد ممکن ہو حملہ کر کے انہیں زیر کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ اسی دن بعد نماز مغرب سرکار غازی علیہ الرحمہ اپنے لشکر جرار کو لیکر روانہ ہو گئے اور راتوں رات سفر کر کے صبح ہوتے ہی دشمن کے سر پر پہونچ گئے۔ یہ راجگان بہرائچ اپنے لشکر لئے ہوئے دریائے بھکلہ کے کنارے ڈیرہ جمائے ہوئے تھے۔ ان راجگان کے لشکر کی تعداد لاکھوں کی تھی۔ سیّد سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا فوراً اپنے لشکر کی صف بندی کی۔ حضرت سالار سیف الدین سرخرو سالار کو اور امیر نصر اللہ رجب سالار نصیر الدین، بہاء الدین اور امیر جعفر کو مقدمہ الجیش بنایا خود قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے اور لشکر کو آگے بڑھایا اور حملہ کر دیا۔ راجگان بہرائچ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، کچھ بھاگ گئے کچھ گرفتار ہوئے۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ فتح و کامرانی کے ساتھ بہرائچ واپس تشریف لے آئے۔ اس جنگ میں ایک لاکھ پانچ ہزار مسلمان اور تین لاکھ سات ہزار کفار تہ تیغ ہوئے، یہاں سات روز قیام کیا اور شہداء کو دفن کیا اور آٹھویں دن بہرائچ روانہ ہوئے اس جنگ میں پانچ راجہ قیدی بھی بنے یہ پہلی جنگ چردھا دریائے کتھلہ سے جنوب میں ہوئی تھی۔ اس پہلی جنگ سے واپسی کے بعد سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سورج کنڈ کے قریب مہوہ کے درخت کے نیچے اس جگہ آرام فرمایا جس جگہ کے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ اس جگہ سے مجھے محبت کی پاکیزہ خوشبو آرہی ہے نیز یہ بھی فرمایا کہ اس درخت کی چھاؤں مجھے بڑی پُرسکون معلوم ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ میں اپنے ملک کے طرز پر ایک باغ لگاؤں چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اس درخت کے علاوہ جس کے نیچے میں بیٹھا ہوں تمام جھاڑیاں کاٹ کر پھینک دی جائیں اور زمین باغ لگانے کے لئے صاف کر دی جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق بیلداروں نے چند دن میں زمین صاف کر دی اور آپ نے اپنی

مرضی کے مطابق اپنے ملک کے طرز پر باغ لگانا شروع کر دیا۔ اس درمیان کوہ ہمالیہ کے راجگان جوگی داس اور گوبند داس نے ایک ایلچی کے ذریعہ کچھ تحفے تحائف بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب کہلا بھیجا کہ اگر ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے آئیں ورنہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اپنے ملک میں پرسکون واطمینان سے حکومت کریں اور رعایا پروری کا خیال رکھیں کوہ ہمالیہ، ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست تھی۔ (ماخوذ از۔ مرأتِ مسعودی وغزانامہ مسعودی بتاریخ سید سالار مسعودِ غازی)

دوسری جنگ:۔ کچھ دنوں کے بعد بہرائچ کے اکیس راجگان جن کے نام یہ ہیں ۔ (۱) رایت (۲) سایت (۳) رائے ارجن (۴) رائے ککن (۵) رائے بھگن (۶) رائے کرن (۷) رائے کلیان (۸) رائے مردان (۹) رائے نکرو (۱۰) رائے سکرو (۱۱) رائے دھرم مل (۱۲) رائے اجیپال (۱۳) رائے موہن لال (۱۴) رائے ہرکشن (۱۵) رائے دیونرائن (۱۶) رائے نرسنگھ (۱۷) رائے مو (۱۸) رائے بو (۱۹) رائے بھردیو (۲۰) رائے صاحب دیو (۲۱) رائے بھابھر۔

نیز گونڈہ، بستی، بہرائچ وگورکھپور کے دوسرے کئی تعلقداران راجگان مثلاً رائے شنکر ،رائے بیربل، رائے سری پال، رائے ہری کرن، رائے ہریال، رائے ہرکو، رائے نرہر، رائے اجودھاری، رائے دیو وغیرہ نے مل کر کئی لاکھ کا لشکر جمع کیا اور دریائے بھکلہ کے کنارے ڈیرہ لگا دیا۔ دریا اس زمانے میں ان سب راجگان کا صدر مقام تھا۔ دریائے بھکلہ جو بہرائچ کی ایک ریاست بھنگا کے قریب تھی جو دریائے راپتی میں گرتا ہے۔ اس دفعہ انہوں نے یہ بھی مشورہ کیا کہ محض لشکر کی کثرت اور بہادری سے میدان نہیں جیتا جا سکتا بلکہ اس کے لئے کچھ مناسب تدبیر کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ تدبیر کی کہ بے شمار لوہے کی کیلیں بنوائیں اور انہیں زہر میں بجھوایا اور یہ مشورہ کیا کہ ان زہریلی کیلوں کو میدان جنگ میں نصب کر دیا جائے اور جب مسلمانوں کے گھوڑے ان پر دوڑیں تو وہ زہریلی کیلیں ان کے پیروں میں چبھ جائیں جس سے گھوڑے ہلاک ہو جائیں اور سوار نیچے گریں اور یہ کیلیں انہیں چبھیں اور ہلاک ہو جائیں بہت سے بارودی گولے تیار کرائے کہ انہیں سرکار غازی علیہ الرحمہ کے لشکر پر پھینکا جائے تا کہ آگ کے ذریعہ بھی شدید نقصان پہونچے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد انہوں نے پھر

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو پیغام کہلا بھیجا کہ اگر آپ جان کی سلامتی اور خیریت چاہتے ہیں تو دریائے سرجو کے اس پار چلے جائیں۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے کہلا بھیجا ملک اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے جسے چاہے عطا فرمائے، خداوند قدوس کے فضل کرم سے اب تک ہمارے قدم پیچھے نہیں ہٹے اور ان شاء اللہ نہ ہی اب پیچھے رہیں گے۔ آخر کار جنگ چھڑ گئی۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ زہریلی کیلوں اور بارودی آتشیں گولوں سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی فوج کو کافی نقصان پہونچا لیکن فتح وکامرانی کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ اکیس سے زیادہ راجاؤں کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ اس جنگ میں تین لاکھ چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور کفّار بے شمار قتل ہوئے۔ تین دن رہ کر شہداء کو دفن کیا اور فاتحہ پڑھا۔ چوتھے روز بہرائچ کے لیے واپس ہوئے۔ یہ جنگ بھی قریب قریب اُسی جگہ ہوئی جہاں پہلی جنگ ہوئی تھی۔

تیسری اور آخری جنگ:۔ سیّد سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اس دوسری جنگ سے فتح وکامیابی کے ساتھ جب بہرائچ واپس تشریف لائے اور اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس جنگ میں کم وبیش ایک تہائی ساتھی کام آچکے ہیں، بہت سے قریبی مصاحبین اور ساتھیوں نے بھی شہادت پائی ہے۔ اس وجہ سے اکثر آپ کا قلب پاک بیقرار رہتا تھا سکون قلبی حاصل کرنے کیلئے اکثر یہیں اپنے لگائے ہوئے باغ میں جو سورج کنڈ کے قریب تھا تشریف لاتے رہتے تھے، کبھی کبھی اس چبوترہ پر جو سورج کنڈ کے قریب تھا اور مہوہ کے درخت کے نیچے تھا، وہاں تشریف رکھتے، اسی چبوترہ کے قریب سے ہوکر بالا رکھ کے معتقدین بالا رکھ کی پوجا پاٹ کرنے کے لئے جایا کرتے تھے لیکن آپ اس پر کوئی اعتراض نہ فرماتے تھے۔ ایک دن حضرت رجب سالار کوتوال علیہ الرحمہ نے عرض کیا حضور اگر اجازت دیں تو میں بالا رکھ کے بت کو توڑ دوں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، ہمارا یہاں کے عوام سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، میں ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن وہ آئے گا کہ جب یہاں اسلام کا نور پھیلے گا تو بت پرستی کی یہ تاریکی خود بخود دور ہو جائے گی۔ یہ واقعہ بھی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی انصاف پسندی اور کردار کی بلندی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کچھ مختصر سا عرصہ گذرا ہوگا کہ بہرائچ اور اس کے اطراف کے شکست خوردہ اور بھگوڑے راجاؤں نے

پھر جنگ کی تیاری شروع کردی اپنے اپنے علاقہ میں اعلان کرایا کہ جس گھر میں دس آدمی ہوں ان میں نو آدمی لڑائی میں شریک ہوں اور ایک آدمی گھر کی دیکھ بھال کے لئے جائے پھر ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے بھی مدد چاہی۔ غرض کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مقابلہ کے لئے آ گئے۔ راجاؤں کے اس لشکر کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نیپال کی سرحد سے لیکر دریائے گھاگھرہ تک لشکر ہی لشکر نظر آتا تھا۔

سید سالار مسعود غازی کا خطبہ: حمد وصلوۃ کے بعد آپ نے فرمایا: میرے عزیزو اور دوستو! آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارا یہ سفر اشاعت دین حق اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے ہے، لوٹ ،مار قتل وغارت گری کا ہمارے اس پاک مقصد سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، ہم نے از خود تلوار نہیں اٹھائی ہے، جب بھی طاقت وقوت اور تلوار کے ذریعہ انہیں اشاعت دین حق سے روکنے کی کوشش کی گئی تو ہم نے اپنے دفاع اور حفاظت کے لئے تلوار کا سہارا لیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہم ہمیشہ کامیاب وبامراد رہے، اب پھر مخالفین نے ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر کے ہمارے اوپر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے ان کے لشکر کے سامنے ہمارا لشکر بہت تھوڑا ہے لیکن ہم راہ حق کے مسافر ہیں اپنے بزرگوں کے طریقہ پر ہم راہ حق سے منھ نہ موڑیں گے اور اپنے عظیم پاکیزہ مقصد کے لئے ہر قربانی دیں گے، اگر میری طرف سے کسی فرد کو کوئی تکلیف پہونچی ہو تو میں اس سے معافی کا طلب گار ہوں اگر کوئی واپس جانا چاہتا ہو تو میرے خزانے سے ضرورت کے مطابق جتنا مال لینا چاہے لے لے اور اپنے وطن واپس چلا جائے، میں خوشی سے اس کو اجازت دیتا ہوں، میں اپنے تمامی ساتھیوں کو جو شہید ہو چکے ہیں اور جو لوگ موجود ہیں سبھی کا احسان مند ہوں اور مشکور ہوں کہ حق وصداقت کی راہ میں بھرپور خلوص اور سچی وفاداری کے ساتھ ہمارے مددگار رہے، میں بہر حال دشمنوں کا مقابلہ کروں گا اور حق وصداقت کی راہ پر اپنا سب کچھ نچھاور کردوں گا۔ آپ کی اس تقریر سے سب کے دل بھر آئے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سب نے ایک زبان ہو کر وعدہ کیا کہ ہمارا جینا اور ہمارا مرنا آپ کے ساتھ ہے اور جب تک ہم زندہ ہیں آپ پر آنچ نہ آنے دیں گے، وفادار ساتھیوں کا یہ عزم وحوصلہ دیکھ کر آپ کا بھی دل بھر آیا، آنکھیں آنسوں سے لبریز ہو گئیں۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا فرمائی: پروردگار

عالم اپنے حبیب پاک کے صدقے ہمیں راہ حق پر استقامت نصیب فرما، ہم نے اسلام کا جو چمن ہندوستان کی سرزمین پر لگایا یہ صبح قیامت تک تر و تازہ رہے اور لہلہاتا رہے، ہمیں اپنی راہ میں مرنے کی توفیق عطا فرما، میرے مولی! ہم غازی بن کر زندہ رہیں یا ہمارے سر پر شہادت کا تاج جگمگائے، ہمیں اپنے اور اپنے حبیب کی رضا کی نعمت سے بہرہ ور فرما کر سرخروئی عطا فرما۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اس کے بعد لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ لشکر کے دائیں بازو پر حضرت امیر نصر اللہ علیہ الرحمہ کو لشکر کے بائیں بازو پر حضرت رجب سالار علیہ الرحمہ کو تین لاکھ چار ہزار اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ تیس ہزار فوج دے کر مقرر فرمایا اور بیچ لشکر میں آپ خود تشریف فرما ہوئے، کئی دن تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، دوران جنگ حضرت امیر نصر اللہ علیہ الرحمہ نے بہرائچ شریف سے اتر و پورب کی جانب بارہ میل کے فاصلہ پر موضع دکول میں ۱۲ رجب المرجب ۴۲۴ھ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت رجب سالار علیہ الرحمہ نے بہرائچ شریف کی موجودہ آبادی سے پورب کی جانب تین، چار میل کے فاصلہ پر یوسف جوت ہٹیلہ میں ۱۱ رجب المرجب ۴۲۴ھ میں شہادت پائی۔ آپ ''پیر ہٹیلہ'' کے نام سے مشہور ہیں اور اب موضع یوسف جوت کا نام موضع ہٹیلہ بھی ہے۔ حضرت سالا سیف الدین سرخرو سالار علیہ الرحمہ کو ایک ہزار فوج دے کر فرمایا کہ فلاں جگہ رہنا پھر آپ بھی اپنا لشکر لے کر میدان جنگ میں آ گئے شام تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی شام کے وقت دونوں فوجیں علیحدہ ہوئیں۔ آج کی اس جنگ میں حضرت سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ نے بھی ۱۳ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو شہادت کا جام نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو جب حضرت سالار سیف الدین علیہ الرحمہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: الحمد للہ میر سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کی عاقبت بخیر ہوگئی، بہرائچ شریف سے پچھم اور دکھن کی جانب ۶/۷ فرلانگ پر حضرت سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کا مزار شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد ساتھیوں نے آ کر عرض کیا حضور دو لاکھ بیس ہزار غازیانِ اسلام شہید ہو گئے ہیں اب ہماری تعداد بہت کم رہ گئی ہے ہم شہداء کو دفن کریں یا دشمنوں کا مقابلہ کریں؟ آپ نے فرمایا کوشش کر کے کسی بھی صورت سے حضرت سالار سیف الدین سرخرو

علیہ الرحمہ کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ دفن کرو اور باقی شہداء کی لاشوں کو سورج کُنڈ میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دو ان شاء اللہ تعالیٰ شہداء کی برکت سے یہاں کفر و شرک کی تاریکی دور ہو جائے گی۔ نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا آپ گھوڑے سے اترے تازہ وضو فرمایا نماز ظہر ادا کی اس کے بعد شہداء کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا سالار سیف الدین غازی کو اسی جگہ دفن فرمایا جہاں آپ کی شہادت ہوئی اور دیگر شہداء کے لئے دعائے مغفرت فرمائی شام ہوتے ہی جنگ کا سلسلہ رک گیا دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی جگہ واپس آ گئیں۔ (ماخوذ از۔ مرآتِ مسعودی تاریخ سید سالار مسعودِ غازی و تاریخ صالحین بہرائچ)

سیدنا سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت

رجب المرجب کی چودھویں رات سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے عبادت الٰہی میں گذاری صبح کی نماز کے بعد آپ نے اپنے بچے ہوئے ساتھیوں کو جمع فرمایا اور ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا اور سورۂ فتح شریف پڑھ کر آپ اپنی گھوڑی پر سوار ہوئے۔ حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ اور آپ کا وفادار سگ جس کا نام سانگل تھا جو سفر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا تھا اور آپ کی گھوڑی کے آگے پیچھے چل رہے تھے اس شان سے آپ میدان جنگ میں آئے، تھوڑی ہی دیر میں جنگ کا آغاز ہو گیا لاکھوں کے مقابلہ میں سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا یہ لشکر سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوا کیونکہ نصرتِ الٰہی ان کے ساتھ تھی۔ لاکھوں کے لشکر سے مقابلہ کیا جبکہ آپ بھی زخمی ہو چکے تھے اور آپ کے اکثر ساتھی بھی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ دشمن کی فوجیں تر بتر ہو چکی تھیں۔ رائے سردیو اور رائے ہردیو نے بھاگ کر ایک بلند ٹیلہ پر پناہ لے رکھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد رائے سردیو وغیرہ نے خندقوں کی آڑ لیکر اپنی بھاگی ہوئی فوج کو پھر جمع کیا اور آپ اپنے لگائے ہوئے باغ میں مہوے کے درخت کے نیچے چبوترہ پر تشریف فرما تھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور دور سے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ بزدل رائے سردیو ایک ٹیلہ کی آڑ لیکر چھپا ہوا آپ کے قریب پہنچا اور چھپ کر ایسا تیر مارا کہ آپ کی گردن مبارک کی شہ رگ میں وہ تیر پیوست ہو گیا اور آپ خون سے لہولہان ہو گئے اور بظاہر گھوڑی پر بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ نے آپ کو گھوڑی کی پیٹھ

سے اتارا اور سورج کنڈ کے قریب مہوے کے نیچے جس چبوترہ پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے آپ کو لٹا دیا اور آپ کا سر مبارک اپنی زانوں پر رکھ لیا اور زار و قطار رونے لگے۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اپنے سچے وفادار حضرت سکندر دیوانہ کے رونے کی آواز سن کر آنکھ کھولی انہیں دیکھ کر مسکرائے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی شہادت ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز اتوار عصر و مغرب کے درمیان ہوئی۔ حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ نے آپ کی شہادت کے بعد ایک نعرہ مارا اور بچے ہوئے لشکریوں کو آواز دی کہ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے شہادت کا جام نوش فرمالیا۔ یہ سن کر تمام غازیان اسلام سمٹ کر آپکے گرد جمع ہو گئے اور لڑتے لڑتے ہر ایک نے شہادت کا مرتبہ حاصل کرلیا۔ حضرت سکندر دیوانہ سیدنا سالار مسعود غازی کے سر مبارک کو اپنے زانوں پر رکھے ہوئے سید سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے دیدار میں مستغرق تھے۔ دشمنوں کے تیروں نے آپ کے بدن کو چھلنی کر دیا اور اسی حالت میں حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ شہادت کی نعمت سے مالا مال ہوئے، آپ کی وفادار گھوڑی بھی آپ سے جدا نہ ہوئی اور گھوڑی نے بھی سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے قدموں میں جان قربان کر دی۔ چاندنی رات تھی دشمنوں نے چاہا کہ سورج کنڈ کے باغ میں داخل ہو کر آپ کے جسم پاک کی بے حرمتی کریں لیکن قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ آپ کا جسم شریف انہیں نظر نہیں آیا۔ آخر مایوس ہو کر چلے گئے آپ کا وفادار کتا جس کو ''سگِ سانگل'' کہا جاتا ہے۔ رات کے اس سناٹے میں آپ کے جسم شریف کے گرد پہرہ دیتا رہا کہ کوئی موذی جانور آپ کے جسم شریف کو نقصان نہ پہونچا سکے۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی غزانامہ مسعود)

حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کا خوبصورت خواب

سیدنا سالار مسعود غازی کی شہادت کی رات رجب المرجب کی پندرہویں رات جو سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کی رات ہے، اسی رات میں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے نصف رات کے وقت خواب میں رائے سہیل دیو سے فرمایا کہ رائے سہیل دیو تو مجھے شہید کر کے سوچتا ہوگا کہ اب اطمینان سے حکمرانی کرے گا تو یہ خیال غلط ہے، شہادت کے

بعد میں تو اپنے رب کے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام پر ہوں، ان شاء اللہ تو بہت جلد جہنم رسید ہوگا۔ رائے سہیل دیو خواب دیکھ کر گھبرا گیا۔ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد آپ کے تمامی ساتھیوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا تھا لیکن چند وفادار جو آپ کے باغ میں زخموں سے چور پڑے تھے کسی صورت سے گرتے پڑتے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے پاس پہونچے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے کیمپ کے نگراں ومحافظ تھے سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا یہ فوجی کیمپ میدان جنگ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا جب حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کی خبر سنی تو شدت عالم میں بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سرکار غازی علیہ الرحمہ کے بعد اب زندگی کس کام کی ہے ہمیں بھی ان پر فدا ہو جانا چاہیے آپ کے تمامی ساتھیوں نے آخری دم تک آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی یاد میں رات بھر روتے رہے، رات کے آخری حصہ میں آپ پر نیند کی غنودگی طاری ہو گئی آپنے خواب میں دیکھا کہ پہاڑ کی مانند ایک بہت ہی اونچی جگہ ہے جو جنت کے پھولوں سے سجی ہوئی ہے فضا بہت ہی نورانی اور خوشگوار ہے اور بہت ہی خوبصورت نورانی تخت پر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سرخ رنگ میں نورانی لباس پہنے ہوئے تشریف فرما ہیں اور آپکے ساتھ شہید ہونے والے شہداء بہشتی لباس پہنے آپکے اردگرد جمع ہیں۔ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے بہت کوشش کی کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ تک پہونچ جائیں لیکن جب کامیاب نہ ہو سکے تو دور سے آواز دی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ سید ابراہیم ابھی تمہیں کچھ کام کرنا ہے تمہاری حاضری اس مجلس میں کل ہوگی۔ یہ فرما کر سرکار غازی اُٹھے اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر کسی طرف روانہ ہو گئے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ آپکے پیچھے دوڑے اور عرض کیا کہ حضور میرے لئے کیا حکم ہے؟ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہمارا جسم ظاہری ہمارے باغ میں مہوے کے درخت کے نیچے موجود ہے وہیں پر میرے سکندر دیوانہ کی لاش بھی پڑی ہے۔ میری گھوڑی کی بھی چھلنی لاش وہیں پڑی ہے اور کچھ شہدائے کرام بھی وہیں پڑے ہیں آپ جائیں میرے

جسم کو مہوے کے نیچے چبوترے پر دفن کریں میرے سکندر دیوانہ کو میرے پہلو میں اور وہیں میری گھوڑی کو بھی دفن کریں اور جو شہدائے کرام ہیں انہیں بھی مناسب مقام پر دفن کریں اور رائے سہیل دیو سے ہمارے خون کا بدلہ لیں اور ان شاءاللہ کل تمہیں بھی شہادت کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ بیدار ہو گئے چونکہ آپ خواب میں عالم باطن کی سیر کر چکے تھے خواب نے آپ کے حوصلے اور شوق شہادت کے جذبہ کو دوبالا کر دیا۔ اٹھ کر غسل فرمایا لباس پہنا عطر لگایا اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا چند بیلداروں کو لیکر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت گاہ کی جانب چل پڑے۔ سب سے پہلے مہوے کے درخت کے نیچے چبوترہ پر جہاں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ تشریف رکھتے تھے اسی چبوترہ پر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو دفن فرمایا پہلو میں حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ کو دفن فرمایا قریب ہی مناسب جگہ پر گھوڑی کی لاش کو دفن کیا۔ بقیہ دوسرے شہدائے کرام کو تالاب سورج کنڈ میں ڈال کر ان کی مبارک لاشوں کو مٹی سے چھپا دیا تا کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور کوئی بے حرمتی نہ کر سکے۔ اسی دن سے سورج کنڈ نور اسلام سے روشن و منور ہو گیا۔ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے سکندر دیوانہ کی قبر کے متصل ہی ایک قبر اپنے لئے تیار کرائی اور وصیت فرمائی کہ شہادت کے بعد مجھے اس قبر میں دفن کیا جائے آپ ان کاموں سے فارغ ہوئے تھے کہ رائے سہیل دیو یہ خبر پا کر کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے کچھ جانباز ساتھی موجود ہیں اور جنگ کیلئے تیار ہیں۔ غصہ میں آ کر اپنے لشکر کو مسلح کیا اور میدان جنگ میں آ گیا اسے دیکھتے ہی حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے للکار کر کہا اگر طاقت ہے تو مقابل میں آ۔ سہیل دیو نے طیش میں آ کر حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے اس کا وار خالی دیکھ کر تلوار سے ایسا زبردست وار کیا کہ سہیل دیو کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے فوج میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی دوران جنگ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے بھی شہادت پائی آپ کے ساتھیوں نے حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ کے پہلو میں تیار شدہ قبر میں آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق دفن کر دیا۔ آپ کے بقیہ ساتھی بھی جوش و خروش کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ صرف چند خدمت گار اور سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے دو غلام میدان جنگ سے بچ کر آئے اور آخری دم تک سرکار غازی علیہ الرحمہ کی قبر شریف کی مجاوری

کرتے رہے۔سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد آپ کے وہ وفادار ساتھی جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں مصروف تھے ان پر مخالفین نے یلغار کی اور انہوں نے بھی یکے بعد دیگرے جوانمردی سے مقابلہ کرتے ہوئے بعض نے شہادت کا شرف حاصل کیا۔اور بعض نے فتح حاصل کی اور بعض غزنی واپس چلے گئے۔

حضرت علامہ عبدالرحمن علوی عباسی چشتی اپنی کتاب مرأت مسعودی میں تحریر فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں سب کے سب یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے کوئی متنفس زندہ وسلامت ظاہری طور پر نہ رہا صرف دو تین خادم جو میدان جنگ سے زخمی پڑے رہ گئے تھے وہی اچھے ہونے پر آپ کے مزار کی خدمت وحفاظت میں آکر مشغول ہو گئے اور یہاں اپنی عمر گزاری کچھ دنوں کے بعد سید احمد وسید محمد جو حضرت سید سالار شاہو غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقربین میں سے تھے اور ستر کھ میں قیام پزیر تھے آپ کا غیبی اشارہ پا کر بہرائچ آئے اور پوری عقیدت ومحبت کے ساتھ آستانۂ عالیہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے ان پہ آپ کی خاص نظر کرم رہی ان دونوں حضرات نے بکمال محبت پوری زندگی آستانۂ عالیہ کی خدمت اور جاروب کشی میں گزاری اور سید سالار مسعود غازی کے تذکرہ نگار منصور علی خادم اپنی کتاب مختصر سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۱۱ر و ۱۶ر پر تحریر فرماتے ہیں کہ کافی عرصہ تک امیر طرفہ وامیر نیک ملک جن کے مزار حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پائنتی دکھن جانب ہیں خدمت پر مامور رہے اس کے بعد دوسرے دو خادم جن کو حضرت بہت چاہتے تھے جن کے نام حاجی احمد وحاجی محمد تھا۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ آئے اور یہیں خدمت مزار اطہر پر حاضر رہے اور اپنے پیچھے اولادیں چھوڑ گئے جو نسلاً بعد نسل چلی آرہی ہیں انہیں لوگوں کی اولادیں خادم کہلائیں جو ابھی تک سلسلہ در سلسلہ چلی آرہی ہیں۔محمد عباس خاں شیروانی بی اے ڈپٹی کلکٹر اپنی کتاب سوانح سید سالار مسعود غازی کے صفحہ ۱۵۹ر پر تحریر فرماتے ہیں کہ مرأت مسعودی کی یہ روایت ہے کہ سپہ سالار موصوف کی شہادت کے بعد ان کے والد بزرگوار کے متوسلین میں سے کچھ لوگ ستر کھ میں موجود تھے اور وہ بہرائچ چلے آئے اور مزار کی درستی اور نگرانی میں مشغول رہے اور توحید احمد نظامی علیمی صاحب اپنی کتاب بنام غازی ص ۹۶ر پر تحریر کرتے ہیں کہ آخر دشمنوں کی یلغار اور پیہم حملوں سے چور ہو کر یکے بعد دیگرے سارے مسلمان شہید ہو گئے اور دشمن اپنی سینا سمیٹ کر اپنے

کیمپ میں لوٹ گئے اس جنگ میں صرف چند خدمت گار اور سید سالار مسعود غازی کے دو غلام بچے جو سید سالار مسعود غازی کے قبر کی مجاوری کرتے ہوئے زندگی ختم کر دی۔ سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد آپ کے وہ وفادار ساتھی جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں دین مصطفوی کی نشر واشاعت کے لئے مصروف تھے ان میں سے اکثر مخالفوں کی شمشیر کا لقمہ بن گئے اور کچھ واپس غزنی لوٹ گئے، کئی ایک حضرات اپنی طبعی عمر گزار کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ایسا ہی حبیب ملت علامہ محمد عبدالتواب قادری صاحب قبلہ نے ماہنامہ القدس میں مرقوم فرمایا ہے اور ایسا ہی غزانامہ مسعود و آئینۂ مسعود میں مرقوم ہے۔

بعد شہادت سید سالار مسعود غازی و سالار رجب سالار ہٹیلہ غازی کی پہلی کرامت

وہ یہ ہے کہ موضع نگرور میں نند مہر اہیر کی عورت جاسو جس کو لوگ بانجھ قرار دیتے تھے۔ جاسو کی شادی کے چند سال گزر گئے تھے اولاد سے نا امید ادھر ادھر بھٹکتی پھر رہی تھی، مگر کوئی امید نہیں پاتی تھی، گھر کے لوگ طعنہ دیتے تھے، اتفاقاً ایک روز اس کی ساس نے طعنہ مارا کہ مجھ سے دور ہو جا میں اپنے لڑکے کی دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ روز صبح بانجھ عورت کا منھ دیکھنا پڑتا ہے، اس اہیرن کو غیرت آئی اور وہ گھر سے نکل گئی، اتفاق سے وہ سید سالار مسعود غازی کی چوکھٹ پر پہنچی، کچھ دیر ٹھہری خادمان آستانہ نے اس کو رنجیدہ پایا تو اس سے تفصیلی حال معلوم کیا اس نے سب واقعات مذکورہ بیان کئے، پس خادمان کہنے لگے کہ حضرت سیدنا سالار مسعود غازی خدا کے ولی اور خدا کی محبت میں شہید ہوئے ہیں، تو سچے دل سے دعا مانگ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے خداوند کریم تجھ کو فرزند نرینہ عطا فرمائے گا، پس اس نے خوش ہو کر نیت کی کہ اگر مجھ کو لڑکا نصیب ہووے تو میں قبر اپنے ہاتھ سے بناؤں گی، اس کا شوہر بھی اپنی عورت کو ڈھونڈھتا ہوا آ کر اسی جگہ پہونچا، واقعہ حال سے واقف ہوا اور اس نے بھی وہی نیت کی اور عورت مرد دونوں اپنے گھر واپس آئے، بقدرت حق تعالیٰ اسی رات اس کو حمل رہا اور نو ماہ بعد فرزند نرینہ یعنی لڑکا پیدا ہوا۔ اس تاریخ سے وہ اہیر مع اپنی عورت اور گھر والوں کے ساتھ اتوار کی رات میں متبرک چوکھٹ سالار مسعود غازی پر آتے تھے، پھر کیا تھا مدعا کے حصول ہوتے ہی دل باغ باغ ہوا اور دیوانہ وار نچھاور

ہوتی ہوئی درِ غازی میاں پر حاضر ہوئی اور دودھ لائی، مزار سید سالار مسعود غازی اپنے ہاتھ سے اونچی کر کے بنائی اور مع اپنے لڑکے کے آپ کے آستانہ مذکور کے جاروب کشی میں صرف کر دی۔ یہ کرامت جا بجا ظاہر ہوئی جو شخص مشکل موقع پر نیت کرتا حق تعالیٰ اسی ساعت اس کو پورا کرتا، پھر خلائق روز بروز زیادہ آتے گئے جب اس طرح عروج ظاہر ہوا، ان دنوں کرامت آن محبوب خدا سالار مسعود غازی ورجب سالار ہٹیلہ غازی برسات کے پانی کی طرح ان لوگوں پر برسنے لگی۔ چنانچہ اندھے کوڑھی وغیرہ جو کوئی اس درگاہ محبوب خدا میں پہنچے شفایاب ہوئے جیسا کہ گاؤں گاؤں شہر شہر ملک ملک کرامت مشہور ہے کہ ہر سال سات کوڑھ کے مریض، سات نابینا اور سات بانجھ عورتیں ہر سال شفا پاتی ہیں گویا وہ قبلہ حاجات دنیا ہیں۔ سیاح عالم ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت میں بارگاہ سید سالار میں پہنچا اس قدر خلق خدا موجود تھی کہ مجھے گھنٹوں باریابی وزیارت کا شرف حاصل نہ ہوا، بعدہٗ جب بھیڑ کم ہوئی تو بارگاہ مسعودی کی زیارت سے مشرف ہوا، اب تو چپہ چپہ سے زمانہ حاضر دربار پُروقار ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مرآتِ مسعودی وغزانامہ مسعود)

عمارات: روضہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وگنج شہیداں ومقبرہ زہرہ بی بی صاحبہ ومقبرہ سید احمد وسید خاصہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما (جو بی بی زہرہ کے چچازاد بھائی تھے جنکے مزارات بی بی زہرہ کے مزار کے پچھم جانب ہیں) پس یہ چار روضہ جس میں صرف ایک دروازہ تھا جس کو زہرہ بی بی نے بنوایا تھا۔ پھر سلطان ناصر الدین محمود نے بنوایا مگر اس کا بنوایا ہوا بھی قریب مہندم کروا دیا گیا تھا پھر سلطان فیروز شاہ تغلق نے چہار دیواری قلعہ وزنجیری دروازہ اور قلعہ چاروں طرف دروازے ونیز چہار دیواری کلاں وروضہ سید سالار سیف الدین غازی بقریب ریلوے لائن ورجب سالار ہٹیلہ غازی جو ریلوے اسٹیشن سے تقریباً ڈیڑھ میل پورب ہے اس کو بھی تعمیر کروایا۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی میں ایک انتظامیہ کمیٹی زیر صدارت ایس۔ ڈی۔ ایم بہرائچ قائم ہے جس میں خدام کے علاوہ شہر کے معزز لوگ شامل ہیں۔ کمیٹی نے مزار شریف کی رونق کیلئے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء کے اندر پوری سرگرمی سے تعمیری کام انجام دیا، مسجد جس میں ۱۲۰ آدمی نماز پڑھ سکتے تھے شہید کروا کر تعمیر کروائی اب اس میں تین سو آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ دکھن کی طرف کا برآمدہ جو لکڑی کا تھا کمزور ہو چکا تھا دوبارہ تعمیر

کرایا اور ایک لوہے کا دروازہ پورب جانب لگوایا۔ قلعہ کے اندر ۹۰۰۰ رورگ فٹ کا فرش پکا کروایا جس میں قریب ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ یہ سب عقیدتمندوں کی بھینٹ تھی۔ کمیٹی درگاہ شریف مقررہ ۱۹۰۲ء نے قلعہ سنگ مرمر نعل دروازہ کے باہری سہ دریاں و دفتر درگاہ شریف سے باؤلی کنویں تک کی عمارت و اسپتال و ٹین شیڈ تعمیر کروائی و نیز چند دروازے مقبرہ مذکور میں بنوائے۔ مہمان خانہ مسعودیہ ٹھاکر اصغر علی صاحب نے ۱۹۳۳ء میں تعمیر کروایا۔ دسمبر ۱۹۶۰ء میں یو پی سنی سنٹرل بورڈ آف وقف لکھنؤ سے کچھ مقامی خودغرض اور لالچی لوگوں کی ایماء اور تحریک پر موجودہ چند در چند یو پی سی سنٹرل بورڈ نے درگاہ شریف اور اس کی کچھ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ کرلیا۔ ۲۶ راگست ۱۹۵۱ء میں عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وزیر مسلم اوقات نے محفل خانہ کی عمارت کی بنیاد رکھی جس کی اسکیم رفیق احمد صاحب اسسٹنٹ سکریٹری کی تھی۔ عمارت کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کا نمایاں کام جناب مولانا شاہد فاخری صاحب سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آبادی نے اپنے کرامت نما بیان سے انجام دیا۔ اور جناب رفیق احمد صاحب اسسٹنٹ سکریٹری نے مہمان خانہ مسعودیہ کو بھی ۱۹۷۳ء میں درگاہ شریف کی ملکیت میں شامل کروادیا۔ اور جناب رفیع الدین صاحب (سالک) رحمانی سکریٹری نے اپنے ہاتھ میں لیکر قدم رسول کے دکھن جانب بھنگا روڈ پر ۲۷ دکانوں کی بنیاد رکھی۔ (ماخوذ از مختصر سوانح سید سالار مسعود غازی از منصور علی خادم)

زہرابی بی کا بینا ہوکر بہرائچ آنا و برادران کے ساتھ تعمیرات گنبد مبارک فرمانا

سید رکن الدین و سید جمال الدین زمینداران جو کہ ملک عرب سے آئے تھے، قصبہ رُدولی میں متوطن ہوئے تھے، یہ وہ حضرات ہیں جو فریادی بن کر غزنی گئے تھے، اور سید سالار مسعود غازی اور رجب سالار بٹیلہ غازی نے ان حضرات کو ان کے مقابل راجہ کو شکست دے کر زمینداری عطا فرمائی تھی، بعض حضرات دوسرا نام بھی بتلاتے ہیں، چنانچہ سید رکن الدین کے دو لڑکے تھے، و سید جمال الدین کے ایک لڑکی بارہ سال کی تھی، حق تعالیٰ نے اس دختر کو کمال خوبصورتی سے آراستہ کیا تھا لیکن آنکھ میں روشنی قطعاً نہیں تھی، نام ان کا زہرا تھا، سادات مذکور ہمیشہ لڑکی کے احوال سے رنجیدہ رہا کرتے تھے، اتفاقیہ بعض حضرات بہرائچ سے آئے بیان کیا

کہ میرے سامنے چنداندھے آدمیوں کی آنکھ نے آستانۂ سالار مسعود غازی قدس سرہ سے روشنی پائی نیز دوسرے سید جمال الدین یہ واقعہ سن کر بہت خوش ہوئے، نیت کی کہ اگر سید سالار مسعود غازی کی برکت سے آنکھ میری لڑکی کی روشن ہوجائے تو میں روضہ سید سالار مسعود غازی بناؤں گا ،اس کے بعد واقعۂ مذکور اپنی لڑکی کے سامنے بیان کیا، پس لڑکی نے بھی نیت کی کہ اگر آنکھ میری روشن ہوئی، تو سوائے آستانہ سید سالار مسعود غازی کی جاروب کشی کرنے کے اپنی زندگی میں دوسرا کام نہ کروں گی، آخر کار غائبانہ حالات سید سالار مسعود غازی سن کر زہرا کے دل میں عشق آں محبوب الٰہی نے قرار لیا اور سوائے آپ کے تذکرات کے کوئی دوسری بات ان کو اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ حدیث نبوی یہ ہے: مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ: نام غازی کی تسبیح پڑھتی تھیں دن بدن محبت ان کی بڑھتی جاتی تھی زہرابی بی اپنے زمانے میں زلیخا سے فوقیت رکھتی تھیں، اس لئے کہ زلیخا نے خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا ان کے جمال کی عاشق ہوئیں اور بی بی زہرا نے نام آں حضرت کا سنا، ان کے عشق میں گرفتار ہوئیں حتی کہ کھانا پینا چھوڑ دیا، دن رات مسعود مسعود پکارتی تھیں، بی بی زہرا عشق سالار مسعود غازی میں دیوانہ کے مانند تھیں، ایک لمحہ کے لئے قرار نہ آتا تھا، والد گرامی بھی پریشان تھے، مگر غلبۂ شوق چین نہ لینے دیتا تھا اور سمجھانے کی کوئی دوا کارگر بھی نہ تھی، ایک رات نیند آگئی تو دیکھتی ہیں کہ سید سالار مسعود غازی آئے، آگے ان کے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے زہرا! جس شخص کی تو مشتاق ہے وہ تیرے آگے کھڑا ہے، کس واسطے نہیں دیکھتی ہے، پس زہرا نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ خداوندا! اگر میں سید سالار مسعود غازی کے عشق میں مضبوط ہوں تو مجھے روشنی دے کہ میں محبوب کا جمال دیکھوں، نہیں تو موت دے کہ محبوب کی جدائی سے نجات پاؤں میں۔ پروردگار عالم نے بہ سبب رسوخ ان کے عشق کے اس وقت ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرمائی، پس پہلی چیز جوان کو دکھلائی دی وہ جمال جہاں آراء سید سالار مسعود غازی ہے۔ اچھی طرح بغور دیکھنے لگیں، سالار مسعود ان کی نظر سے غائب ہوگئے اور زہرابی بی بیہوش ہوگئیں اور ہائے ہائے کر کے رونے لگیں ، والدین کی خدمت میں گئیں، والدین فرط مسرت سے جھوم اٹھے۔ سبحان اللہ! زہرابی بی کے والدین اور جملہ اعزاء نے ان کی آنکھ میں بینائی آجانے سے بہت بڑی خوشی کی، اور ادھر

زہرابی بی سالار مسعود کے فراق میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگیں، جب بہت بے قراری ہوئیں، سالار مسعود غازی نے ان کو پھر خواب دکھلایا کہ مجھ کو چاہتی ہو تو بہرائچ میں آؤ، پس زہراء نے اپنے والدین سے رخصتی چاہی زیارت کے لئے اور کہا کہ آپ لوگوں نے نیت کی تھی کہ روضہ بنواؤں گا، اب تاخیر اچھی نہیں، سید احمد سید خاصہ برادران جو ہمراہ زہراء آئے تھے، عمارت بنوانے کی خدمت ان کے حوالے کی، روضہ سید سالار و روضہ زہراء بی بی و روضہ سید احمد وسید خاصہ برادران زہراء، روضہ گنج شہیداں وگنبد سید سالار مسعود غازی حضرت زہراء بی بی صاحبہ کی بنا کردہ ہیں، جواب تک باقی ہیں، باقی تعمیرات بعد کی ہیں، جو فیروز شاہ تغلق نے کرائی تھیں، کچھ دن آستانہ کی خدمت میں رہے، اور سید مذکور نے ایک روضہ پاس روضہ کے بنایا، اور دنیوی کاروبار ترک کر دیا اور باطنی کام میں مشغول ہوئے جب ان کا وصال ہوا دونوں آدمیوں کو وہاں دفن کیا گیا، اور زہراء بی بی جب بہ عمر اٹھارہ سال پہنچیں، بہ عمر مسعود غازی، تو بتاریخ ۱۴ رجب المرجب ۴۳۰ھ یوم یکشنبہ (اتوار) کہ اس وقت ہندی مہینہ کے حساب سے اتوار کا دن مہینہ جیٹھ کا تھا، دوست کے دیکھنے کے لئے جان دوست کے سپرد کی، یعنی بی بی زہراء نے غلبۂ عشق سے تصور ذات محبوب الٰہی میں عین اسی دن جان دی، حق تعالیٰ نے بہ سبب محبت محبوب کے ان کو بھی اپنا محبوب کیا اس زمانے میں معماران ملک ہندوستان میں نہیں آئے تھے کہ گنبد روضہ منورہ پہلے کے طریقہ سے بناتے اور ہندوستان کے معماران اس سے بہتر نہیں جانتے تھے، چونکہ بی بی زہراء نے محض اپنی محبت کے شوق میں عمارت بنوائی تھی، لہٰذا سید سالار مسعود غازی نے ان کی محبت کے باعث اس عمارت کو قبول کیا، جو آج تک موجود ہے، زمانۂ گزشتہ میں بعض امراء نے قصد کیا تھا، کہ عمارت اور قبر اور روضہ موافق شان سید سالار مسعود غازی تیار کریں، مگر اس کو باطن میں منع فرما دیا، زیادہ تر خدا جانتا ہے، کہ کیا ارادہ ہے۔

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضہ کے قبلہ رو ایک محراب ہے اسی محراب کے نیچے سکندر دیوانہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر ہے اور سید ابراہیم کی قبر بھی اسی قبر کے متصل محراب کے نیچے بی بی زہراء کے روضہ کے درمیان واقع ہے ان دو محبوبوں کی آرامگاہ سید سالار مسعود غازی کے مزار اور بی بی زہراء کی قبر کے درمیان ہے۔ (ماخوذ از مرأت مسعودی وغزانامہ مسعود)

شرکت اسمی کی بنیاد پر شبہ وازالہ شبہ

بعض حضرات سید سالار مسعود غازی وسید مسعود غازی ترمذی کو ایک ہی ہستی سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں الگ الگ ہستیاں ہیں۔مزید تبصرہ نہ کرتے ہوئے حضرت سید مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات پر مشتمل یہ اجمالی مقالہ پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جو قارئین عظام کے لیے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔حضرت سید مسعود غازی ترمذی فیروز شاہ تغلق کے دور کے بڑے عظیم بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں وہ ایک درویش صفت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے جانباز سپہ سالار بھی تھے۔آپ بحکم فیروز شاہ تغلق اس علاقہ میں جہاد اور تبلیغ اسلام کے لیے آئے اور غوث پور تحصیل محمد آباد یوسف پور کے راجہ ماندھاتا چکوہ اور اس کے بھتیجے باندھاتا بنومن کے خلاف جنگ لڑی۔بالآخر غوث پور فتح ہوگیا۔یہی نہیں راجہ کے بہت سے اعیان واراکین حکومت بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔نسب نامہ ''السادات غازی پور'' کے مطابق غازی پور اور اس کے گردونواح میں اسلام کی قندیل سلطان المجاہدین امیر سید مسعود غازی ترمذی ملک السادات غازی اور ان کے رفقاء روشن کرنے والے ہیں''رسالہ بہاء الدین عاملی'' میں ہے کہ بزمانہ فیروز شاہ تغلق امیر سید مسعود غازی اور ان کے ہمراہیوں کی بدولت اس علاقے میں سب سے پہلے نور اسلام پھیلا۔امیر سید مسعود ترمذی علوم ظاہری اور باطنی میں یکتا تھے۔آپ مجاہد اسلام کے ساتھ ساتھ عزلت پسند درویش بھی تھے۔شجاعت وبسالت کے ساتھ ساتھ روحانیت وولایت کے بھی تاجدار تھے۔نسب نامہ ''السادات'' کے مطابق آپ حسینی سید تھے۔ شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:امیر سید مسعود ابن سید جلال الدین ترمذی سیرانوی ابن عبدالوحید ابن عبدالمجید ابن حسن ابن سلیمان کفار شکن ابن زید ابن احمد ابن زاہد ابن مخندہ ابن سید پنتا ابوعلی ابن سید عمر ابن سید محمد عمر ابن سید محمد توختہ مدفون لاہور ابن سید علی لحکی ابن سید حسن زاہد ابن سید محمد مدنی ابن سید حسن خمیص عرف شاہ ناصر ترمذی ابن موسی محیص بن سجاد علی بن حسین اصغر ابن زین العابدین ابن امام حسین بن علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ آپ کے اجداد مدینہ سے خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں ترمذ آئے اور ترمذ سے سیوانہ کا سفر کیا۔آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ سید قاسم تھے جن کی شادی

سلطان عبدالملک بن سلطان منصور بن نوح ساسانی کی لڑکی سے ہوئی۔ سید موصوف بخارا کے قاضی تھے، جو سید احمد زاہد بن سید حمزہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ جب سلطنت ساسانیہ ختم ہوئی، تو محمود غزنوی نے بلخ و بخارا پر تسلط قائم کیا اور ملک داؤد نامی ایک شخص کو بخارا کی حکومت سونپ دی۔ ایک صاحب رکن الدین نامی تھے جو ملک داؤد کے مقربین خاص میں سے تھے۔ اس کو قاضی قاسم سے دشمنی ہوگئی۔ معاملہ یہاں تک بڑھا اس نے قاضی صاحب کو بلا کر کسی حیلہ سے شہید کرا دیا۔ سید قاسم کے برادر حقیقی سید احمد نے سلطان محمود غزنوی کے پاس معاملہ بھیجا۔ وہ اس وقت بلخ میں مقیم تھا۔ سلطان نے ملک داؤد کو خط لکھا ملک داؤد نے بجائے اس کے کہ ظالم سے بدلہ لیتا اور انصاف کرتا، الٹے ظالم کا طرفدار بن گیا۔ رکن الدین مذکور کو اپنے یہاں چھپا کر سلطان محمود کو لکھا کہ رکن الدین تو فرار ہو گیا، ہم کو اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں معلوم ہے۔ سید احمد زاہد کو اس حرکت سے سخت تکلیف پہنچی اور وہ دل برداشتہ ہو کر مع اپنے تین صاحبزادگان سید حسین، سید حامد اور سید زید ۳۹۳ھ میں ترک وطن کر کے ہندوستان آ گئے اور سیوانہ سرکار ہند میں قیام کیا۔ سید زید اپنے والد کے انتقال کے بعد سیوانہ میں شہید کر دیئے گئے اسی جگہ آپ کا مزار ہے۔" شہید دین پاک" مادہ تاریخ ہے، جس سے ۴۰۶ھ نکلتا ہے۔ نسب نامہ "السادات غازی پور" میں ہے کہ امیر سید مسعود کے دو چچا تھے۔ ایک سید نجم الدین جنھوں نے ۴۱۰ھ کے بعد لاہور میں انتقال فرمایا۔ دوسرے سید نظام الدین تھے۔ سید نظام الدین کی صاحبزادی یعنی چچیری بہن سے امیر سید مسعود کی شادی ہوئی۔ ان کے بطن سے تین اولادیں تھیں۔ سید غیاث الدین مبارک، سید ضیاء الدین اور سید رضا وغیرہ۔ ان میں سید ضیاء الدین سہارنپور چلے گئے، جہاں فرمان شاہی سے دوسو مواضعات نانوتہ اور بین پور عطا ہوئے۔ ان کی اولاد ادھر ہی رہ گئیں۔ کچھ دن بعد وہ دہلی چلے گئے اور سلطان فیروز شاہ تغلق کے یہاں ملازمت کر لی۔ سید غیاث الدین مبارک شاہ والد ماجد کے بہت چاہنے کے باوجود باپ کا ساتھ نہ چھوڑا اور اپنے والد ماجد کے ساتھ ہی خانقاہ میں رہنے لگے۔ بعد میں مبارک شاہ کے خاندان کے لوگ دیوکٹھیا گاؤں میں بس گئے۔ سید رضا شہر غازی پور کی جنگ میں کام آ گئے تھے امیر سید مسعود غازی کی دوسری شادی ان کے دوسرے چچا سید نجم الدین کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے چار اولادیں، سید قطب الدین، سید شمس الدین، سید نور الدین اور سید علاء الدین ہوئیں۔ سید قطب

الدین کی اولادیں بہت کم ہوئیں۔ یہ نوشہرہ، پارہ، بگھوئیں میں جا کر آباد ہوئیں۔ سید شمس الدین نے سمن پور پرگنہ ظہور آباد میں سکونت اختیار کی، اسی جگہ ان کا مزار ہے۔ سید علاء الدین کو کٹھوت کا مشرقی علاقہ سونپا گیا۔ انھوں نے کوٹھیا کے پاس حسین پور میں اپنی قیام گاہ بنائی۔ یہ لوگ مانجھ اور شہباز قلی کے شمالی حصہ میں تھوڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ امیر سید مسعود غازی کے چھٹے لڑکے سید نور الدین تھے جنھوں نے گنگولی میں رہنا پسند کیا۔ انھیں قاسم آباد کا علاقہ سونپا گیا۔ ان کی نسل کے لوگ زمینداری کے ٹوٹنے تک اس علاقے میں بڑے زمیندار کی حیثیت سے مشہور تھے۔ نسب نامہ ''السادات غازی پور'' اور ''میمائرز'' میں تذکرہ آتا ہے کہ جب امیر سید مسعود غازی نے غوث پور اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کو فتح کر لیا تو صوبہ بہار میں ایک پایہ کے بزرگ کامل جن کا نام سید احمد چرم پوش تھا، ان سے ملنے کے لیے غازی پور سے روانہ ہو گئے۔ مخدوم موصوف کو مکاشفہ باطنی سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک غازی آ رہے ہیں۔ انھوں نے بڑھ کر قصبہ منیر میں استقبال کیا۔ بزرگ نے فرمایا کہ آپ کو اپنے علاقہ میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے کیونکہ آپ کی اس ضلع کو بہت ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے سید موصوف کے دست حق پرست پر بیعت کی اور وطن واپس ہوئے۔ مخدوم سید احمد چرم پوش سے ملنے اور آپ سے کس طرح امیر سید مسعود مستفیض ہوئے، اس کا ذکر ''تذکرۃ الانساب سادات غاز پوری'' کے مؤلف نے بہت ہی شاندار لفظوں میں بیان کیا ہے، جو حسب ذیل ہے۔ حضرت ملک السادات غازی مخدوم احمد چرم پوش سے ملنے کے لیے بہار کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے، تو حضرت کو باطنی کشف سے ان کے آنے کی خبر ہوئی۔ حضرت مخدوم نے ان کا استقبال کیا اور اذکار کی تلقین کی اور ملک السادات سے فرمایا ہر انسان کے لیے اللہ تعالی کی جانب سے رزق مقرر ہے جو اس پر راضی رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت و وسعت عطا فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی پر راضی نہیں رہتا ہے تو اس میں برکت و وسعت نہیں دی جاتی ہے۔ اسکے بعد آپ حضرت مخدوم صاحب سے رخصت ہوئے اور غازی پور پہنچ کر تمام جائیداد و املاک کو اپنے تمام لڑکوں میں تقسیم فرما دیا۔'' واپسی پر امیر سید مسعود غازی نے دریائے گنگا کے کنارے ایک خوبصورت اور کشادہ خانقاہ بنائی اور اسی میں رہ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ شہر غازی پور اور اس کے اطراف کے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں

حاضر ہوکر اسلام سے روشناس ہوتے اور پھر واپس جا کر اپنے علاقے میں چراغ مصطفوی روشن کرتے۔ آہستہ آہستہ اس خانقاہ کی شہرت عروج بام پر پہنچی اور دیکھتے دیکھتے بڑے بڑے بزرگان دین یہاں یکجا ہو گئے۔ ان میں حضرت بہلول شاہ اور مخدوم شاہ جلال وغیرہ نامی گرامی بزرگ تھے۔ ساتھ ہی امیر سید مسعود غازی کی از ابتداء تا انتہا زندگی رضائے الٰہی پر قانع، صبر و سکون اور شکر کے گزری اور دین اسلام کے زبردست مبلغ ہوئے۔ وہ تمام کمالات جو کسی قرب الٰہی کے لیے ضروری ہیں آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ سید موصوف کا وصال ۷ر رجب المرجب ۶۷ھ میں ہوا اور مدفن محلہ ہری شنکری شہر غازی پور کے محال راجے میں بڑے لڑکے سید رضا راجے شہید کے بغل میں ہے۔ جمعرات اور جمعہ کو عقید تمند حضرات مزار پر فاتحہ خوانی و اکتساب فیض کے لئے آتے ہیں۔ (ماخوذ از تذکرہ مشائخ غازی پور ص ۳۱۴ر تا ۸۱۲)

آپ کا روحانی مقام

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کمال ظاہر و باطن کا دلکش انسانی نمونہ تھے، دین کے غازی و مجاہد تھے تو رات کے عابد و زاہد تھے، معرفت خداوندی اور محبت الٰہی کے نور سے آپ کا سینہ معمور تھا، تقرب الی اللہ کا درجہ آپ کو حاصل تھا، پھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فرما کر شہید فی سبیل اللہ کا بلند مقام حاصل کر لیا اور روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہو گئے، آپ کی روحانی عظمت کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھیں خدائے تعالیٰ نے نور بصیرت اور دل بینا عطا فرمایا ہے۔ لطائف اشرفی مترجم جلد سوم ص ۲۸ر پر مرقوم ہے کہ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اتفاقاً حضرت سالار کے مزار مبارکہ کی زیارت کے لیے بہرائچ جانے کا اتفاق ہوا، شرف زیارت کے بعد حضرت سید جعفر (امیر ماہ) کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ فقیر اور سید مذکور ترقی کے طور پر میدان سے گزر رہے تھے کہ حضرت خضر سے ملاقات ہو گئی ہم آپس میں علوم دینی سے استفادہ کر رہے تھے ناگاہ عزازیل ظاہر ہوا اور ہم سے مصافحہ کیا اور اپنے واقعات رجامت سے کچھ بیان کیا، ایک پہر کے قریب اس ماجرا میں گزرا تھا کہ حضرت خضر چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی بوڑھے کی صورت میں کبھی جوان کی صورت میں اور کبھی بچے کی صورت میں۔

صاحبِ حیات غوث العالم سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۶۴ر پر رقم طراز ہیں۔ حضرت غوث العالم بہرائچ بھی تشریف لے گئے، ایک مرتبہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر تشریف فرما تھے، ایک دن میں ستر بار حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے جتنی ملاقاتیں بہرائچ شریف میں ہوئی ہیں روئے زمین پر کہیں نہیں ہوئی اس کے بعد آپ سید ابو جعفر امیر ماہ بہرائچی کی خدمت میں گئے اور ان سے ملاقات فرمائی۔ حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ میں اربعین میں بیٹھا تھا، عالم معاملہ میں میں نے دیکھا کہ خانۂ کعبہ کی زیارت کو گیا، زیارت کے تمام مراسم ادا کئے اس کے بعد دیکھا کہ خانۂ کعبہ کے بیچ میں ایک قبر ہے۔ میں نے حیرت سے دل ہی دل میں کہا کہ کعبہ شریف کے اندر یہ کس کی قبر ہے، کعبہ شریف سے باہر جہاں طواف کیا جاتا ہے ایک سفید پوش بزرگ سبز عمامہ باندھے ہوئے نظر آئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کعبہ شریف کے مجاور ہیں میں نے ان سے دریافت کیا یہ کس کی قبر ہے انہوں نے کہا کہ یہ قبر اللہ کے محبوب کی ہے میں ابھی حیرت واستعجاب کے عالم میں تھا دیکھا کہ اس قبر سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ باہر تشریف لائے اور ایک جانب کو چل دیئے میں بھی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے پیچھے چل پڑا۔ حدود حرم سے باہر آنے پر دو گھوڑے لائے گئے ایک گھوڑے پر آپ سوار ہوئے اور دوسرے گھوڑے پر مجھے سوار کیا۔ گھوڑے چل پڑے یہاں تک کہ جب میرے مکان کے قریب پہنچے تو مجھے گھر جانے کا حکم فرمایا اور خود بہرائچ شریف تشریف لے گئے اس روز سے مجھے اس بات کی تحقیق ہوئی کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بارگاہ رب میں قرب ومحبوبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور اللہ کی عطا سے ظاہر و باطن میں ہر قسم کا تصرف فرماتے ہیں۔ اور غزانامہ مسعود میں ہے کہ اپنے اجداد کے مزارت کی بھی زیارت کرائی۔

صوفی عبدالرحمن چشتی علیہ الرحمہ درِ غازی پہ فیروز شاہ تغلق کے حاضری کا واقعہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: پس جاننا چاہئے کہ ظاہری بدن کے انتقال کے بعد ہدایت دینا اور خصوصاً بادشاہوں کے دلوں پر تصرف کرنا سلطان الشہداء کے کمالات میں سے ہے۔ (مراۃ

الاسرار ص ۴۵۹) آگے لکھتے ہیں: علاوہ ازیں شیخ مرتضیٰ حضرت میر سید سلطان کے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ میر سید سلطان بہت سفر کرنے کے بعد حضرت شیخ علاء الدین چشتی مذکور کی اجازت سے بارہ سال تک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے متصل پرانے قبرستان میں ریاضت ومجاہدات میں مشغول رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی، ایک دن وہ حیران و پریشان قبر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی کو جو مرض برص میں مبتلا تھا، جاتے دیکھا اچانک ایک خوب صورت نوجوان تیز گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا اس سوار نے اس کے چند چابک مارے جس سے وہ گر گیا، لیکن وہ بدستور اسے چابک مارتا رہا حتی کہ اس کی برص سے خراب شدہ کھال نکل گئی اور نئی تندرست کھال نمودار ہوگئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بیمار ہی نہیں تھا۔ میر سید سلطان اس واقعہ سے بہت حیران ہوئے اور اس جوان کے پاس جا کر ماجرا دریافت کیا، انھوں نے فرمایا کہ اس مریض نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر جا کر صحت کے لیے استدعا کی تھی اور آنحضرت نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا کام کردو، چنانچہ میں نے آکر اسے بیماری سے نجات دلائی، انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، فرمایا میں وہ شخص ہوں کہ ہر شخص کی ولایت کو میری ولایت سے حصہ ملتا ہے اور مجھے سالار مسعود کہتے ہیں اور میرا مقام بہرائچ ہے، یہ کہہ کر گم ہو گئے، اس کے بعد میر سید سلطان کمال شوق اور بے قراری سے بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے اور مدت دراز تک آپ کے آستانہ پر مقیم رہے حتی کہ مطلوب حقیقی تک باریابی ہوگئی۔ مزید لکھتے ہیں: میں نے قطب الولایت میر سید علی قوام قدس سرہ کے ملفوظات میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے اکمل خلفاء مثلاً شاہ موسیٰ وغیرہ کو وصیت کی کہ حصول قرب احدیت کے لیے سالار مسعود کی روحانیت کی طرف توجہ کرنا چاہیے، کیونکہ ان کی روح پاک آفتاب کی طرح عارفین پر چمکتی ہے اور یہ قوم (صوفیاء) ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔ (مرأۃ الاسرار ۴۶۰) اکثر اہل بصیرت اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد ملک ہندوستان میں جو کوئی مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے، آپ کی متابعت پر مامور ہو جاتا ہے۔ مرأۃ الاسرار ص ۴۴۰، تاریخ مرآۃ سکندری میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ محبوب عالم گجراتی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: جب اکثر لوگ اپنی حاجات قطب الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، حضرت خواجہ ان کو سالار مسعود غازی کی

روحانیت کے حوالہ کر کے خود آزاد ہو جاتے ہیں۔(مراۃ الاسرار ۴۴۰)ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں۔آپ کے دل پر تجلیٔ ذات کا استغراق اس شدت سے طاری رہتا تھا کہ تمام موجودات میں آپ مطلوب حقیقی کا مشاہدہ کرتے تھے۔(ایضاص ۴۴۱)منقول ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا اس نے پوچھا کہ یہ کیا رسم ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں لوگ حضرت سلطان الشہداء کی قبر بناتے ہیں۔حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایسا تصرف وکمال حضرت سالار مسعود غازی کو دیا ہے کہ اگر تمام آدمی دنیا کے ہر گھر میں ان کی قبر بنالیں،تو بھی اپنے تصرف ولایت سے سب جگہ حاضر ہوں اور فیض پہنچائیں۔(مرآۃ مسعودی ص ۷۴)علامہ عنایت حسین بلگرامی حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی روحانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت مسجع اور مقفی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں۔سلطان الشہداء جام مشاہدۂ الٰہی سے سرشار،کون ومکاں سے بے خبر،احکام الٰہی سے خبردار،جو حکم خدا پاتے عمل میں لاتے،یوسفی جمال تھے،فرشتہ خصال تھے علماء امتی کانبیاء نبی اسرائیل آپ کی شان تھی عقل رسا حیران تھی،ظاہر میں ہزاروں پرستار زلیخاوار، لاکھوں خدمتگار جاں نثار،باطن میں فرشتے تابعدار،گوش دل متوجہ الہام پروردگار،ظاہرا حکام شریعت میں درست جہاد پرچست،باطن میں شراب وحدت سے مخمور ماومنی سے دور،ظاہر میں مظہر جلال سے احتراز،باطن میں عالم مصلح جلال وجمال سے ہمراز،اللہ تعالی نے آپکی ذات بابرکات کو اوصاف باطن سے آراستہ فرمایا تھا۔(ایضاص ۴۱)

حضرت سید شاہ وارث علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درِ دولت پر حاضری دے کر اکتساب فیض کیا،حضرت شاہ نعمت اللہ بڑی تکیہ علیہ الرحمہ کو اتنا نوازا کہ دوبارہ لوٹ کر وطن جانا گوارا نہ کیا دیار ہند ہی نہیں بلکہ اطراف وجوانب میں دور دور تک جن کی روحانیت کا باڑا بٹ رہا ہے ہر ہر علاقہ میں آپ کو اگر چہ الگ الگ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے مگر تمام الفاظ کا مسمی وہی ذات ہے جسے سید سالار مسعود غازی کہتے ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تذکرۂ غازی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: فاتحین نے سرخم کرائے،عرفاء نے دل جیتے،یوں اسلام پھیلا،مگر اسلام کی اشاعت کرنے والوں میں کچھ ایسے بھی مردانِ خدا کا تذکرہ ملتا ہے،جو

بیک وقت ان دونوں ہتھیاروں سے لیس تھے، تلوار کی کاٹ ایسی تھی کہ جو اس کی زد پر آیا وہ دونیم ہوا۔ نگاہ ایسی پُر تاثیر کہ جس پر پڑی وہ بندہ بے دام ہو گیا، انھوں نے تلواروں کی دھار سے سروں کو جھکایا اور نگاہوں کی مقناطیسیت سے دلوں کو موم کیا، انھیں پاک نہاد افراد میں حضرت سید سالار مسعود غازی شہید قدس سرہ بھی ہیں۔ ادیب شہیر حضرت مولانا بدر القادری رقم طراز ہیں کہ: حضرت غازی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سرزمین ہند پر مبلغین اسلام کے مقدمہ الجیش بن کر آئے، وہ شجاعت و بسالت کے ساتھ ساتھ روحانیت و ولایت کے بھی تاجدار تھے۔ (ماخوذ از تذکرہ سید سالار مسعود غازی)

سلاطین ہند کی حاضری آستانہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر

سلطان محمد شاہ تغلق کی حاضری در سید سالار مسعود غازی پہ: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا روحانی مقام اتنا بلند ہے کہ حکومت و سلطنت کے تاجدار اور روحانیت و ولایت کے علمبردار عقیدت و محبت کے ساتھ حاضری دے کر اکتساب فیض کیا ہے اور کرتے ہیں۔ تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی) کے صفحہ ۴۹۱ پر تحریر ہے کہ: ''سلطان محمد بعد فراغ فتنہ عین الملک از بنگر مئو عزیمت ہندوستان فرمود و در بہرائچ رفت و سپہ سالار مسعود شہید را کہ از غزاۃ سلطان محمود سبکتگین بود زیارت کرد و مجاورانِ روضہ اور اصدقات بسیار داد و در بہرائچ احمد ایاز را نامزد فرمود ابن بطوطہ اور محمد شاہ تغلق'' دنیا کے عظیم ترین سیاح ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفر نامہ میں لکھا ہے کہ پھر بادشاہ (محمد شاہ تغلق) نے بہرائچ کی طرف جانے کا ارادہ کیا یہ ایک خوب صورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے، سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے، بادشاہ نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کے لیے دریا پار کیا، شیخ سالار نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کیے تھے اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں، لوگوں کے دریا پار ہوتے وقت بڑی بھیڑ ہوئی، چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی تھے ڈوب گئی اور ان میں سے ایک عرب جو امیر غداک ہمراہ تھا، بچ گیا، ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے، اس سبب سے اللہ نے ہمیں بچا لیا، اس عرب کا نام جو ڈوبنے سے بچ گیا تھا سلام تھا اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا، اس کا ارادہ تھا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھے لیکن ہماری کشتی ذرا

آگے بڑھ آئی بیٹھ گیا تھا، جوڈوب گئی، جب وہ دریا سے نکلا تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری کشتی میں تھا، اس لیے ہمارے ساتھیوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگوں نے خیال کیا کہ ہم بھی ڈوب گئے لیکن جب انھوں نے ہمیں صحیح وسالم دیکھا تو ہم کو مبارک باد دی پھر ہم نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کی، ان کا مزار ایک برج میں ہے۔ میں ازدحام کے سبب سے اس کے اندر داخل نہ ہو سکا، پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا، لوگوں نے اس کو مارا اور اس کا سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا لیکن سر اس کا چند در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ مترجم ص ۱۹۱)

سلطان فیروز شاہ تغلق در غازی پہ: عالم تاریخ داں شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی حصہ پنجم کے پہلے باب میں رقم طراز ہیں: واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ تغلق حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نبسہ حضرت شیخ فرید الدین اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی متابعت کی، چنانچہ آخر زمانے میں حلق بھی کیا بادشاہ ہر وقت اولیائے کرام کی پیروی اور ان کی محبت کا دم بھرتا رہا اور چالیس سال کامل انھیں بزرگان دین کی پیروی میں حکومت کی، فیروز شاہ ہر سفر سے قبل تمام مشائخ واولیاء کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا مختصر یہ کہ بادشاہ نے ۷۷۶ھ میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر بندگی کی سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔ بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی، سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ اب پیری کا زمانہ آ گیا، بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے، صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت واتباع میں اس روز اکثر خانان وملوک نے سر منڈایا۔

آستانۂ غازی پہ فیروز شاہ تغلق وسید ابو جعفر افضل الدین امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے متعلق صاحب مرأت مسعودی رقمطراز ہیں کہ: جن دنوں سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی جنگی مہم میں مصروف تھا، اسی دوران ایک روز اس کی والدہ اپنے مکان کے چھت پر کھڑی تھی، اتفاقاً اس کی نظر ایک ایسے جلوس پر پڑی جس میں لوگ نیزے اور رنگ برنگ کے جھنڈے نشان وعلم لیے ہوئے جا رہے تھے، اس دھوم دھام کو دیکھ کر فیروز شاہ کی والدہ کو بڑی حیرت ہوئی، پوچھا

اتنے ذوق وشوق کے ساتھ جلوس لے کر لوگ کہاں جارہے ہیں اسے بتایا گیا کہ یہ لوگ روحانیت کے تاجدار حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری کی غرض سے بہرائچ جارہے ہیں، جہاں سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، وہ اتنے بڑے با کرامت شہید فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کے آستانے سے اندھوں کو آنکھیں، کوڑھیوں وجذامیوں کو شفا ملتی ہے۔ یہ بات سن کر فیروز شاہ کی والدہ کے دل میں حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی محبت وعقیدت پیدا ہوگئی اور اسے خیال پیدا ہوا کہ جب وہ اتنے صاحب تصرف اور مقرب بارگاہ خدا ہیں تو کیوں نہ اپنے بیٹے کی کامیابی اور فتح کے لیے ان کی روحانیت کی طرف رجوع کیا جائے ،۔ چنانچہ اس نے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی دہائی دیتے ہوئے دل میں یہ نیت کرلی کہ اگر میرا بیٹا فتح مند ہوکر آئے گا تو اسے ضرور آپ کے آستانے پر حاضری کے لیے بہرائچ بھیجوں گی ،ادھر بیٹے کی کامیابی کے لیے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی دہائی دے رہی تھی ادھر بادشاہ کی فوج شکست کے قریب پہنچ چکی تھی ،معاً کسی غیبی طاقت نے سہارا دے کر کامیاب وکامران بنا دیا، فتح ونصرت نے بادشاہ کے قدم چومے، بادشاہ مظفر ومنصور گھر لوٹا تو اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹے آج تم ایک بہت مشکل جنگی محاذ سے فتح مند ہوکر لوٹے ہو، میرا وجدان کہتا ہے، تمہاری تمام تر یہ کامیابی فضل خداوندی اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی روحانی تائید کی بدولت ہے، اس لیے جلد از جلد ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر خراج عقیدت پیش کر کے اپنی نیاز مندی کا ثبوت دو۔ فیروز شاہ تغلق کو پہلے ہی سے اللہ والوں سے یک گونہ محبت وعقیدت تھی ،والدہ محترمہ کا حکم پاکر اس کے دل میں اور بھی حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ دہلی سے سفر کر کے بہرائچ پہنچا لیکن جب مزار پاک کے قریب پہنچا تو کچھ بدبختوں نے سلطان کو بدگمان کر دیا کہ اس مقبرہ میں حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا جسد اطہر مدفون نہیں ہے بلکہ وہ کہیں نامعلوم مقام پر ہے یہاں ان کی اصلی تربت نہیں ہے، سلطان کو سخت تردد ہوا، کشمکش اور تشویش میں مبتلا ہوگیا کہ آخر حقیقی تربت کہاں ہے، خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی عارف کامل صاحب باطن مل جاتا تو وہ اپنے نور باطن اور کشف کے ذریعہ ہماری صحیح رہنمائی کرسکتا

تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت بہرائچ میں عارف باللہ ولیٔ کامل ،صاحب کشف و کرامت حضرت سید افضل الدین ابوجعفر امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں،ان سے ملاقات کی جائے تو یقیناوہ صحیح رہنمائی اور نشاندہی کر سکتے ہیں،سلطان بذات خود حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر زیارت کی اور اپنا مدعا بیان کیا،حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق فرمائی کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی اصل مزار وہی ہے،جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں کیونکہ اسی مزار سے نکل کر تمہاری امداد کے لیے فلاں تاریخ اور فلاں دن ٹھٹھہ کی طرف تشریف لے گئے تھے اور پھر مہم سر ہونے کے بعد واپس ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اسی مزار میں داخل ہوئے ،سلطان نے جب شاہی روزنامچہ منگوا کے دیکھا تو بعینہ جنگ کی وہی تاریخ درج تھی جو ابوجعفر افضل الدین امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی تھی سلطان کو پورا یقین ہوگیا کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی قبر جہاں مشہور ہے وہیں ہے پھر بادشاہ نے ابوجعفر افضل الدین امیر ماہ کی معیت میں آستانۂ غازی پر حاضری کی خواہش ظاہر کی۔حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ملتا ہے کہ جب آپ بہرائچ میں چلتے تو انگلیوں کے بل چلتے پورا قدم نہ رکھتے،جب بادشاہ حضرت کی معیت میں آستانۂ غازی پہ پہنچا اور کہا کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی کچھ کرامتیں بتایئے، حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ اس سے بڑی کرامت اور کیا چاہتے ہو کہ مجھ سا فقیر اور تم جیسا بادشاہ دونوں گداگر کی حیثیت سے حاضر ہیں اور دربانی کر رہے ہیں، بادشاہ اس بات سے بہت محظوظ ہوا اور اکتساب فیض کی غرض سے کچھ دنوں آستانۂ غازی پہ قیام کیا۔

درِ غازی پر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حاضری

۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء/۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء کے درمیانی زمانہ میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دہلی سے بہرائچ آیا،قلعہ درگاہ شریف سے باہر شمال مغرب گوشہ پر مسجد عالمگیری کے نام سے تعمیر کرائی جو اس کی یادگار ہے۔سلطان اورنگزیب عالمگیر (متوفی ۱۷۰۷ء) حضرت سرمد شہید کو ساتھ لے کر بہرائچ تشریف لائے تو حضرت سرمد شہید بہرائچ میں آکر ہاتھی سے کود پڑے اورنگزیب عالمگیر نے بہت دریافت کیا تو اپنی بغل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو جب اورنگزیب عالمگیر نے اُدھر نظر کی تو دیکھا کہ جابجا تازہ لاشیں بے شمار پڑی ہیں اور

خون بہ رہا ہے۔ پھر اورنگزیب عالمگیر کو سوار کرا کر حضرت سرمد شہید پیدل چلے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ غازی میاں کا مقالہ نگار لکھتا ہے: التمش کا بیٹا نصیر الدین محمود دہلی کے خانوادے کا اولین شہزادہ تھا، جس نے بہرائچ میں اقامت اختیار کی، اس کے صوبہ داری کے زمانہ میں بہرائچ کے اطراف میں مسلمانوں کی بستیاں قائم ہوئیں، لیکن منہاج سراج نے شاہزادے کے جو حالات لکھے ہیں، ان میں سالار مسعود کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ کا بیان ہے: کہ سالار مسعود کے مزار پر پختہ عمارت سب سے پہلے نصیر الدین محمود نے تعمیر کرائی تھی اور محمد بن تغلق ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء دہلی کا اولین سلطان تھا، جو مزار کی زیارت کے لیے آیا تھا، فیروز شاہ تغلق بھی زیارت کے لیے ۷۷۶ھ/ ۱۳۷۴ء میں بہرائچ آیا تھا، وہ یہاں کے روحانی ماحول سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے درویشوں کی طرح سر بھی منڈالیا اور آخرت کے خیال میں مگن رہنے لگا۔ (تاریخ فیروز شاہی عفیف ص ۲۷۳) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بعض عمارتیں، کنویں، قبرستان اور برآمدے تعمیر کرائے تھے۔ برصغیر میں سالار مسعود کا مقبرہ ایک مقبول ترین زیارت گاہ ہے، ہر سال لاکھوں ہندو اور مسلمان یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں، غازی میاں (جو بالا میاں، بالا پیر، ہٹیلہ پیر وغیرہ کے ناموں سے بھی معروف ہیں) کی داستان شمالی ہند کی ثقافتی زندگی خاص طور سے مشرقی اتر پردیش، بہار اور مشرقی بنگال، بنگلہ دیش کے دیہات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے، عوام میں ان کے متعلق کئی لایعنی حکایات مشہور ہیں۔ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ان کی شہادت اس وقت ہوئی جبکہ ان کی شادی کی تقریبات ہو رہی تھیں، اس لیے اس واقعہ نے دوہرے عرس کی شکل اختیار کر لی ہے، ان کی یاد میں بعض مقامات پر جیٹھ کے مہینے (مئی، جون) کی پہلی اتوار کو علموں (جھنڈوں) کے ساتھ عروسی جلوس نکالے جاتے ہیں، چونکہ اس تہوار میں بعض غلط رسوم شامل ہوگئی تھیں لہٰذا سکندر لودھی ۸۹۴ھ/ ۱۴۸۹ء تا ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء نے اس کو بند کر دیا لیکن بعد میں پھر ہونے لگا۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے دن ہر سال بارہویں تیرہویں اور چودہویں رجب کی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اس طرح کچھ معاملات درگاہ کے مثلاً صندل کا پیڑ مزار کے سرہانے قریب ۳۰ رفٹ فاصلے پر ہے عورتیں اپنے سر کی چوٹی دوپٹہ کے آنچل یا سونے چاندی کے تار سے گانٹھ لگاتی ہیں مرادیں پوری ہو جانے پر وہ

کوئی ایک گانٹھ کھولتی ہیں یہ سب کو دیکھ کر ہمارے ملک کے بادشاہ اورنگزیب عالمگیر بہت برہم ہوئے انہوں نے چاروں طرف فوج کا پہرہ لگوا دیا کہ زائر اندر داخل نہ ہونے پائے عقیدت میں سرشار لوگ باہر سے مدد کا نعرہ لگا کر چہار دیواری کی اینٹ یا مٹی اٹھا کر لے گئے اور دوسرے سال قریب ۱۳ رجگہوں پر ہندوستان کے مختلف حصوں میں میدان غازی قائم ہو گئے اور لوگ وہیں سر جھکا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنے لگے، یہ دیکھ کر وقت کا بادشاہ گھبرا گیا اور انہوں نے یہ کہہ کر محاصرہ ہٹالیا کہ یہ شہیدوں کا معاملہ ہے اگر ایک سال گھیراؤ اور قائم رہا تو مزید نقصان ہوگا۔ (ماخوز از مختصر سوانح سید سالار مسعود غازی)

ایک دفعہ شہنشاہ اکبر نے پہچانے بغیر اس تہوار کو آگرہ کے نواح میں دیکھا تھا۔ (ہرگز کوئی نہیں روک سکے گا غازی تیرے چاہنے والوں کو) قصبہ اٹیٹھی ضلع لکھنو کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مخدوم بندگی میاں کا ایک حجام تھا جو ہفتہ میں ایک مقررہ دن پر آکر حضرت کے بال بنانے اور ناخن تراشنے کی خدمت انجام دیتا، اتفاقاً ایک بار مقررہ وقت سے ایک روز پہلے ہی آیا اور کہنے لگا حضور آج ہی بال بنوالیں، چونکہ مجھے کل صبح بہرائچ جانا ہے، بہت لوگ جا رہے ہیں انہیں کے ہمراہ مجھے بھی جانا ہے حضرت مخدوم بندگی میاں نے بطور آزمائش حجام سے کہا کہ کیا ضروری ہے کہ ہر سال جاؤ امسال ناغہ کردو آئندہ سال چلے جانا، حجام نے کہا سال بھر کا وقفہ بہت ہوتا ہے زندگی وفا کرے نہ کرے، مجھے اجازت دیدیجئے میں ہر صورت میں بہرائچ جاؤں گا، جی لگا ہوا ہے حضرت نے دیکھا اسے بہرائچ جانے سے روکنا بڑا مشکل ہے۔ بال بنوایا اور اجازت مرحمت فرمادی، پھر حضرت نے کہا جب تم بہرائچ جا ہی رہے ہو تو میرا ایک خط لیتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے ایک خط لکھا اور حجام کو کہا کہ اسے بہرائچ لیتے جاؤ، فلاں باغ میں چلے جانا وہاں سرخ لباس میں ملبوس ایک شکیل و جمیل نوجوان گھوڑے پر سوار ملے گا، اسے یہ خط دے دینا اور اگر جواب دیں تو لیتے آنا، حجام دوسرے دن صبح سویرے بہرائچ جانے والے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا، بہرائچ پہنچ کر مزار کی زیارت و مراسم عرس ادا کئے، فراغت کے بعد گھوڑا سوار نوجوان سے ملاقات کے ارادے سے باغ میں آیا ادھر ادھر نظر دوڑا ہی رہا تھا کہ معاً ایک خوبصورت نوجوان سرخ لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار سامنے آکھڑا ہوا حجام پر اس کی ہیبت چھائی گھبرا گیا نوجوان نے آتے ہی خط کا سوال کیا فوراً حجام نے

خط پیش کر دیا۔ نوجوان نے خط پڑھے بغیر اپنا جوابی خط حامل رقعہ کو دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ جواب ہے اس خط کا جو تم لائے تھے اسے حضرت بندگی میاں کو دے دینا، پھر اس نوجوان نے اپنی راہ لی اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہیبت کی وجہ سے حجام کو کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اینٹھی آنے کے بعد حجام نے جواب نامہ حضرت بندگی میاں کی خدمت میں پیش کر دیا، حجام کے دل میں یہ بات معمہ بن کر کھٹک رہی تھی کہ آخر یہ نوجوان کون تھا، پھر خط پڑھے بغیر اس کا جواب دے دیا، از خود مجھے پہچان لیا اور خط مانگ لیا، جرأت کر کے حجام نے حضرت بندگی میاں سے پوچھ ہی لیا کہ حضور یہ مکتوب الیہ کون تھا اور خط میں آپ نے کیا لکھا تھا اور اپنے خط پڑھے بغیر خط کا جواب دیا اور کیا لکھا تھا؟ حضرت بندگی میاں نے کہا کہ وہ گھوڑ سوار نوجوان حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، جن کے عرس میں تم گئے تھے۔ خط میں میں نے یہ لکھا تھا کہ کیوں خلق خدا کو دور دراز سے بلاتے ہو اور وہ آتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جب تم اپنے ایک حجام کو نہیں روک سکے تو میں کیسے اتنے بڑے ہجوم کو روک سکتا ہوں۔ حجام نے کہا حضور پھر آپ نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ آگاہ کر دیا کہ جو خط تم سے مانگے گا وہ خود حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوں گی، آخر آپ نے ظاہر کیوں نہیں فرمایا؟ حضرت بندگی میاں نے کہا نادان تمہارے لئے یہی شرف کیا کم ہے کہ تم نے ان کی زیارت کر لی اس سے آگے تیرا ظرف متحمل نہ ہوتا۔ (ماخوذ از تاریخ سید سالار مسعود غازی مطبوعہ ۱۹۲۶ء مجتبائی پریس لکھنؤ)

عالیجاہ منصور علی خادم درگاہ معلیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (سردار علی ممبر درگاہ کمیٹی) نے ایک مرتبہ مجھ سے بتلایا کہ میں ۱۸۹۷ء کے موقع پر بغرض غسل کرانے مزار مبارک جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب کو گھر سے درگاہ شریف پہنچا تو پہرہ دار نے کہا ابھی ایک بجا ہے۔ آپ جلدی آ گئے۔ والد وہیں بیٹھ گئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک نقاب پوش اور ایک صاحب نعل دروازہ کے اندر آ گئے۔ پہرے کے سنتری نے کہا ابھی خلوت کا وقت ہے صبح بعد نماز فجر تشریف لائیے۔ تب دروازہ کھلتا ہے۔ نووارد نے کہا کہ ہم کو حکم ملا ہے کہ وہاں خادم بیٹھے ہیں دروازہ کھول دیں گے۔ والد نے فوراً جواب دیا مگر مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا ہے میں اس وقت نہیں کھولوں گا اگر آپ کو

حکم ملا ہے تو جایئے دروازہ خود بخود کھل جائے گا۔ جب وہ دونوں دروازہ کے سامنے پہنچے تو دروازہ خود بخود کھل گیا دونوں اندر داخل ہوئے آگے بڑھے دوسرا دروازہ بھی کھل گیا جب تک وہ دونوں اندر سے واپس نہ ہوئے ہمارے والد وہیں بیٹھے رہے مزار پاک سے واپسی پر انھوں نے کہا جایئے آپ کا حصہ رکھا ہے لے لیجئے۔ میں اندر گیا تو مزار شریف کے سرہانے قریب سوا سیر جلیبی (گرم گرم) اور پانچ روپیہ رکھے ہوئے ملے (ماخوذ از مختصر سوانح سید سالار مسعود غازی) اور صاحب آئینۂ مسعودی بیان فرماتے ہیں کہ کئی بار یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ رات کو شہیدوں کا لشکر حاضر دربار ہوا اور پھر چلا گیا شرقی دروازہ صبح کو کھلا پایا گیا۔

سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ملک افغانستان کے شہر ہرات میں ہوئی، اسم پاک سیف الدین ہے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی وجہ سے اہل دہر غازی کہتے ہیں، والد محترم کا نام عطاء اللہ غازی ہے جو بقول صاحب تذکرہ نفوس قدسیہ کے سلطان ناصر الدین سبکتگین پشاور فتح کر کے آپ کو یہاں کا والی بنایا تھا آپ کا نسب نامہ یہ ہے سیف الدین غازی بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد اشرف غازی بن عمر غازی بن آصف غازی بن بطل غازی بن علی عبد المنان غازی بن محمد بن حنفیہ بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ماخوذ از قدیم قلمی شجرۂ نسب سادات منگرونڈا و بیلکھرا بارہ بنکی) خاندانی حالات عیاں ہے محتاج بیان نہیں۔

آپ کے آباء واجداد کی وطن مالوف سے ہجرت: آپ کے آباء واجداد مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شہزادے محمد بن حنفیہ کی نسل سے ہیں، محمد بن حنفیہ کے پوتے یعنی علی عبد المنان جو واقعۂ حرہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے شہزادے عون عرف بطل غازی ابن امام زین العابدین ابن امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند حضرت امام زید شہید تابعی مدنی کے ساتھ جو لشکر خاندان کے چند افراد پر مشتمل تھا احقاق حق ابطال باطل کے لئے کوفہ آئے اس وقت بنی امیہ کا ظلم وتشدد اور فسق وفجور شباب پر تھا حضرت امام زید نے ہشام ابن عبد الملک ابن مروان کے خلاف کوفہ میں علم جہاد بلند کیا اور جنگ کی بجمدہ

تعالیٰ آپ کو فتح حاصل ہوئی پھر اس کے گورنر عمرو بن یوسف ثقفی سے کچھ معاملات طے کرنے کے بعد واپس مدینہ جارہے تھے لیکن دوبارہ اہل کوفہ نے آپ کو بلایا اور آپ کے بہت سے مصاحبین نے بنی امیہ کو کوفہ سے نکال کر بھگانے پر بضد ہوئے اور حضرت کو باصرار کوفہ لے گئے۔ وہاں پہنچنے پر پندرہ ہزار کوفیوں کی جماعت آپ کے ساتھ ہوگئی پھر آپ کا ساتھ چھوڑنے کے لیے حیلہ وتدبیر یہ سوچی کہ حضرت امام زید سے کہا: "آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں پر تبرا کریں۔ حضرت نے فرمایا "ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو شیخین پر تبرا کرے۔ اس پر کوفیوں نے کہا "إِذَنْ نَرْ فَضَکَ" تب ہم آپ کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ فرمایا دور ہو جاؤ تم رافضی ہو۔ اسی وقت سے اس لقب کی ابتداء ہوئی۔ اب حضرت کے ساتھ مختصر سی جماعت رہ گئی جو ظالم وقت کے مقابلے کے لیے کافی نہ تھی پھر ایسا وقت آیا کہ ظالموں نے حضرت کو سخت تکلیفیں دیں اور شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۱ھ میں پیش آیا۔ (ماخوذ از خاندان مصطفیٰ)

کوفہ سے ہرات جوزجان تک: زید شہید کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے یحییٰ شہید قتیل جوزجان کے ساتھ بنوامیہ کے ظالم حکمرانوں سے جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے بغداد مدائن ملک عراق ہوتے ہوئے تہران شیراز ایران ہوتے ہوئے خراسان کے شہر سرخس وبلخ جوزجان بقریب ہرات افغانستان پہنچے یہاں جوزجان میں اموی حکمران سے جنگ ہوئی پہلی جنگ میں فتح یاب ہوئے مگر دوسری جنگ میں یحییٰ شہید بن زید شہید کے ساتھ بنو ہاشم کے لوگ ایک بڑی تعداد میں شہید ہوگئے عون عرف بطل غازی کے صاحبزادے محمد آصف غازی جوزجان سے ہرات میں اقامت گزیں ہوئے بطل غازی کو والیٔ ہرات بھی کہا جاتا ہے۔ ہرات سے کچھ لوگ بغداد چلے گئے اور کچھ لوگ بعد میں بغداد سے واپس ہرات مکیں ہوئے اور ہرات سے آپ کے پرپوتے عطاء اللہ غازی سلطان ناصر الدین سبکتگین کی فوج میں داخل ہوئے اسی وجہ سے اس خاندان کے کچھ لوگ ہرات میں رہے اور کچھ لوگ غزنی کو وطن مالوف بنایا۔

سید سالار سیف الدین غازی کی وطن مالوف سے ہجرت اور جنگ دہلی میں شرکت: سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے دریائے سندھ ودرۂ خیبر عبور کر کے ملتان اور اجودھن فتح کرنے کے

بعد متواتر کوچ کرتے ہوئے فتح دہلی کے ارادہ سے دہلی کے قریب پہنچے، رائے مہیپال بھی اپنے لشکر کے ساتھ اطلاع پاکر پہلے ہی نکل چکا تھا دونوں فوج کے بہادر روزانہ مقابلہ کے لئے نکلتے اور صبح سے شام تک میدان جنگ میں شجاعت و بہادری دیکھاتے، ایک ماہ کچھ روز تک یہ سلسلہ جنگ چلتا رہا حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت حیران تھے اور اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعا کی اور سجدہ میں چلے گئے۔ ابھی مصروف دعا ہی تھے کہ قاصد نے اطلاع دی کہ محی بختیار مزار اطہر کانور میں ہے سالار سیف الدین مزار اطہر بہرائچ شریف، میر سید عزالدین مزار اطہر دہلی ملک دولت ومیاں رجب یہ پانچ امراء ایک لشکر جرار لئے ہوئے تقریباً ۴۴ ہزار فوج کے ساتھ غزنی کی طرف سے آرہے ہیں۔ یادرہے کہ یہ لوگ غزنی اور ہرات میں بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر فائز تھے یہ لوگ سید سالار مسعود غازی کی خدمت میں پہنچے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ پانچوں لوگوں سے معانقہ کیا اور اور اظہار مسرت پیش کی اور لشکر مسعودی میں بھی مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی، یہ لوگ بھی خواجہ احمد بن حسن میمندی کی بدخوئی کی وجہ سے ملک ہرات وغزنی چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور خواجہ احمد بن حسن میمندی نے مذکورہ مجاہدین کے جاگیر کو ضبط بھی کرلیا تھا جیسے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جاگیر کو ضبط کرلیا تھا، سالار سیف الدین غازی حضرت سید سالار مسعود غازی کے چھوٹے چچا ہیں اور محی بختیار سید عزالدین بھی حضرت سید سالار مسعود غازی سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور ملک دولت سلطان محمود کے ملازم تھے میاں رجب سالار شاہو کے خادم خاص تھے اسی وجہ سے سالار شاہو نے میاں رجب کو سالار مسعود کی خدمت میں دے دیا تھا، سید سالار مسعود غازی نے میاں رجب کو جاگیر کی نگرانی پر متعین کیا تھا جب سید سالار مسعود غازی اس طرف سے آئے خواجہ احمد بن حسن میمندی نے آپ کی جاگیر سلطان کو مطلع کئے بغیر ضبط کرلیا، میاں رجب وہاں سے حضرت سید سالار مسعود غازی کی خدمت میں آئے چونکہ میاں رجب خود اعتماد اور کچھ سخت مزاج تھے، اس لئے انہیں لشکر کا کوتوال مقرر کردیا حضرت سید سالار مسعود غازی کی دشمنی کی وجہ سے خواجہ احمد بن حسن میمندی آپ کے تمام اقرباء سے عناد رکھا تھا، مجبوراً خاندان کے اکثر لوگ ہرات وغزنی سے جدا ہوکے بھارت میں مختلف جگہوں پر مکیں ہوئے جیسے ستر کھ منگرونڈا۔ بیلکھرا

بارہ بنکی اور انہیں مقامات سے ہجرت کر کے میر پور براؤں شریف، بیرا گی گاؤں وغیرہ آباد ہوئے۔ کیونکہ سلطان محمود غزنوی ضعیف بھی ہو چکا تھا شب و روز ملک ایاز کے ساتھ صحبت رکھتا کاروبار سلطنت کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہوتی، خواجہ احمد بن حسن میمندی نے پورے ماحول کو درہم برہم کر رکھا تھا یہاں تک کہ خواجہ احمد بن حسن میمندی ہلاک ہوا، بہر کیف یہ لشکر جرار کی آمد سے راجہ رائے مہیپال اداس ہو گیا چالیسویں روز دونوں طرف کی فوجیں آراستہ ہو کر جنگ میں مشغول ہو گئیں، حضرت سید سالار مسعود غازی شرف الملک کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے کہ رائے مہیپال کا لڑکا گوپال آپ کی طرف گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا اور گرز سے وار کیا آپکی ناک زخمی ہو گئی اور آپ کے دو دانت شہید ہو گئے، شرف الملک نے تلوار بلند کر کے گوپال پر ایسا وار کیا کہ اسی وقت جہنم رسید ہو گیا، حضرت نے بینی مبارک کے زخم پر رومال باندھ کر پھر جنگ میں مشغول ہو گئے، زہے شجاعت و بہادری سید سالار مسعود غازی نے بینی مبارک کے زخم کی قطعاً پرواہ نہ کی شام تک مصروف جنگ رہے اور نماز مغرب بھی اسی میدان میں ادا کی اور رات کو بھی میدان جنگ ہی میں پڑاؤ کیا بہت سے نوجوان ترک شہادت سے سرفراز ہوئے اور بہت سے کافر بھی واصل جہنم ہوئے، صبح کے وقت پھر نقارۂ جنگ بجا کر پہنچ گئے صاحب مرأت مسعودی بیان کرتے ہیں کہ سالار ابو محمد غازی اور مجاہدینِ اسلام میدان جنگ میں آئے میر سید عزالدین ہراول فوجی دستہ میں تھے، مرضیٔ مولیٰ ایک تیر آپ کے گلوئے مبارک میں لگا اور آپ شہید ہو گئے، میر سید عزالدین کی شہادت کی خبر سن کر حضرت بے چین ہو گئے، خود گھوڑا دوڑایا اور پھر تو ہر طرف امراء اور ترکان ان پر ٹوٹ پڑے کہ انہیں مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور انہیں شکست اور بہادر پروانہ وار سے لشکر کفار کو دو چار ہونا پڑا لیکن رائے مہیپال اور رائے گوپال چند دوسرے لوگوں کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑے رہے۔ کچھ لوگوں نے ان سے کہا اگر زندگی ہے تو پھر ہم جنگ کریں گے انہوں نے جواب دیا کہ آخر ہم میدان چھوڑ کر کہاں جائیں، دونوں رائے میدان جنگ میں مارے گئے عظیم فتح ہوئی اس روز دہلی کا تخت ہاتھ آیا لیکن سید سالار مسعود غازی اس تخت پر نہ بیٹھے، فرمایا میں یہ جہاد تخت و تاج کی خاطر نہیں کر رہا ہوں، ہمارا خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک راز ہے جسے وہ جانتا ہے، میر سید عزالدین کو دہلی میں دفن کیا اور ان کا

عالیشان روضہ تعمیر کرایا اور چند لوگوں کو جاروب کشی اور چراغ کی خدمت پر مقرر فرما دیا اور امیر جعفر بایزید کو تین ہزار سوار دے کر دہلی کی حکومت سپرد کر دی اور فرمایا مزید اضافہ کر لینا اور بکمال مہربانی فرمایا کہ دہلی کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنا تمہاری ذمہ داری ہے تم اس طرح راہ ورسم رکھنا کہ خلق خدا کو کوئی تکلیف نہ پہونچے، چھ مہینے سولہ روز کے بعد دہلی سے میرٹھ کی طرف لشکر کشی فرمایا، میرٹھ کے رایوں نے پہلے ہی سے سن رکھا تھا کہ سید سالار مسعود غازی کے جاں نثاروں کے مقابلہ میں کوئی شخص فتح نہیں پاتا ہے، سید سالار مسعود غازی جدھر بھی اپنے جاں نثاروں کے ساتھ رخ کرتے ہیں فتح پاتے ہیں میرٹھ کے رائیوں نے دہشت زدہ ہو کر اپنے قاصدوں کو تحائف کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ ملک آنحضور ہی کا ہے اور ہم آپ کی بارگاہ عالی کے خدمتگار ہیں، اطاعت اور خدمت قبول کرتے ہیں حضرت نے ان کی اس تواضع اور خاکساری سے خوش ہو کر ملک میرٹھ انہیں بخش دیا اور خود شان وشوکت کے ساتھ قنوج کا رخ کیا، جب قنوج کے زمیندار رائے اجیپال کو سلطان محمود نے جلاوطن کر دیا تھا تو سالار شاہو نے سلطان سے اس کی تقصیر معاف کرا کے بحال کرا دیا تھا، اس احسان کی وجہ سے اپنے قاصد کو پہلے ہی تحائف دے کر حضرت کی خدمت میں بھیجا، جب حضرت قنوج کے قریب پہونچے دریائے گنگا کے کنارے ڈیرہ ڈالا، رائے اجیپال نے اپنے بڑے لڑکے کو تحائف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا اور میزبانی کی پیشکش کی آپ نے بھی اس کی طرف بہت زیادہ التفات کیا، اجیپال کے لڑکے کو خلعت اور گھوڑے عطا فرما کر رخصت کیا اور فرمایا بحری سامان بہت جلد حاضر کرو کیونکہ ہم گنگا پار کر کے شکار کھیلیں گے، فوراً کشتیاں حاضر کر کے اطلاع دی گئی اسی وقت آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ دریائے گنگا پار کر کے اس طرف ڈیرا کریں ایسا ہی کیا گیا، اس کے بعد خود بھی دریائے گنگا پار کر کے آئے اسی وقت رائے اجیپال نے دس گھوڑے پیش کر کے اطاعت قبول کیا، حضرت نے رائے اجیپال کو خلعت خاص اور دس گھوڑے اسے مرحمت فرما کر رخصت کیا اور کہا کہ رعایا کی دلجوئی کرنا اور ہمارے لشکر کے لئے غلہ بھیجتے رہنا آنے جانے والوں کی اچھی طرح خبر رکھنا، اس کے بعد کوچ کرتے ہوئے ستر کھ کی طرف متوجہ ہوئے دسویں روز آپ ستر کھ پہونچے اور یہ مقام ناف اقلیم ہند تھا اور کفار کا بہت بڑا عبادت خانہ تھا اسی وجہ سے آپ نے ستر کھ میں اقامت

اختیار کرلیا اور ستر کھ کے اطراف وجوانب اپنی فوجوں کو متعین کیا، سید سالار سیف الدین اور میاں رجب سالار کو ایک لشکر کے ساتھ بہرائچ کی طرف دعوت ایمان اور راجہ سہیل دیو کے ظلم کے سد باب کے لئے جو بھینٹ چڑھاتا تھا روانہ کیا اور میاں رجب کے لڑکے کو آپ کی جگہ لشکر کا کوتوال مقرر کیا اگر چہ عمر میں کم سن تھے لیکن شعور اور غیرت بہت زیادہ رکھتے تھے۔ سید سالار سیف الدین غازی اور میاں رجب بہرائچ پہنچے تو آپ کی خدمت میں یہ اطلاع بھیجی کہ اس جگہ غلہ دستیاب نہیں ہو پا رہا ہے، لہٰذا غلہ بھیجئے تا کہ مجاہدین کے لئے تبلیغ دین میں آسانی ہو حضرت نے حکم کیا کہ پرگنات اور نواحی کے چودھریوں اور مکھیوں کو حاضر کیا جائے سات آٹھ پرگنوں کے چودھری اور مکھیا بارگاہ سید سالار مسعود غازی میں حاضر ہوئے سدھور کے چودھری جس کا نام ناس تھا اور امیٹھی کے چودھری جس کا نام مزہر تھا دونوں کو اپنے پاس بلایا انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کاشتکاری کرنے میں سستی نہ کرو کہ اس میں تمہاری اور رعایا کی فلاح و بہبودی ہے، نیز فرمایا کہ تم لوگ ہم سے قیمت لے لو اور غلہ ہمیں دے دینا ان لوگوں نے عرض کیا کہ پہلے ہم غلہ خدمت میں پہونچادیں اس کے بعد قیمت لیں گے آپ نے حکم دیا کہ قیمت پہلے لے لو۔ آپ نے پہلے چودھریوں اور مکھیوں کو غلہ کی قیمت ادا کر کے خلعت اور برگ تنبول (پان) مرحمت فرمایا اور کچھ لوگوں کو ان کے ہمراہ کر دیا کہ غلہ جلد لے آئیں، عبدالملک فیروز عمر کو بھیجا کہ سرجو کی رہ گزر پر ٹھہرو جس جنس کا بھی غلہ آئے اسے سالار سیف الدین کی خدمت میں بہرائچ پہنچایا جائے، اس کے بعد محی بختیار کو فردوست کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ تم کو میں نے خدا کے سپرد کیا جس جگہ بھی جاؤ حسن سلوک سے پیش آنا اگر کفار کلمۂ شہادت پڑھ لیں یا تمہارے ساتھ صلح و آشتی سے پیش آئیں بہتر ہے تم بھی شفقت کا برتاؤ کرو ورنہ پھر تم ان سے جہاد کرنا، اس کے بعد محی بختیار سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا آج کی یہ ملاقات ہے پھر معلوم نہیں ہو نہ ہو اس درد آمیز کلمہ سے دونوں حضرات آبدیدہ ہو گئے، دیر تک یہی کیفیت رہی محی بختیار رخصت ہوئے عجیب وقت اور عجیب رسوخ راہ حق میں رکھتے تھے کہ محض حق تعالیٰ کی وحدانیت کے لئے خود کو کفر کی کان میں ڈال دیتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ محی بختیار فردوست کے اکثر حصہ پر قبضہ کر کے کانور تک پہنچ گئے اور اس جگہ شربت شہادت نوش فرمایا، آپ کا مزار پُر نور کانور میں مشہور ہے، اسکے بعد امیر حسن عرب

کومہوبہ کی طرف تعینات کیا میر سید عزالدین جولال پیر کے نام سے مشہور ہیں گوپامئو اور اس کے اطراف میں تعینات کیا اور دونوں حضرات کو بطریق مذکور ہدایت فرمائی۔(ماخوذ از مرات مسعودی تاریخ سید سالار مسعود غازی وآئینہ مسعودی وانساب علویان ہند وتذکرہ محمد بن حنفیہ واولاد محمد بن حنفیہ) آپ کی شہادت بہرائچ شریف کے آخری اور فیصلہ کن جنگ میں ۱۳ر رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز ہفتہ بوقت ظہر ہوئی۔ایک قول کے مطابق سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو دفن کر کے نماز ظہر ادا کی اور ایک قول کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر نماز ظہر ادا کی۔(ماخوذ از تذکرہ محمد بن حنفیہ واولاد محمد وانساب علویان ہند)

۱۳ر رجب المرجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ کی سرزمین پر تیسری اور آخری فیصلہ کن جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے دشمن کا ایک تیر شہ رگ کو پار کرتا ہوا نکلا حیدر کا لعل زخم کی تاب نہ لا کر پشت اسپ سے نیچے تشریف لاتا ہے اور کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا اپنی جان عزیز کو مالک جسم وجان کے حوالے کر دیتا ہے اور فضل شہادت سے مشرف ہو جاتا ہے۔سید سالار مسعود غازی نے اپنے چچا کو اسی مقام پر دفن فرمایا جہاں پر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تھا آپ کی اولاد اطہار کے سلسلے میں بعض تذکرہ نگاروں نے دو صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے سید سالار منیر غازی (جنکی کنیت ابو محمد ہے) سید سالار ابوظفر رفیع الدین غازی دونوں حضرات کے مزارات گنج شہیداں منگرونڈا شریف بارہ بنکی میں ہے اور بعض نے تین صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے سید سالار ابو محمد منیر غازی سید سالار ابوظفر رفیع الدین غازی سید سالار محمد صالح۔امام الصرف علامہ غلام جیلانی اعظمی ومصنف کتب کثیرہ، علامہ نسیم بستوی نے اپنی اپنی کتاب اور مورخ جلیل علامہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے بستی'' مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور کے ص ۱۸۷ر پر، اسی طرح ماہر علوم کثیرہ غلام عبدالقادر رابع ایل ایل بی ایل ایل ایم فیکلٹی آف لاء مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ومولانا ابوطالب کٹیہار بہار اور مولانا محمد سبطین رضا سبطین مرتضوی نے تین صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے بشمول سید سالار محمد صالح مگر ظاہر یہ ہے کہ سیّد سالار محمد صالح یہ پر پوتے ہیں جیسا کہ قدیم قلمی شجرۂ نسب سادات منگرونڈا شریف وبیلکھرا سے عیاں ہے اس شجرۂ نسب کے بارے میں سید عمران حسین منگرونڈا شریف کا کہنا ہے کہ یہ پانچ سو سالہ قدیمی قلمی شجرۂ نسب ہے اور اس کی تائید بھی دوسرے قرائن سے ہوتی ہے۔مولانا سید محمد جمیل احمد

میر پور قیصر گنج کے مقالہ سے بھی عیاں ہے کہ دو صاحبزادے ہوئے اس کے علاوہ دیگر تذکرہ نگاروں نے بھی ذکر کیا ہے جس کی یہاں حاجت نہیں، آپ کا مزار مبارک موجودہ شہر بہرائچ شریف سے دس فرلانگ دور درگاہ شریف سے چھ فرلانگ کے فاصلہ پر جنوب ومغرب میں شہید ہوئے اور یہیں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔اولیائے عظام صوفیائے کرام فرماتے ہیں: کہ جس کو یہ مقصود ہو کہ سید سالار مسعود غازی اس کی دعا رد نہ فرمائیں تو پہلے وہ اس وفادار چچا کی بارگاہ میں حاضری دے اس لئے کہ یہ وہ وفادار چچا ہیں جنہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھتیجے کے حکم پر سیکڑوں تیر کھا کر سنت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادا کرتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ہے۔سید سالار مسعود غازی اس وفادار چچا کو کبھی فراموش نہ فرمائیں گے۔اکثر صوفیائے کرام و عاشقان پر تَو جمال خداوندی کو دیکھا گیا ہے کہ دربار سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضری سے پہلے حضرت سیدنا سالار سیف الدین غازی کے دربار میں حاضر ہو کر چلہ کشی فرماتے ہیں اور اذن حاضری پا کر بارگاہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں۔آپ کا عرس مبارک ۱۵ رجب المرجب کو انتہائی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے آپ کی شہادت ہم مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہدایت ہے۔(ماخوذ از مرأتِ الاسرار، مرأتِ مسعودی وغزانامہ مسعود وانسابِ علویانِ ہند)

شرکت اسمی کی بنیاد پر غلط فہمی وازالہ غلط فہمی

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف واعلیٰ بنایا ہے اسے عقل وفہم عطا کیا اور یہی خوبی اسے تمام مخلوقات سے برتر بناتی ہے لیکن انسان تو ازل سے ہی خطا کا پتلا ہے، غلطیاں کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے اور کبھی یہ بھول جاتا ہے کہ ہماری تحریر سے کوئی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ہم سے بدگمان بھی ہو سکتا ہے۔ جب تک انسان کو احساس ہوتا ہے کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے اگر چہ رجوع کر لیتا ہے مگر بہت سے حضرات رجوع سے لاعلمی کی بنیاد پر اس کی تحریر کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اسی طرح سے کئی شخصیتوں کے بارے میں بہت سارے لوگ شرکت اسمی کی بنیاد پر غلط فہمی کے شکار ہوئے انہیں میں سے کچھ حضرات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔علی عبد المنان بن محمد حنفیہ بن علی بن ابو طالب کو لاولد قرار دیتے ہوئے ایک پاکستانی مولوی نور الدین پٹھان

سلیمانی غفری زادالاعوان وباب الاعوان میں سید سالار مسعود غازی کے نسب پر کلام کیا اور یہ کہا کہ علی عبدالمنان لاولد تھے لہٰذا بطل غازی کو بیٹا قرار دینا کذب سے خالی نہیں بلکہ یہاں تک کہا کہ بطل غازی سے شجرۂ نسب ملانے والے کذاب ہیں۔ مولوی صاحب کو یہ غلط فہمی بھی شرکت اسمی کی بنا پر ہوئی ہے۔ سر سلسلۃ العلویہ عربی سہل بن عبداللہ بن داؤد بن سلیمان ابونصر البخاری نے تالیف فرمائی اور اس کی طباعت ۱۳۸۲ھ حیدریہ نجف سے ہوئی۔ کتاب ہذا کے صفحہ ۸۵/ پر ابو القاسم محمد بن علی بن ابی طالب کے عنوان سے یوں درج ہے: (سر سلسلۃ العلویہ) اعقب علی وابراہیم اولاد محمد بن علی، ثم انقرض مزید صفحہ ۸۹/ الشہید ابوالفضل العباس بن علی ابن ابی طالب کے عنوان سے درج ہے "**ذکروا ان العباس بن علی ولد عبید اللہ بن العباس من لبابہ بنت عبید اللہ بن العباس بن عبد المطلب**" تبصرہ کتاب ہذا میں علی بن محمد حنفیہ کو انقرض لکھا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت محمد حنفیہ کے علی نام کے دو فرزند تھے، علی اکبر اور علی اصغر ایک اور جگہ تین فرزند لکھے ہیں۔ علی اصغر کی اولاد نہیں ہوئی تھی جو لاولد گزرے ہیں جس کو سر سلسلۃ العلویہ نے لکھا ہے نیز علی بن محمد حنفیہ کی اولاد ہند اور مصر ہجرت کر گئی تھیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد کا شجرۂ نسب میں کچھ نسابہ نے درج نہیں کیا۔ ہند اور مصر ہجرت کرنے کی تصدیق تہذیب الانساب عربی ۴۴۹ھ و منتقلۃ الطالبیہ عربی ۴۷۱ھ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ منبع الانساب فارسی تالیف از سید معین الحق جھونسوی نے علی بن محمد حنفیہ کی اولاد درج کی ہے جس نے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد ہند میں بھی حصہ لیا۔ ہند و مصر میں علی بن محمد حنفیہ کی اولاد تہذیب الانساب، منتقلۃ الطالبیہ عمدۃ الطالب عربی بحر الانساب المشجر الوافی وغیرہ نے علی بن محمد حنفیہ کی اولاد سے علی بن علی، موسیٰ بن علی، الحسن بن علی عیسیٰ بن علی، احمد (غازی) بن علی محمد (غازی) بن علی والحسین بن علی بن محمد اسہل بن عون بن علی بن محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کا ہندوستان و مصر میں آباد ہونا درج ہے۔ جیسا کہ نسب قریش عربی میں عون بن علی بن محمد حنفیہ کی اولاد بنی عون بنی بطل درج ہے۔ (نوٹ بطل غازی ہی کا نام عون غازی ہے) اور منبع الانساب فارسی ۸۳۰ھ میں بنی عون عرف بطل غازی درج کرتے ہوئے شجرۂ نسب سالار مسعود غازی تک درج کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے جس سے یہ تصدیق ہوا کہ سید سالار مسعود غازی وہ محمد

حنفیہ کی اولاد سے ہیں اور سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد ہند میں رہے۔ مندرجہ بالا کتب سے یہ بھی تصدیق ہوتی ہے کہ علی بن محمد حنفیہ کی اولاد بنی بطل غازی کی اولاد ابونصر بخاری کی تالیف ۳۴۱ھ سے قبل ہی ہند و مصر میں آ چکی تھی اور جو مصر میں گئے تھے وہ بھی روم میں قتل ہو گئے تھے اس لیے ابونصر بخاری کا یہ کہنا کہ علی کی اولاد نہ تھی درست نہیں ہے کیونکہ کثیر نسابہ نے ان کی اولاد تحریر کی ہے۔ مزید یہ کہ نسابین نے مقبول النسب کے عنوان سے وضاحت کی ہے کہ ایسا نسب جو نسابین کے نزدیک ثابت ہو لیکن کچھ نے انکار کیا ہو تو ایسا نسب مقبول النسب ہے یعنی درست ہے۔ معاذ اللہ بعض حضرات نے رسول خدا کے شجرۂ نسب پر بھی کلام کیا ہے جو حماقت سے خالی نہیں۔ عہد محمودی میں دو مسعود نام کی نمایاں شخصیتیں تھی مسعود بن شاہو۔ مسعود بن محمود بعض تذکرہ نگاروں کو بیان احوال میں غلط فہمی ہوئی مسعود بن محمود کی بعض باتوں کو سید سالار مسعود غازی کی طرف منسوب کر دی ہے جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں، اسی طرح سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فوج میں ایک سے ایک مرد مجاہد جانباز غازیان اسلام تھے مگر بعض غازیان اسلام کے شرکت اسمی و باہم نام ہونے کی وجہ سے بسبب قلت مطالعہ یا عدم واقفیت کے بیان غازیان بہرائچ کے احوال و کوائف میں بھی غلط فہمی کے شکار ہوئے ہیں جیسے اعز الدین غازی نام کے دو مشہور غازی تھے ایک صاحب کی شہادت دہلی میں ہوئی اور وہیں پر سید سالار مسعود غازی نے دفن فرمایا اور مزار شریف پر عمدہ گنبد بنوایا اور دوسرے اعز الدین غازی کو آپ نے قنوج پہنچ کر قنوج سے اعز الدین کو گوپامئو بھیجا اور وہاں وہ شہید ہو گئے گوپامئو میں اعز الدین غازی لال پیر کے نام سے مشہور ہیں اور اسی طرح سید ابراہیم نام کے دو مشہور غازی تھے ایک سید ابراہیم غازی ان کو سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ستر کھ پہنچ کر ستر کھ سے مظفر خان کی امداد کے لئے بارہ ہزار فوج دے کر قلعہ دھند گڑھ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ وہاں پہنچ کر جنگ کی اور شہید ہو گئے تھے وہیں پر ان کا مزار قلعہ کے پچھم جانب میر سرور نامی تالاب کے کنارے ایک اونچے دمدمہ پر ہے اور دوسرے سید ابراہیم جو فوجی کیمپ کے نگراں و محافظ تھے جنکی شہادت سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد ہوئی، یہی ہیں جن کے خواب میں سید سالار مسعود غازی تشریف لائے تھے اور اپنے جسم پاک کو دفن کرنے اور راجہ سہیل دیو کو قتل کرنے کی تاکید فرمائی تھی جن کا مزار پاک بقول قاضیٔ

شرع بہرائچ علامہ محمد صدیق حسن صاحب قبلہ محلہ اکبر پورہ بقریب گھنٹہ گھر کے مرجع خلائق ہے اور بقول حبیب ملت علامہ عبدالتواب صاحب قبلہ کے کہ سکندر دیوانہ کی قبر کے متصل مزار شریف مرجع خلائق ہے اور اسی طرح سیف الدین نام کے دو مشہور غازی تھے ایک سیف الدین غازی آپ کے چچا تھے جو ہرات وغزنی سے ہجرت کر کے اپنے بیٹوں کے ساتھ تقریباً ۴۴ر ہزار فوج کے ساتھ جنگ دہلی میں شرکت کی اور دہلی سے سترکھ تک تمام جنگوں میں شریک رہے، سترکھ سے سب سے پہلے سید سالار مسعود غازی نے بہرائچ شریف میں اشاعت اسلام کے لئے آپ ہی کو مختصر سی فوج دے کر بھیجا اور آپ کے شہزادوں کو محمد غازی الدین غازی ہروی کے ساتھ منگرونڈا میں راجہ منگل سنگھ جو بھڑ قوم سے تھا اس کی طرف دعوت اسلام کی خاطر بھیجا منگرونڈا میں راجہ منگل سنگھ سے جنگ بھی ہوئی جس کا ثبوت آثار صنادید منگرونڈا ودگنج شہیداں منگرونڈا سے ملتا ہے، سادات منگرونڈا و بیلکھرا سیف الدین غازی ہی کی نسل سے ہیں اور سیف الدین غازی کی شہادت بھی بہرائچ شریف میں ہوئی۔ غزانامہ مسعود میں ہے کہ تیسری اور آخری جنگ کرتے ہوئے سیف الدین غازی ۱۳ر رجب المرجب کو شہید ہوئے یعنی سید سالار مسعود غازی کی شہادت سے ایک دن پہلے اور یہیں آپ کو سید سالار مسعود غازی نے دفن فرمایا اور دوسرے سیف الدین غازی سید سالار مسعود غازی کے علمبردار ونشان بردار تھے آپ کی آمد بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے ساتھ ہوئی اور آپ کی شہادت سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد بہرائچ ہی میں ہوئی اور آپ یہیں مدفون ہیں۔ آپ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے کہ سیدنا سیف الدین غازی نشان بردار کو سید سالار مسعود غازی نے اعتماد کرتے ہوئے علمبردار لشکر بنایا تھا، آپ نہایت تجربہ کار اور ذہین وفطین فرد فرید تھے، آپ کی شجاعت وہمت بھی بے مثال تھی آپ کو سید سالار مسعود غازی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حسب ضرورت اطراف واکناف میں لشکر بھیجتے رہنا اس کی ذمہ داری میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کے بیرونی احاطہ میں تین قبریں ترتیب سے ہیں جن میں ایک قبر حضرت سیدنا سیف الدین غازی نشان بردار کی ہے جو فوج کے علمبردار و مقام کی رہنمائی کے لئے تھے اور آپ کی شہادت سیّد سالار مسعودِ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد ہوئی۔ بعض لوگوں نے آپ کو چچا سمجھا ہے جو کہ

غلط ہے آپ کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملتا پاکستان کے ایک تذکرہ نگار نے آپ کو لاولد قرار دیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اس کے علاوہ دیگر حضرات کے بارے میں بھی بعض تذکرہ نگار شرکت اسمی وباہم نام ہونے کی وجہ سے غلط فہمی کے شکار ہوئے ہیں۔ (ماخوذ از مرأت الاسرار وغزانامہ مسعود وتاریخ سید سالار مسعود غازی وصولت افغانی وصولت مسعودی وتاریخ صالحین بہرائچ وہمارے سرکار غازی میاں وقلمی شجرہ نسب سادات منگرونڈا وبلکھرا)

فاتح منگرونڈا غازی ہرات سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فاتح منگرونڈا کو بشارت عظمیٰ: جہاد ہند کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مجاہدین ہند کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان فیض رسالت مآب سے ارشاد فرماتے ہیں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ وعدنا رسول اللہ صلی اللہُ عَلَیْہ وسلم غزوۃ الہِنْدِ فَإِنْ ادرکتھا انفَقُ فِیھَا نَفْسِی وَمَالِی فَإِنْ اقْتُل کنت افضل الشُّھَدَاءِ وَإِن ارجع فَأَنَا أَبُو ھُرَیْرَۃَ الْمُحَرِّرُ (سنن نسائی) یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے جہاد ہند کا وعدہ لیا تو وہ اگر میرے زمانے میں ہوا تو میں اپنی جان ومال قربان کروں گا، اگر مارا گیا تو بہترین شہید بنوں گا اور اگر لوٹ آیا تو میں جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا اور صحابیٔ رسول حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلی رَسُولِ اللہِ صَلّیاللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِی أَحْرَزَھُمَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ عَصَابَۃٌ تَغْزِ فِی الْہِنْدِ وَعَصَابَۃٌ تَکُونُ مَع عِیسیٰ بن مریم علیھما السّلام (سنن نسائی) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو گروہ کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما دیا ہے ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور ایک گروہ وہ ہے جو عیسی ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔

آپ کی ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت ملک افغانستان کے شہر ہرات میں ہوئی۔ **اسم مبارک وکنیت:** آپ کا اسم مبارک سید سالار منیر غازی ہے اور آپ کی کنیت بڑے

صاحبزادے کے نام پر ابو محمد ہے۔ **حسب ونسب:** آپ علوی سادات ہیں۔شجرۂ نسب یہ ہے :سید سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سالار سیف الدین غازی بن سید عطاء اللہ غازی الخ از اولاد محمد بن حنفیہ بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، **تعلیم وتربیت:** آپ کی تعلیم وتربیت اپنے آبائی وطن میں ہوئی اور یہیں نشوونما ہوئی اور یہیں جنگی امور کی تربیت حاصل کی۔ **جنگ دہلی میں آپ کی شرکت وشجاعت:** حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غزنی سے جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ سے دریائے سندھ ودرۂ خیبر کے راستہ سے ملتان واجودھن ہوتے ہوئے فتح وظفر کا پرچم بلند کرتے ہوئے دہلی کے قریب پہنچے تو وہاں سے تقریبا بارہ کوس کے فاصلے پر راجہ رائے مہیپال نے آپ کی فوج پر حملہ کر دیا اس کے لشکر جرار کی تعداد تیرہ لاکھ نوے ہزار تھی۔ وہ اپنی فوجی طاقت پر بہت ہی مغرور ومتکبر ہو گیا تھا اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی نے بھی اس کے حملے کا جواب دیا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ چھڑ گئی جو ایک ماہ سے زائد جاری رہی۔ دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی شجاعت اور جرأت ودلیری کا مظاہرہ کرتی رہیں۔مگر اس طویل اور زبردست معرکہ میں فتح اور شکست کا فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہو سکا۔ اس لڑائی میں بہت سے مسلمان مجاہدین اسلام نے زندگی کی آخری وقت تک دشمن فوج کا مقابلہ کرتے کرتے جام شہادت نوش فرمایا۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس معاملے میں بہت متفکر وملول خاطر ہوئے۔ **بارگاہ خداوندی میں تائید ونصرت کی دعا:** مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں تائید ونصرت کی دعا کی اسی عالم میں یک بیک خبر پہنچی کہ ملک افغانستان کے شہر غزنی سے حضرت سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع اہل وعیال ایک لشکر جرار تقریباً ۴۴ ہزار کی تعداد میں فوج لے کر آ پہنچے ہیں۔ اس خبر کو سن کر مجاہدین اسلام کے حوصلے بڑھ گئے، ان کی ہمت وتوانائی میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ حضرت سید سالار سیف الدین غازی اپنے صاحبزادگان سید سالار ابو محمد منیر غازی وسید سالار ابو ظفر رفیع الدین غازی وتمام مجاہدین کے ساتھ مقابل فوج پر اتنا زبردست وپُرزور حملہ کیا کہ دشمن کا لشکر پسپا ہو گیا اور اسلامی فوج کو فتح وکامرانی حاصل ہوئی اور شہر دہلی ۴۲۰ھ میں دارالاسلام بن گیا۔ **آپ کی منگرونڈا میں آمد وفتح:** آپ نے پوری زندگی اسلام کی نشر واشاعت میں صرف فرمائی، جنگ دہلی سے سترکھ بارہ

بنکی تک تمام جنگوں میں مجاہد کی حیثیت سے شرکت کی، سترکھ میں قیام کے دوران ۴۲۲ھ و ۴۲۳ھ میں سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو دعوتِ حق کے لئے مختصر سی فوج دے کر جس میں سید سالار غازی الدین غازی شہید منگرونڈا اور آپ کے برادر اصغر سید سالار رفیع الدین غازی بھی تھے دے کر منگرونڈا کے راجہ منگل سنگھ جو بھڑ قوم سے تھا اور شرک وکفر کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور لوگوں پر ظلم و جفا کے پہاڑ توڑ رہا تھا اس کے دربار میں روانہ کیا، راجہ منگل سنگھ کو حق اور ایک خدا کی بندگی کی دعوت دی راجہ منگل سنگھ دعوت حق قبول نہ کرتے ہوئے مغرور جنگ پر آمادہ ہو گیا جس کی وجہ سے میدان کارزار برپا ہوا اور اسی جنگ میں شہید منگرونڈا سید سالار غازی الدین غازی شہید ہوئے اور دیگر غازیان اسلام نے بھی جام شہادت نوش فرمایا جن کے مزارات گنج شہیداں میں مرکز تجلیات ہیں۔ بہر کیف مگر اللہ تعالیٰ نے فتح وظفر کا سہرا آپ کے سر رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے جنگ منگرونڈا میں آپ کو فتح عطا فرمائی اسی وجہ سے آپ کو زمانہ فاتح منگرونڈا کہتا ہے، بعد فتح آپ نے منگرونڈا کے اطراف و اکناف میں خوب خوب اشاعت اسلام کی مظالم کا خاتمہ فرمایا اور عدل وانصاف قائم فرمایا جس کی گواہی اطراف واکناف کے در و دیوار اور گنج شہیداں دے رہیں ہیں۔ **اولاد اطہار:** آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے صاحبزادے کا نام سید سالار محمد غازی ہے جنکی نسل کے لوگ منگرونڈا بیلکھرا، میر پور، بیراگی گاؤں۔ دیورا، پیر ہوا، کیول پور، براؤں شریف اسنگواں، پرتاب پور وغیرہ میں شاد وآباد ہیں اور دوسرے صاحبزادے سید سالار اکرام الدین غازی ہیں یعنی آپ کا فیض نسلی وروحانی دونوں طور پر جاری ہے۔ **وصال پر ملال:** آپ کا وصال پُر ملال ضلع بارہ بنکی کے منگرونڈا نامی بستی میں ہوا۔ **مزار پاک:** مزار پاک گنج شہیداں منگرونڈا شریف میں فائض الانوار ہے۔ (ماخوذ از مرأت مسعودی وغزانامہ مسعود وتذکرہ محمد بن حنفیہ واولاد محمد بن حنفیہ وقدیم قلمی شجرہ نسب سادات منگرونڈا و بیلکھرا)

سادات منگرونڈا کی آمد بیلکھرا میں اور مستقبل قیام

سادات منگرونڈا کے کچھ محافظی دستوں کے قیام وطعام اور اصطبل خانہ ومویشی کے رہائش کا انتظام بیلکھرا میں تھا اس دور میں اسی علاقے میں ایک راجہ رہتا تھا جس کا نام راجہ

دھرابند سنگھ تھا جو راجہ اوتار سنگھ کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا یہ راجہ بار بار بیلکھرا پر حملہ کرتا اور مکانات اور مویشی کو نقصان پہنچاتا اس نقصان سے بچنے کے لیے سادات منگرونڈا نے بھی دفاعی حملہ کیا جس میں راجہ دھرابند سنگھ کو شکست ہوئی اور راجہ دھرابند سنگھ ذلت ورسوائی کے ساتھ راہ فرار اختیار کی اس فتح کے بعد سادات منگرونڈا میں سے کثیر تعداد میں لوگ بیلکھرا میں آنا پسند کیا اور یہی مستقل سکونت اختیار کرلی جب سے یہاں یہ سادات گھرانا شادوآباد ہے۔(ماخوذ از، واجب العرض منگرونڈا وقدیم کلمی شجرہ نسب ساداتِ منگرونڈا بیلکھرا)

خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بیلکھرا

آپ کی ولادت باسعادت بیلکھرا۔بارہ بنکی کے علوی سادات گھرانے میں ہوئی آپ بیلکھرا۔بارہ بنکی سے ہجرت کر کے میر پور، قیصر گنج میں اقامت گزیں ہوئیں۔جس کا تذکرہ، تذکرہ نگاروں نے کچھ اس طرح کیا ہے کہ سیّد خدا بخش علوی بیلکھرا شریف سے اپنی سسرال پینا میں آئے مگر اس جگہ غیر مسلم کی تعداد تقریباً ۸۰ رفیصد تھی جس کی وجہ سے یہاں کے بہت سے مسلمان حضرات جس میں آپ کے سسرال کے لوگ بھی تھے پینا سے ریولی تشریف لائے، کچھ عرصہ تک یہاں رہے مگر ایک غیر مسلم ٹھاکر معمولی سی بات پر ایک مسلم شخص کو داڑھی پکڑ کر تھپڑ مار دیا جس کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ جہاں شریعت کی بے حرمتی ہو وہاں نہ میں رہوں گا اور نہ میری اولاد، یہاں سے ہجرت کر کے آپ قیصر گنج کے قریب کوناری بنگلہ کے پاس رہنے لگے یہاں پر آپ ایک دن سیر وتفریح کے لئے باہر نکلے تو رئیس جرول سید ذاکر مہدی سے ملاقات ہوئی سید ذاکر مہدی نے پوچھا کہ آپ یہاں کیسے؟ آپ نے پوری بات بتلائی تو سید ذاکر مہدی نے کہا کہ آپ بھی سید ہیں اور میں بھی سید، میرا بنگلہ فلاں جگہ ہے یہ لو چابی اور وہیں پر جا کر رہو اور نو سو بیگھے زمیں میں تمہارے نام کر دے رہا ہوں تا کہ تمہاری اولاد کو کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے آپ کوناری بنگلہ سے موجودہ میر پور میں رہنے لگے اس بستی کا نام بھی آپ کے قیام ونسبتِ سیادت کی بنا پر لوگ اس جگہ کو میر پور کہنے لگے۔یہاں سب سے پہلے آپ ہی اقامت گزیں ہوئے، یہاں پر آپ کی اولاد پھولی پھلی پھر چند سالوں کے بعد اسی بستی میں حجام حضرات کی آمد ہوئی اس کے بعد کچھ سالوں کے بعد خان حضرات اور دھوبی حضرات کی آمد ہوئی اور کچھ ہریجن غیر مسلم آکر آباد

ہوئے جب سے یہ بستی آباد ہے۔آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بن محمد علی علوی بن ہدایت علی علوی بن لطف اللہ علوی بن جان محمد علوی بن تاج محمد غازی علوی بن محمد داؤد علوی بن محمد قاسم شہید علوی بن سالار محمد تاج علوی بن سالار محمد علوی بن فاتح منگرونڈا سالار ابو محمد منیر غازی علوی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

آپ کی اولاد اطہار:۔آپ کے تین صاحبزادے ہوئے ۔۱۔باد اللہ علوی۔ ۲۔عبدالرحمن علوی ۔ ۳۔نوازش علی علوی، آپ کے دوسرے صاحبزادے یعنی عبدالرحمن علوی کے یہاں میر پور میں عبدالمنان علوی کی ولادت باسعادت ہوئی عبدالمنان علوی کے چار صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے بدھو علی علوی جنکی نسل سے میر پور کے علوی سادات ہیں انکی اولاد نے یہیں رہنا پسند کیا دوسرے صاحبزادے خاقان محمد علوی (عرف خان محمد علوی) ان کے تین صاحبزادے ہوئے تھے۔۱۔شمس الدین علوی۔ ۲۔علی حسن علوی۔ ۳۔خورشید علی علوی جو میر پور سے نقل مکانی کرتے ہوئے بیراگی گاؤں ہوتے ہوئے براؤں شریف میں جا کر اقامت گزیں ہوئے، بعدہٗ براؤں شریف سے شمس الدین علوی بیراگی گاؤں میں آ کر آباد ہوئے جن کی اولاد سے امام علی علوی ومسند علی علوی ہیں جنکی کی اولاد بیراگی گاؤں میں شاد وآباد ہیں۔تیسرے صاحبزادے بسالت علی علوی جنکی نسل سے پرتاب پور کے علوی سادات ہیں۔ چوتھے صاحبزادے بدرالدین علوی جو نقل مکانی کرتے ہوئے اپنے صاحبزادگان ۱۔غلام علی علوی ۲۔کیفائی علی علوی کے ساتھ بیراگی گاؤں میں جا کر آباد ہوئے جنکی نسل سے بیراگی گاؤں کے علوی سادات وپیر ہوا وکیول پور ودیورا کے علوی سادات ہیں، خدا بخش علوی کا وصال پُر ملال میر پور میں ہوا اور آپ کو یہیں سپرد خاک کیا گیا، آپ سادات میر پور وسادات براؤں شریف وسادات بیراگی گاؤں کے مورث اعلیٰ ہیں۔(ماخوذ از سیرت شعیب الاولیاء وقدیم قلمی شجرہ نسب سادات میر پور)

عالی نسب عبدالمنان علوی بن عبدالرحمن علوی میر پور

آپ کی ولادت باسعادت موضع میر پور، قیصر گنج میں ہوئی، آپ کا اسم مبارک عبدالمنان ہے، نسباً آپ ہاشمی علوی ہیں، کنیت ابوعلی ہے۔آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: عبدالمنان علوی بن عبدالرحمن علوی بن خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بن محمد علی علوی بن ہدایت علی علوی

بن لطف اللہ علوی بن جان محمد علوی بن تاج محمد علوی بن محمد داؤد علوی بن محمد قاسم شہید علوی شہید بیلکھر ابن سالار محمد تاج علوی بن سالار محمد علوی بن سالار ابو محمد منیر غازی علوی الہروی فاتح منگرونڈا الخ از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ آپ اپنے جدامجد کے سچے وارث وامین تھے آپ کی ذات اپنے زمانے میں نمایاں نظر آتی تھی آپ کا وصال پُر ملال میر پور میں ہوا اور یہی علوی سادات کے نام وقف کردہ قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لحد پر رحمت وانوار وتجلیات کی بارش برسائے۔ آمین۔ آپ کے چار صاحبزادے ہوئے بدھو علی علوی جن سے میر پور کے علوی سادات ہیں، خاقان محمد علوی جن سے براؤں شریف واسنگواں کے علوی سادات ہیں، بسالت علی علوی جن سے پرتاب پور کے علوی سادات ہیں بدرالدین علوی جن سے بیراگی گاؤں ودیورا وکیول پور وپیر ہوا کے علوی سادات ہیں۔ (ماخوذ از سیرت شعیب الاولیاء وشجرہ نسب سادات براؤں شریف وسادات اسنگواں)

بدرالدین علوی بن عبدالمنان علوی میر پور

آپ کی ولادت باسعادت موضع میر پور، قیصر گنج میں ہوئی، آپ نہایت ملنسار خوش اخلاق وصابر وشاکر تھے، سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: بدرالدین علوی بن عبدالمنان علوی بن عبدالرحمن علوی بن خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بیلکھر اشریف الخ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ غلام علی علوی، کفائی علی علوی۔ کفائی علی علوی کے صاحبزادے پیر علی علوی انکے صاحبزادے خاقان محمد علوی انکے تین صاحبزادے ہوئے۔ (۱) بلدے علی علوی جنکی نسل سے بیراگی گاؤں اور دیورا کے علوی سادات ہیں۔ (۲) حسین علی علوی جنکی نسل سے پیر ہوا کے علوی سادات ہیں۔ (۳) جہانگیر علی علوی جنکی نسل سے کیول پور کے علوی سادات ہیں آپ میر پور سے اپنے صاحبزادگان کے ساتھ نقل مکانی کرتے ہوئے آستانہ عالیہ عبدالرحمن درویش کے مزار پرانوار کے قریب روبرو بیراگی گاؤں میں آکر آباد ہوئے ہیں آپ کا وصال پُر ملال بیراگی گاؤں ہی میں ہوا اور یہیں پر سپردِ خاک ہوئے۔ بیراگی گاؤں کی آبادی کی تاریخ کچھ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے یہاں ایک ہندو پنڈت بنام بیراگی بابا رہتے تھے یہ جگہ اس وقت جنگلات اور کھنڈرات کی

شکل وصورت میں تھی یہاں ایک کنواں قدیم زمانے سے تھا جو اس وقت عالی جناب سعید احمد علوی پردھان کے مکان کے سامنے ہے یہی آبادی کا سبب بنا کچھ سالوں کے بعد یہاں حجام حضرات آکر آباد ہوئے اس کے بعد خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی جو بیلکھرا سے میر پور آکر آباد ہوئے تھے انکے پڑپوتے یعنی بدر الدین علوی بن عبد المنان علوی بن عبد الرحمن علوی بن خدا بخش علوی اپنے صاحبزادگان غلام علی علوی وکفائی علی علوی کے ساتھ آکر یہاں اقامت گزیں ہوئے کفائی علی علوی کے صاحبزادے پیر علی علوی انکے صاحبزادے خاقان محمد علوی انکے تین صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے بلدے علی علوی انکے دو صاحبزادے گلزار علی علوی وامام علی علوی، امام علی علوی کے صاحبزادے عبد الرزاق علوی جنھوں نے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منشا کے مطابق بیراگی گاؤں کے پورب جانب عیدگاہ بنوائی اس کی سنگ بنیاد بھی حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نے رکھی اور اسی کے قریب علوی برادران کے لئے ایک قبرستان کی زمین وقف کی اور آپ ہی نے گاؤں میں ایک کنواں کھدوا کر جس پر پہلی کوداری حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ماری تھی بستی کے تمامی لوگوں کو پانی بھرنے کی اجازت دی جو اس وقت عبد المتین علوی کے مکان کے احاطے میں ہے ،گلزار علی علوی کے پانچ صاحبزاے ہوئے (۱) فجر علی علوی (۲) اکبر علی علوی (۳) بندے علی علوی (۴) عبد الغنی علوی (۵) احسان علی علوی جنکی اولاد ونسل کے لوگ بیراگی گاؤں میں آج بھی آباد ہیں۔ بیراگی گاؤں میں حجام حضرات اور علوی حضرات کے بعد پھر پٹھان حضرات آکر آباد ہوئے پھر ۱۶۵۷ء کے قریب براؤں شریف سے شمس الدین علوی برادر اکبر خورشید علی علوی آکر آباد ہوئے اس کے بعد اسی طرح دیگر شیخ صدیقی حضرات اور دوسرے خاندان وقبیلہ کے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے اور یہ جگہ ایک بڑی بستی میں تبدیل ہوگئی، اسی بستی کے پورب جانب ایک درگاہ ہے جس کے گنبد سایہ تلے حضرت عبد الرحمن درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آرام فرما ہیں، جنکے مزار کی نشاندہی مصدر فیوض وبرکات منبع انوار وتجلیات ولی برحق حضرت شعیب الاولیاء حضرت مولانا محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی تھی۔ بیراگی گاؤں ہی کے عالی جناب علی رضا جو ڈاکٹر محمد علی کے جد امجد ہیں انہیں کی زمین میں موجودہ درگاہ ہے یہ جب بھی اس زمین کی جوتائی ہل بیل

سے کرتے دوسرے دن مزار کی جگہ برابر ملتی اور وہاں سے مشک وعنبر کی طرح خوشبو آتی تھی اور جب بھی پورب سے پچھّم کی طرف ہوا چلتی بستی کے لوگ معطر ہو جاتے اور ایک دوسرے سے پوچھتے کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے یہاں تک کہ دھیرے دھیرے معلوم ہوا کہ اس جگہ سے خوشبو پھوٹتی ہے جب حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد ہوئی اس بستی میں تو عالی جناب علی رضا اور گاؤں کے دوسرے حضرات حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور معروضہ پیش کیا کہ حضرت ماجرا سمجھ میں نہیں آرہا کہ زمین جوتنے کے بعد بھی برابر کیوں ہو جاتی ہے اور ہمیشہ ایسا ہی دیکھا جاتا ہے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہاں اللہ کے ایک برگزیدہ بندے ولیٔ برحق درویشِ کامل آرام فرما ہیں جن کی خدمت میں بہت سے جنات رہتے ہیں جو آج بھی مامور ہیں (عالی جناب علی رضا صاحب سے منقول ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک ہزار جنات آپ کی خدمت میں رہتے ہیں) اور فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے یہاں جنگل تھا صاحب مزار اسی میں رہتے تھے اور یہیں انتقال پُر ملال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے پھر بستی سے مزار شریف کے قریب جا کر اپنے عصا سے نشان لگایا اور فرمایا کہ مزار بنوا دینا کچھ سالوں کے بعد عالی جناب انور علی ساکن گلگرانے اپنی مراد پانے پر مزار شریف بنوایا پھر چند سالوں کے بعد شہزادۂ شعیب الاولیاء عارفِ باللہ حضرت العلام، حضرت مولانا محمد صدیق احمد علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد ہوئی تو آپ کی بارگاہ میں سدا آنند مشرا عرف مہنت پنڈت حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ میرے پاس مال ودولت بہت ہے مگر اولاد نہیں ہے لہٰذا دعا کر دیجئے کہ صاحب اولاد ہو جاؤں آپ نے فرمایا کہ گاؤں کے پورب جانب جو مزار ہے اس پر چھت بنوا دینا اور صدقہ کر دینا ان شاء اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہو جاؤ گے۔ یہاں تک کہ مہنت پنڈت اپنی مراد پانے پر چار ستون چاروں جانب کھڑا کروا کے چھت بنوا دیا بعدہٗ اللہ تعالیٰ نے مہنت پنڈت کو ایک بعد دیگر چار لڑکے اور دو لڑکیاں عطا کی۔

لائق علی علوی بن عبدالغنی علوی عرف علوی ٹھکیدار

آپ کی ولادت باسعادت بیراگی گاؤں میں ہوئی آپ بیراگی گاؤں کے درویش

خیال اور بااثر لوگوں میں سے تھے، آپ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند اور بزرگوں کے نہایت مودب اور ملنسار تھے، مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند تھے، یہی وجہ ہے کہ قطب براؤں شریف حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بھی بیراگی گاؤں تشریف لاتے قیام وطعام کا انتظام آپ ہی کے دولت کدہ پر ہوتا۔ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد صدیق احمد علوی (جنکے مرید ہمارے علاقہ میں بعض جگہ بر بنائے ارادت صدیقی لکھتے ہیں جو کہ (عرف کے خلاف اور شرعاً منع ہے) یہ بھی جب بیراگی گاؤں تشریف لاتے تو آپ ہی کے گھر قیام وطعام کا انتظام وانصرام ہوتا۔ لائق علی علوی کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے دوسرے بیٹے عبدالصمد علوی قیام وطعام کا انتظام وانصرام کرتے رہے اسی محبت کی وجہ سے خلیفہ صاحب قبلہ نے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کرتا شریف عبدالصمد علوی کو دیا اور فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مرض آن پہنچے یا تمہارے پاس کوئی مریض آئے تو اس کو پانی میں ڈال کر پی لینا اور اگر دوسرے کو ہو تو پلا دینا ان شاء اللہ تعالیٰ جلد شفاء مل جائے گی۔ عبدالصمد علوی ہی کے حیات میں خلیفہ صاحب قبلہ طاہر علی علوی کے خواہش پر ان کے گھر قیام فرمانے لگے لائق علی علوی کا شجرہ نسب عبدالمنان علوی پر جا کر حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: لائق علی علوی بن عبدالغنی علوی بن گلزار علی علوی بن بلدے علی علوی بن خاقان محمد علوی بن پیر علی علوی بن کفائی علی علوی بن بدرالدین علوی بن عبدالمنان علوی بن عبدالرحمن علوی بن خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بن محمد علی علوی بن ہدایت علی علوی بن لطف اللہ علوی بن جان محمد علوی بن تاج محمد غازی علوی بن محمد داؤد علوی بن محمد قاسم شہید علوی بن سالار محمد تاج علوی بن سالار محمد علوی بن سالار ابو محمد منیر غازی علوی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزار اطہر منگرونڈا شریف، بارہ بنکی، یوپی۔ سید سالار ابو محمد منیر غازی علوی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہرات وغزنہ سے ہجرت کر کے جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے اپنے والد محترم سیدنا سیف الدین غازی کے ساتھ جنگ دہلی میں شریک ہوئے اور بھارت کے مختلف جنگوں میں شرکت کرنے کے بعد ستر کھ سے بحکم سید سالار مسعود غازی منگرونڈا میں اپنے برادران اور سید غازی الدین غازی کے ساتھ راجہ منگل سنگھ اور اس کی افواج کو وعظ ونصیحت کی غرض سے منگرونڈا کے لیے روانہ کیا۔ آپ

نے وعظ ونصیحت کی اور راجہ منگل سنگھ سے جنگ بھی ہوئی مگر فتح یابی آپ کو حاصل ہوئی۔ بعد فتح آپ یہیں اقامت گزیں ہوئے جنکی اولاد منگرونڈا، بیلکھرا، میر پور، براؤں شریف بیراگی گاؤں، کیول پور، پیر ہوا، دیورا، پرتاب پور، اسنگواں میں آباد ہیں۔ (ماخوذ از انساب علویان ہند وسیرت شعیب الاولیاء وشجرہ نسب سادات منگرونڈا و بیلکھرا)

سید سالار ابو محمد منیر غازی ہی کی نسل سے لائق علی علوی ہیں اللہ تعالیٰ نے لائق علی علوی کو بہت مال ودولت سے نوازا تھا ذریعۂ معاش جنگل کے ٹکڑے کا ٹھیکا لیتے تھے، گرنٹ بدلا کے پاس ٹھیکا لیا کتنیا اور چردہا و دیورا میں اور مہولی اور رانی پور کے بیچ میں جنگل تھا جسکا ٹھیکا لیا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے جنگلات میں ٹھیکا لیا ہے۔ راجا نانپارہ نے آپ کو چردہا کے پاس ۱۷ گاؤں کی لگان وصول کرنے پر ۵ سال کے لئے حاکم بنایا تھا، آپ گھوڑے کے بہت شوقین تھے۔ ایک مرتبہ آپ اتنا عمدہ گھوڑا لائے کہ راجا نانپارہ نے کہا لائق علی علوی یہ گھوڑا جتنے میں لائے ہو مجھ سے پیسے لے لو اور مجھے دے دو آپ نے کہا ۳۵۰ چاندی کے سکے میں لایا ہوں۔ راجہ نانپارہ نے پانچ سو چاندی کے سکے دیئے اور کہا کہ دوسرا گھوڑا لے لینا۔ آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز بہت تزک واحتشام کے ساتھ کرتے تھے اور نیاز میں قرب وجوار کے لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے تھے آپ نے دو نکاح کیا تھا۔ پہلا نکاح عبدالستار کی شہزادی زلیخا بی علوی سے ہوا جن سے مشتاق احمد علوی، عبدالصمد علوی، عبدالمتین علوی اور دو صاحبزادی رسول باندی وخیر النساء بی ہوئیں اور دوسرا نکاح محمد رفاقت علی علوی کی شہزادی اسلامہ بی سے ہوا جن سے فائق علی علوی اور عائشہ بی علوی ہوئیں۔ اسلامہ بی علوی نہایت صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں اور تلاوت قرآن مجید کی بہت شائقہ تھیں اور کثرت کے ساتھ تلاوت قرآن مجید کرتی تھیں اور آپ نے وصال کے وقت وصیت کی تھی کہ میری قبر میں قرآن مجید رکھ دینا۔ لائق علی علوی کے کل چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں جنکی اولاد بیراگی گاؤں میں شاد وآباد ہیں۔ وصال پُر ملال ۱۳۹۹ھ بمطابق ۔۔۔ کو ہوا آپ کو بیراگی گاؤں ہی کے علوی قبرستان میں جو عبدالرزاق علوی نے وقف کیا تھا جو بستی کے پورب جانب عیدگاہ سے متصل واقع ہے اسی میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ

راجعون۔ (ماخوذ از۔سیرتِ شعیب الاولیاء وانساب علویان ہند)

□

سید سالار سیف الدین غازی کی نسل کے مشہور افراد

فاتح منگرونڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سالار سیف الدین غازی بن عطاء اللہ غازی الخ۔از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ان کی مزار اطہر گنج شہیداں منگرونڈا شریف بارہ بنکی میں ہے۔سید سالار ابو ظفر محمد رفیع الدین غازی بن سیف الدین غازی بن عطاء اللہ غازی الخ۔از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ان کی بھی مزار اطہر گنج شہیداں منگرونڈا شریف بارہ بنکی میں ہے۔شہید بیلکھرا سید محمد قاسم شہید بن سید محمد تاج بن سید سالار محمد بن سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سیف الدین غازی الخ از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔مزار اطہر بیلکھرا شریف بارہ بنکی سید محمد صالح بن سید سالار محمد بن سید سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سالار سیف الدین غازی الخ از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔سید محمد صالح کی مزار اطہر رُدولی شریف بقریب جامع مسجد ردولی شریف میں مرجع خلائق ہے انکی اولاد میں اکثر فی الحال معاذ اللہ شیعہ ہو گئے ہیں۔یاد رہے صالح نام کے ردولی شریف میں دو بزرگ ہیں۔حضرت مصدر فیوض وبرکات منبع انوار وتجلیات حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی بن فجر علی بن خورشید علی بن خاقان محمد بن عبد المنان بن عبد الرحمن بن خدا بخش بن سالار بخش بن محمد علی بن ہدایت علی بن لطف اللہ بن جان محمد بن تاج محمد غازی بن محمد داؤد بن محمد قاسم شہید بیلکھرا ابن محمد تاج بن سالار محمد بن سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سالار سیف الدین غازی بن عطاء اللہ غازی الخ از اولاد محمد حنفیہ بن مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔(ماخوذ از انساب علویان ہند، محمد بن حنفیہ واولاد محمد بن حنفیہ، تذکرہ علماء بستی، وقدیم قلمی شجرہ نسب سادات منگرونڈا وبیلکھرا)

سیّد سالار محمد غازی الدین غازی شہید منگرونڈا

آپ کی ولادت باسعادت ملک افغانستان میں ہوئی اور تعلیم وترتیب بھی آبائی وطن ہی میں ہوئی۔آپ کا شجرہ نسب یہ ہے: سید سالار محمد غازی الدین غازی بن صغیر الدین غازی

بن طوطور غازی بن محمد اشرف غازی بن عمر غازی بن آصف غازی بن علی عبدالمنان غازی بن محمد بن حنفیہ غازی بن مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم یعنی آپ کا شجرۂ نسب محمد اشرف غازی پر سید سالار مسعود غازی کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے دریائے سندھ عبور کرنے کے بعد سے لیکر سترکھ تک تمام جنگوں میں شریک رہے۔ سید سالار مسعود غازی سترکھ میں پہنچنے کے بعد آپ کو اور آپ کے ساتھ ایک فوجی دستہ دے کر منگرونڈا جو بیلکھرا کے قریب ہے وہاں پر بھڑ قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا جس میں سیّد سالار سیف الدین غازی کے دو بیٹے بھی تھے سید سالار ابو محمد منیر غازی سید سالار ابوظفر رفیع الدین غازی اور دیگر مجاہدین بھی شامل تھے منگرونڈا پہنچ کر بھڑ قوم کو دعوت اسلام دی مگر وہ اسلام نہ قبول کرتے ہوئے جنگ پر آمادہ ہوگئے اور کہا کہ یہاں تمہارے لئے جگہ نہیں ہے یہاں تک کہ میدان جنگ گرم ہوا اور دونوں طرف کی فوج مقابل میں آئی اور بہت سے کفار کو تہ تیغ کیا اور بہت سے مجاہدین بھی شہید ہوئے جہاں پر جنگ ہوئی تھی اس جگہ کو وہاں کے لوگ گنج شہیداں کہتے ہیں۔ گنج شہیداں بارہ بنکی میں منگرونڈا نامی بستی کے پورب جانب ایک عظیم الشان کہنہ مقبرہ ہے اسی جگہ سید سالار محمد غازی الدین غازی اور سید سالار ابو محمد منیر غازی و سالار رفیع الدین غازی لشکر اسلام کے ساتھ آئے تھے۔ راجہ منگل سنگھ جو راجہ قنوج کے باجگزار تھا اور بھڑ قوم کو دعوت اسلام دی مگر اسلام نہ قبول کرتے ہوئے جنگ پر آمادہ ہوگئے ۔ ۴۲۳ھ کے موقع پر جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں یہ جگہ گنج شہیداں کہلائی جس میں بعض مزارات کی تعمیر سادات منگرونڈا نے کی ہے مگر اب مزارات بطور نشان ہی باقی ہیں اسی میں سید سالار ابو محمد منیر غازی اور اسی میں سید سالار رفیع الدین غازی و دیگر شہداء اسلام مدفون ہیں، یہ وہ بابرکت مقبرہ ہے جس میں لاتعداد شہدائے اسلام محو خواب ہیں، جن میں کچھ تو ایسے ہیں جن کی نماز جنازہ و تدفین سید سالار محمد غازی الدین غازی و سید سالار ابو محمد منیر غازی نے کی اور کچھ ایسے ہیں جنکی تدفین سید سالار رفیع الدین غازی نے کی، خدائے پاک ان سب شہداء اسلام کے مزارات پر اپنی رحمت و سکینہ نازل فرمائے۔ (ماخوذ از شجرہ نسب سادات منگرونڈا و بیلکھرا)

سید سالار محمد قاسم شہید بیلکھرا:۔ سید سالار محمد قاسم شہید کی ولادت باسعادت منگرونڈا میں

ہوئی، آپ نہایت صالح، عابد وزاہد وعابد شب زندہ دار تھے، آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: سید سالار محمد قاسم شہید بن سید سالار محمد تاج بن سید سالار محمد بن سید سالار ابو محمد منیر غازی بن سید سالار سیف الدین غازی بن عطاء اللہ غازی۔آپ کی شہادت بیلکھرا میں ہوئی آپ شہید بیلکھرا کے نام سے مشہور ہیں۔

سیدنا سالار سیف الدین غازی

سیدنا سیف الدین غازی پر سید سالار مسعود غازی نے اعتماد کرتے ہوئے علمبردار لشکر بنایا تھا، آپ نہایت تجربہ کار اور ذہین وفطین فرد فرید تھے، آپ کی شجاعت وہمت بھی بے مثال تھی، آپ کو سید سالار مسعود غازی نے یہ بھی فرمایا تھا، حسب ضرورت اطراف و اکناف میں لشکر بھیجتے رہنا اس کی ذمہ داری میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں، سید سالار مسعود غازی کی فوج میں دو سیف الدین نام کے بڑے بطل جلیل گزرے ہیں اور دونوں حضرات کی شجاعت وہمت کی داد لشکر مسعودی دے رہی تھی ان دونوں حضرات پر سید سالار مسعود غازی کو کافی اعتماد تھا مرضیٔ مولیٰ کی دونوں حضرات کی شہادت بہرائچ شریف ہی میں ہوئی اور دونوں حضرات کے مزارات بھی یہیں مرجع خلائق ہیں۔سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کے بیرونی احاطہ میں تین قبریں ترتیب سے ہیں جن میں ایک قبر حضرت سیدنا سالار سیف الدین غازی کی ہے جو فوج کے علمبردار و مقام کی رہنمائی کے لئے تھے اور آپ کی شہادت سیّد سالار مسعودِ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد ہوئی، بعض لوگوں نے آپ کو چچا سمجھا ہے جس کی وجہ سے غلط فہمی کے شکار ہو گئے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔یہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا نہیں ہیں۔سید سالار مسعود غازی کے چچا کی شہادت ۱۳/رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز ہفتہ بوقت ظہر ہوئی ہے اور ان کا مزار درگاہ شریف سے چھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔سیدنا سالار سیف الدین غازی کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملتا۔

گنج شہیداں

مزار سید سالار مسعود غازی کے اندرونی احاطہ میں پچھّم کی طرف ایک عظیم الشان

کہنہ گنبد ہے جس کی تعمیر بھی سیّد سالار مسعودِ غازی کے گنبد کے ساتھ ہوئی، یہ وہ بابرکت کنواں ہے جس میں لاتعداد شہدائے اسلام محوِ خواب ہیں، جن میں کچھ تو ایسے ہیں جن کی نماز جنازہ سید سالار مسعود غازی نے پڑھائی اور ان کی خود تدفین کی اور کچھ ایسے ہیں جو حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری کے ہاتھوں دفن ہوئے، خدائے پاک ان سب پر اپنی رحمت وانوار تجلیات کی بارش برسائے۔آمین

حضرت امیر خضر

حضرت سیدنا امیر خضر رضی اللہ عنہ سید سالار مسعود غازی کے خادم خاص اور مجاہدین اسلام کے اہم ترین صاحب تدبیر افراد میں سے ہیں، آپ کی عقل وخرد ودیانت داری کی بنیاد پر سید سالار مسعود غازی نے خزانچی کے عہدہ پر فائز فرمایا تھا۔ ۴۲۴ھ کی آخری جنگ عظیم جو بہرائچ کے ہر طرف پھیلی ہوئی تھی موجودہ انارکلی جھیل کے اتری کمان پر جو انارکلی جھیل سے اتر کی جانب لگ بھگ ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے، آپ نے جام شہادت نوش فرمایا، مزار پاک قبولیت دعا کا مرکز ہے، اہل اللہ زیارت کے لئے برابر تشریف لاتے ہیں اور حضرت امیر خضر کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔(ماخوذ از تاریخ صالحین بہرائچ)

گنبد واقع عیدگاہ درگاہ شریف

زنجیری دروازہ سے نکل کر مغرب کی طرف چلیں تھوڑی دور چلنے کے بعد مزارات شہداء سے گزرتے ہوئے عیدگاہ نظر آئے گی، جس کے اتری حصہ میں بے شمار مزارات آج بھی ہیں۔اس عظیم الشان گنبد میں ایک مزار پاک جس کا نام و پتہ نہ مل سکا، صرف تخصیص مکانی سے خصوصیت ذاتی سمجھ میں آتی ہے۔

قدم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

درگاہ شریف کے زنجیری پھاٹک سے باہر ہو کر سیدھے دکھن کی جانب ایک کہنہ و پختہ

چار عظیم گنبدوں پر مشتمل ایک پرشکوہ دیدہ زیب عمارت نظر آئے گی جس میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پاک اور دست مبارک کے نشانات ہیں، اس کا مستقل انتظام بھی درگاہ شریف کے حوالے ہے، مغربی دروازہ کے دکھن طرف ایک عالیشان مسجد بھی ہے احاطۂ قدم رسول میں متعدد مزارات بھی ہیں جو شہدائے اسلام کی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب پر اپنا فضل فرمائے۔

اس عمارت کی تعمیر کے حوالے سے محمد عباس خاں شیروانی لکھتے ہیں کہ یہ عمارت شاہان اودھ کے زمانے کی ہے، حاکم بہرائچ نے اپنے متعلقین کو رکھنے کے لئے بلا اجازت شاہ اودھ تعمیر کرایا تھا مگر جب بادشاہ اودھ نے اس پر اعتراض کیا تو مشہور کر دیا کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے اس وجہ سے تعمیر کی بابت تو ہم یقینی طور پر کچھ عرض نہیں کر سکتے۔ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ یہ عمارت شاہان اودھ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی اور غالباً بندہ علی خاں یا مہدی علی خاں حاکم بہرائچ نے تعمیر کرائی کیوں کہ انھیں دونوں حاکموں کے زمانہ میں خدام کی معافیات کا اعادہ بھی ہوا۔

(ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۱۶۳)

گنج شہداء

قدم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نکل کر پھر سڑک پر آ کر دکھن ہی کی طرف چلئے اور کنڈ تالاب کے پاس آجایئے، اس وقت وہاں پر ایک چھوٹی سی پلیا بنا دی گئی ہے، سڑک کے مغرب کی طرف ایک قناتی مسجد اور اس کے آس پاس بیشمار مزارات ہیں، جو گنج شہداء کے نام سے مشہور ہے، پھر اور آگے چل کر محلہ بخشی پورہ حافظ حیرت شاہ کے مزار کے پچھم طرف بھی گنج شہداء کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

حضرت عالم شہید

شاہی گھنٹہ گھر سے قاضی پورہ روڈ پر جاتے ہوئے تقریباً ۵۰ رقدم چلنے کے بعد داہنی طرف لب سڑک ایک عظیم الشان مرقد مبارک ہے جو حضرت عالم شہید کے نام سے مشہور ہے، آپ نے ۴۲۴ھ کی آخری فیصلہ کن لڑائی میں پچھمی ہائی کمان کی کمانڈری فرماتے ہوئے جام

شہادت نوش فرمایا اور مقام شہادت ہی پر مدفون ہوئے آپ کا مزار اطہر بھی مرجع خلائق ہے، آپ کے مزار پاک سے متصل ہی عالیشان مسجد ہے جو مسجد عالم شہید کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

حضرت خنجر شہید

حضرت خنجر شہید کی مزار اطہر منبع انوار و تجلیات ہے، شہادت ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ مزار پاک شاہی گھنٹہ گھر کے پورب سڑک کے درمیان چہار دیواری میں واقع ہے۔ حضرت خنجر شہید حضرت سیدنا سالار مسعود غازی کے ہمراہ ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ کی آخری جنگ عظیم میں بہرائچ سے دکھن لکھنؤ روڈ پر واقع بمقام کوناری بنگلہ بقریب میر پور شہید ہوئے، مگر اس سرزمین پر آپ کا سر مبارک تن سے علیحدہ کر دیا گیا جو اسی جگہ مدفون ہے، مگر پشت اسپ پر سوار رہتے ہوئے بہرائچ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس مقام پر جہاں آپ کا مزار مبارک ہے یہ خبر محسوس ہوئی کہ میرا سردار و مقتدا شہید ہو چکا ہے، آپ گھوڑے سے نیچے تشریف لاتے ہیں اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے، آپ کا مزار مبارک شاہی گھنٹہ گھر کے پورب چوک بازار سے درگاہ روڈ پر جاتے ہوئے درمیان سڑک پر ایک خوبصورت چہار دیواری کے درمیان واقع ہے خلق خدا اس مزار اطہر سے فیض لازوال پاتی ہے، انگریز حکمراں نے کئی بار سڑک سیدھی کرنے کیلئے آپ کی تربت کے ساتھ توہین کی غرض سے آگے بڑھے، مگر قدرت نہ پا سکے، رب کی طرف سے ایسی کاری ضرب لگی کہ سڑک تو ٹیڑھی کر لیا، مگر مزار مبارک کی توہین نہ کر سکے، اور کیسے کر سکتے تھے۔

رب کائنات نے اپنی بارگاہ میں شہید ہونے والوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ زندوں سے زیادہ تصرف کے مالک ہوتے ہیں، آج بھی خنجر شہید درمیان سڑک پر آرام فرما ہو کر اپنی حکومت کا سکہ قلوب انسانی پر قائم فرما رہے ہیں، آپ کے مزار مبارک سے قریب ایک مسجد مسجد خنجر شہید کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم شہید بارہ ہزاری

آپ سیدنا سالار مسعود غازی کے استاذ محترم ہیں، آپ کو استاذ ہونے کا شرف

حاصل ہے، آپ خود اپنے شاگرد کی خداداد صلاحیت پر فخر فرماتے ہوئے حیات کے آخری لمحہ تک ساتھ رہے اور بعد شہادت سید سالار مسعود غازی کے آپ نے بھی جامِ شہادت نوش فرمایا، آپ ہی نے سید سالار مسعود غازی کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ ہی نے دفن فرمایا اور آپ ہی نے راجہ سہیل دیو کو تہ تیغ کیا بعدہ آپ بھی جہاد فی سبیل کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

سید ابراہیم کی بہرائچ شریف میں شہادت

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد آپ کے تمامی ساتھیوں نے مرتبۂ شہادت حاصل کر لیا تھا لیکن دو تین وفادار جو آپ کے باغ میں زخموں سے چور پڑے تھے کسی صورت سے گرتے پڑتے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے پاس پہنچے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے فوجی کیمپ کے نگراں و محافظ تھے۔ سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کا یہ فوجی کیمپ میدان جنگ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا جب حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کی خبر سنی تو شدت غم سے بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے بعد اب زندگی کس کام کی ہے ہمیں بھی ان پر فدا ہو جانا چاہئے، آپ کے تمامی ساتھیوں نے آخری دم تک آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کا خوبصورت خواب: حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کی یاد میں رات بھر مصروف رہے، رات کے آخری حصہ میں آپ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہو گئی، آپ نے خواب میں دیکھا کہ پہاڑ کے مانند ایک بہت ہی اونچی جگہ ہے جو جنت کے پھولوں سے سجی ہوئی ہے، فضا بہت ہی نورانی اور خوشگوار ہے اور ایک بہت ہی خوبصورت نورانی تخت پر مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سرخ نورانی لباس پہنے ہوئے تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے تمامی شہداء بہشتی لباس پہنے آپ کے اردگرد جمع ہیں۔ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے بہت کوشش کی کہ سیّد سالار مسعودِ

غازی علیہ الرحمہ تک پہونچ جائیں۔لیکن جب کامیاب نہ ہوسکے تو دور ہی سے آواز دی سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ سید ابراہیم ابھی تمہیں کچھ کام کرنا ہے تمہاری حاضری اس مجلس میں کل ہوگی، یہ فرما کر سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ اٹھے اپنی گھوڑی پر سوار ہوکر کسی طرف روانہ ہوگئے۔حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ آپ کے پیچھے دوڑے اور عرض کیا کہ حضور میرے لئے کیا حکم ہے؟ سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہمارا جسم ظاہری ہمارے باغ میں مہوئے کے درخت کے نیچے موجود ہے وہیں پر میرے سکندر دیوانہ کی لاش بھی پڑی ہے۔ میری گھوڑی کی بھی چھلنی بدن لاش وہیں پڑی ہے اور کچھ شہدائے کرام بھی وہیں پڑے ہیں آپ جائیں میرے جسم کو وہیں مہوے کے درخت کے نیچے چبوترے پر دفن کردیں میرے سکندر دیوانہ کو میرے پہلو میں اور وہیں میری گھوڑی کو بھی دفن کریں اور جو شہدائے کرام ہیں انہیں بھی مناسب مقام پر دفن کریں اور رائے سہیل دیو سے ہمارے خون کا بدلہ لیں اور ان شاء اللہ کل تمہیں بھی شہادت کا شرف حاصل ہوجائے گا۔یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ بیدار ہوگئے چونکہ آپ خواب میں عالم باطن کی سیر کر چکے تھے اس خواب نے آپ کے حوصلے اور شوق شہادت کے جذبہ کو دوبالا کردیا۔اٹھ کر غسل فرمایا نیا قیمتی لباس پہنا عطر لگایا اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ میں اور چند بیلداروں کو لیکر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت گاہ کی جانب چل پڑے سب سے پہلے مہوئے کے درخت کے نیچے چبوترہ پر جہاں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ تشریف رکھا کرتے تھے۔اس چبوترہ پر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو دفن فرمایا۔ پہلو میں حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ کو دفن فرمایا قریب ہی مناسب جگہ پر گھوڑی کی لاش کو دفن کیا بقیہ دوسرے شہدائے کرام کو تالاب سورج کنڈ میں ڈال کر ان کی مبارک لاشوں کو مٹی سے چھپادیا تا کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور کوئی بے حرمتی نہ کرسکے۔اسی دن سے سورج کنڈ نور اسلام سے روشن ومنور ہوگیا۔حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے سکندر دیوانہ کی قبر سے متصل ہی ایک قبر اپنے لئے تیار کرائی اور وصیت فرمائی کہ شہادت کے بعد مجھے اس قبر میں دفن کیا جائے آپ ان امور سے فارغ ہوئے تھے کہ رائے سہیل دیو یہ خبر پاکر کہ ابھی سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے کچھ جانباز ساتھی موجود ہیں اور جنگ کے لئے تیار ہیں، غصہ میں آکر اپنے لشکر کو مسلح کیا اور میدان جنگ میں آگیا۔اسے دیکھتے

ہی حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے اسے للکار کر کہا اگر بہادر ہے تو مقابلہ میں آ۔ سہیل دیو نے طیش میں آ کر حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے اس کا وار خالی دیکھ کر تلوار سے ایسا زبردست وار کیا کہ سہیل دیو کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف کے لشکروں میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گی۔ دوران جنگ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے بھی شہادت پالی آپ کے ساتھیوں نے حضرت سکندر دیوانہ علیہ الرحمہ کے پہلو میں تیار شدہ قبر میں آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق دفن کر دیا آپ کے بقیہ ساتھی بھی جوش وخروش کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ صرف چند خدمت گار اور سیّد سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ کے دو غلام میدان جنگ سے بچ کر آئے اور آخری دم تک سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی قبر شریف کی مجاوری کرتے رہے، غازی میاں کی شہادت کے بعد آپ کے وہ وفادار ساتھی جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ واشاعت میں مصروف تھے ان پر مخالفین نے یلغار کی اور انہوں نے بھی یکے بعد دیگرے جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہوئے بہت سی جگہ پر شہادت کا شرف حاصل کیا اور بہت سی جگہ پر غالب آئیں جن کی نسلیں آج بھی باقی ہیں۔ (ماخوذ از ماھنامہ القدس غازی میاں نمبر ۹۲ تا ۹۵)

دیگر شہداء کی قبروں کے نشانات بھی پائے جاتے ہیں جن کا کسی کو علم نہیں ہے، اس طرح شہر میں نہ جانے کتنے شہیدان محبت کے مزارات طیبات کے نشانات اور بوسیدہ خانقاہیں پائی جاتی ہیں جن کا شمار دشوار ہے، حد یہ ہے کہ بہرائچ اور اس کے قرب وجوار میں کوئی ایسی جگہ نہ مل پائے گی کہ حتمی طور پر کہا جا سکے کہ یہ جگہ شہیدوں کی نہیں ہے، حضرت سیدنا ابو جعفر افضل الدین امیر ماہ کے قول وفعل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ تاریخ فیروز شاہی سے عیاں ہے۔

سید ابراہیم اور قلعہ دھند گڑھ

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ستر کھ کی آب وہوا بہت پسند آئی اور آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہیں قیام کر کے یہیں سے جگہ بہ جگہ تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین اسلام کی جماعتیں بھیجی جائیں۔ ابھی آپ کے قیام کو چند روز ہی گذرے ہوں گے کہ قلعہ اجمیر شریف کے گورنر مظفر خاں کی جانب سے اطلاع ملی کہ اجمیر شریف کے قریب قلعہ دھند گڑھ کے گورنر کو

رائے دین دیال اور رائے اجے پال اور ساتھ ہی اجمیر شریف کے قرب و جوار کے کئی راجاؤں نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ گھیر رکھا ہے اور قلعہ دھند گڑھ کے گورنر دوست محمد خاں قلعہ میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں جتنی جلد ہو سکے ان کی مدد کی جائے۔ اطلاع ملتے ہی سید سالار مسعود غازی نے اپنے خاص مشیر کاروں کو مثلاً حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری، میر ہاشم، نجم الملک، عین الملک، سراج الملک، نظام الملک، نصر الملک، میاں رجب سالار نیز اپنے چند رشتہ داروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ قلعہ دھند گڑھ کے گورنر دوست محمد خاں کی مدد کے لئے کس کو بھیجا جائے۔ آپ نے اپنی رائے پیش کی کہ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ میرے رشتہ دار ہونے کے علاوہ اجمیر شریف کے گرد و نواح سے اچھی طرح واقف ہیں اگر آپ لوگ پسند کریں تو یہ مہم ان کے سپرد کر دیں سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا حضرت سید ابراہیم ہر صورت سے اس مہم کے لئے بہتر ہیں۔ چنانچہ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کو بارہ ہزار فوج دیکر اور ساتھ میں حضرت سید بدیع الدین سید محمود صمد اور سید حمید کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیا راستہ میں جلیسر کے مقام پر ''سنا'' نامی ایک مخالف نے ۲۰ ہزار کی فوج لیکر حضرت سید ابراہیم کا راستہ روکنا چاہا لیکن آپ کے ایک ہی حملہ میں اس نے راہ فرار اختیار کی البتہ حضرت سید ابراہیم کے خاص معتمد میاں عزیز الدین علیہ الرحمہ نے اس مقابلہ میں شہادت پائی۔ آپ کا مزار شریف قلعہ جلیسر کے اوپر ہے۔ جب حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ قلعہ دھند گڑھ کے قریب پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ ٹھہر گئے تو قلعہ اجمیر شریف کے گونر مظفر خان کو اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ رات آپ نے یاد الٰہی میں بسر کی اور صبح کی نماز کے بعد اپنے لشکر کو صف بستہ کر کے میدان جنگ میں آ گئے مخالفین کے لشکر کی تعداد تقریبا دو لاکھ تھی لیکن شام تک کی گھمسان کی جنگ کے بعد مخالفین کو شکست ہوئی۔ آپ قلعہ کے اندر داخل ہوئے شیخ دوست محمد سے ملاقات کی اور انہیں تسلی و تشفی دی آپ کے قیام کو یہاں ایک ہفتہ گذرا تھا کہ رائے دین دیال کی بھاگی ہوئی فوج کو لیکر دوبارہ پھر حملہ آور ہوا لیکن شکست کھا کر پھر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے بھائی تیج پال کے قلعہ خام میں پناہ لی حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے قلعہ خام کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی سخت معرکہ آرائی ہوئی لیکن دن بھر کی جنگ کے بعد رائے تیج پال کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور بچی کھچی فوج کو لیکر بھاگ کھڑا ہوا اس

معرکہ میں آپ کے لشکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شہادت پائی خصوصاً آپ کے چند معتمد ساتھی حضرت سید محمد صمد، حضرت سید بدیع الدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہادت کا شرف حاصل کیا حضرت سید ابراہیم کی شہادت قلعہ کے پچھّم جانب میر سرور نامی ایک تالاب کے کنارے آپ کے لشکریوں نے خیمے لگا دیئے اور حضرت سید ابراہیم کے لئے تالاب کے کنارے ایک اونچا دمدمہ بنا کر اس پر آپ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا جب آپ اس خیمہ کے اندر تشریف لے آئے تو فرمایا اس دمدمے سے مجھے محبت کی خوشبو آ رہی ہے چاہتا ہوں کہ اس دمدمے پر اپنے رہنے کے لئے مستقل مکان بناؤں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے لشکریوں سے فرمایا کہ وہ آرام کریں اور میں اپنے اس خیمہ میں اپنے معبود حقیقی کی یاد میں مصروف رہوں گا۔ میرے خیمے کے اندر کوئی آنے نہ پائے یہ فرما کر آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ رات کا وقت تھا آپ کے لشکری بھی آرام کر رہے تھے کہ اچانک رائے تیج پال اور اس کے بھائی رائے کرن نے ایک ہزار آدمیوں کو لیکر نہایت خاموشی سے شب خون مارا۔ آپ سجدہ میں تھے کہ رائے کرن نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کے ساتھ آپ کے سگے بھائی حضرت سید اسمٰعیل نے بھی شہادت کا جام نوش فرمایا۔ آپ کی تاریخ شہادت ۱۷ر شوال المکرم ۴۲۴ھ ہے۔ آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت حمید الدین نے اپنے چند احباب کے ساتھ اسی ٹیلہ پر آپ کو دفن فرمایا۔ نیز اسی شب خون میں آپ کے ایک معتمد ساتھی حضرت علاؤالدین علیہ الرحمہ نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہادت پائی آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد پتہ چلا کہ قریب ہی موضع ''تجار'' میں رائے تیج پال چھپا ہوا ہے۔ حضرت حمید الدین اور شیخ دوست محمد نے اپنے ساتھیوں کو لیکر اس موضع کا محاصرہ کر لیا کچھ معمولی معرکہ آرائی کے بعد رائے تیج پال کو گرفتار کر لیا گیا۔ البتہ حضرت حمید الدین علیہ الرحمہ شدید زخمی ہو گئے اور اس گاؤں سے واپسی پر راستہ ہی میں ایک کوٹ کے قریب ہی آپ کا وصال پاک ہو گیا۔ وہیں پر آپ کو دفن کیا گیا جہاں حضرت حمید الدین علیہ الرحمہ کو دفن کیا گیا وہ جگہ اب کوٹ قاسم کے نام سے مشہور ہے۔ جب حضرت شیخ دوست محمد رائے تیج پال کو گرفتار کر کے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے آستانۂ پاک پر پہنچے تو رائے تیج پال نے فوراً کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت شیخ دوست محمد نے تامل کیا کہ رائے تیج پال کے اس طرح اچانک کلمہ پڑھنے پر اعتماد کیا

جائے یا نہیں، چنانچہ آپ نے حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر مراقبہ کیا مراقبہ میں حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ دوست محمد سے فرمایا: ہماری شہادت کا اصل مقصد دین اسلام کی اشاعت ہے۔ لہٰذا رائے تیج پال کے کلمہ پڑھنے پر اعتماد کیا جائے اور اس کی جان بخشی جائے۔ لہٰذا حضرت شیخ دوست محمد نے رائے تیج پال کو ارکان اسلام کی تعلیم دی اور ان کا اسلامی نام جلال خان خانہ زاد رکھا اور ان کی زمینداری انہیں کے لئے بحال کر دی۔ جلال خاں نے اس کے بعد نکاح کیا۔ ریواڑی کے اکثر میواتی انہیں کی اولاد میں ہیں۔ حضرت شیخ دوست محمد علیہ الرحمہ نے اپنی اہلیہ محترمہ اور حضرت سید ابراہیم کی والدہ محترمہ کے ساتھ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے مزار شریف کے پاس ہی سکونت اختیار کی اور یہاں کے تفصیلی حالات لکھ کر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت شیخ دوست محمد علیہ الرحمہ کے قاصد کے پہنچنے سے پہلے ایک رات سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ عبادت الٰہی میں مصروف تھے اور زار و قطار رو رہے تھے لوگ حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے لیکن کسی نے دریافت کرنے کی ہمت نہ کی صبح ہوئی تو قاصد نے لفافہ لا کر پیش کیا تمام سرداران فوج جو حاضر بارہ گاہ تھے لفافہ کھولنے سے پہلے ہی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے ان سے فرمایا اس خط میں خیر کی خبر نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمہ ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں اس کے بعد لفافہ کھولا گیا جس میں حضرت سید ابراہیم کی شہادت اور دوسرے حالات تفصیل سے لکھے ہوئے تھے۔ (ماخوذ از آئینۂ مسعودی و تاریخِ سید سالار مسعود غازی)

حضرت سکندر دیوانہ عرف بابا برہنہ شہید

ہمیشہ ننگے سر اور ننگے پیر رہا کرتے تھے اور ہاتھ میں ایک عصا حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم کے سلسلۂ ارادت میں داخل تھے، جذبی کیفیت غالب تھی۔ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے عاشق صادق تھے۔ ہاتھ میں ایک لکڑی لئے ہمیشہ سید سالار مسعود غازی کی سواری کے ساتھ پیدل چلا کرتے تھے۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھ بے انتہاء بے ریا محبت کے باعث آپ کو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جو قرب حاصل تھا

اس کے پیش نظر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مصاحبین بھی آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔غازی میاں علیہ الرحمہ کی شہادت کے وقت آپ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے سر مبارک کو اپنے زانوں پر رکھے ہوئے دیدار میں ایسے مستغرق تھے کہ دشمنوں کے تیروں نے آپ کا بدن چھلنی کر دیا اور آپ نے بھی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے قدموں میں سر رکھ کر شہادت کا جام نوش فرمالیا۔آپ بغیر زرہ بکتر کے برہنہ لڑائی پر جاتے تھے اس لئے سکندر برہنہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔بہرائچ کی عوام آپ کو برہنہ پیر اور برہنہ میاں کے نام سے یاد کرتی ہے۔آپ کی شہادت ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز اتوار کو ہوئی تھی حضرت سید سالار مسعود غازی کے روضہ پاک کے اندر مغربی دیوار میں جو ایک گہرا طاق سا بنا ہوا ہے وہ سکندر دیوانہ کا مزار ہے۔چونکہ غازی پاک کے مزار مبارک کے داہنے پہلو میں گنبد کی دیوار کے نیچے آپ کا مزار آ گیا تھا اس لئے دیوار ہونے کی وجہ سے ایک طاق بطور نشانی مزار میں داہنے جانب بنا دیا گیا ہے۔(ماخوذ از مرآتِ مسعود و غزا نامہ مسعود)

حضرت بی بی مائلہ رحمۃ اللہ علیہا

چند ہزار بیوگان از حیات خود آزردہ و دست از جان شستہ ملک غزنی سے جانب ہند بہر جہاد آئی تھیں۔بی بی مائلہ بھی ان بیوگان مجاہدین کی سرگروہی اختیار کی تھی اور حضرت سید سالار مسعود غازی کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔اُس جنگ عظیم میں ان بیوگان مجاہدین نے وہ جنگ مردانہ اور نبرد دلیرانہ کی کہ فلک بھی عرق شرم میں غرق ہو گیا۔ان سب بیوگان مجاہدین نے جان بہ جان آفریں سپرد کی اور جام شہادت خوب سیر ہو کر نوش کیا۔سبحان اللہ کیا وہ وقت تھا اور کیسا جوش اسلام اور کس قدر محبت و حمیت دین پاک محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان کے دلوں پر مستولی تھی۔خوش سرانجام تھے وہ لوگ جنہوں نے اُس زمانے میں معرکہ ہائے جہاد و غزا میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔قلعہ درگاہ کے اندر مال خانہ کے متصل گوشہ جنوب و مشرق میں ایک حجرہ کے اندر ان بیوگان مجاہدین کا گنج شہیداں ہے۔اسی میں بی بی مائلہ کا مزار ہے جو کہ مزار نیندائی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت فیروز شہید ترک بخاری

آپ نے ۸۶۰ھ میں گجرات کی مہم سے واپسی پر بہرائچ کے معرکۂ حق و باطل میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا، تاریخ کے اوراق کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیخ فیروز شہید نے ہندوستان کی اتری سرحد سرزمین بہرائچ میں اس وقت جام شہادت کو اپنے لبوں سے لگایا جبکہ ہندوستان آپ کے علم و ہنر تفکر و تدبر کا محتاج تھا۔

خاندان: آپ سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے پردادا ہیں۔

کرامت: جہاد میں جاتے وقت شیخ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا تم کو اولاد ہوگی جس کے نسل میں ایک ایسا بچہ جنم لے گا، جس سے ہمارے خاندان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، بشارت کے مطابق یہی بچہ ناشر حدیث بن کر ہندوستان میں چپہ چپہ میں علم حدیث پھیلایا اور چورانوے سال تک علم حدیث سے فضائے ہند کو منور فرماتا رہا، آج بھی حوض شمسی کے کنارے بلندی پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عظیم الشان گنبد اہل علم کا مرکز ہے۔ (اخبار الاخبار)

مزار پاک: آپ کا مزار پُر نور شہر بہرائچ کی قدیم عیدگاہ کے پشت پر دولت خانہ نریا گھاٹ کے بلند ترین سطح پر پر فضا و خوشگوار ماحول میں واقع ہو کر اہل دل کا مرکز عقیدت ہے، خلق خدا فیض لازوال پاتی ہے۔ (ماخوذ از تاریخ صالحین بہرائچ)

حضرت بھولے شہید

آسام روڈ پر حسین موڑ سے دکھن کی طرف لگ بھگ ایک کلومیٹر چلنے کے بعد سرجو ندی کے کنارے بلندی سے جاتے ہوئے املی اور پُر خار درختوں کے سایہ میں حضرت بھولے شہید کا مزار مبارک ہے، آپ نے ۴۲۴ھ کی جنگ عظیم میں انارکلی پر متعینہ فوج کی ہمراہی میں اس مقام پر جا کر لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا، آپ پہلے کھلے میدان میں مدفون تھے، تعمیر کو پسند نہ فرماتے تھے، بعدہٗ حضور محدث اعظم ہند نے اجازت چاہی تو فرزند رسول کی سفارش پر تعمیر کی اجازت دے دی، تب چھت اوپر سے ڈال دی گئی، آپ کی بارگاہ پُر انوار میں عقیدت مند حضرات ہندی ماہ پوس میں پہلے جمعرات کو میلہ کی شکل میں حاضر ہوتے

ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

کرامت: جنگی علاقہ ہونے کی وجہ سے انسان کا گزر کم ہوتا تھا تو رب کائنات نے آپ کے آستانہ کی جاروب کشی کے لئے شیر مقرر فرمایا جو اپنی دم سے جاروب کشی کر کے وفاداریٔ شہداء کا ثبوت پیش کرتا رہا اور آخری سانس تک حضرت بھولے شہید رضی اللہ عنہ ہی کے قدموں میں جان توڑی، اس وفادار کی قبر بھی آپ کی قبر کے ساتھ موجود ہے۔

سیدنا سالار مسعود غازی سے منسوب شدہ قرآن مجید و صدری شریف

سیدنا سالار مسعود غازی کے تبرکات میں سے ایک قرآن پاک جو ساتوں قرأتوں کا مجموعہ ہے، جس کو آپ تلاوت فرماتے تھے جو امتداد زمانہ کے باوجود ابھی تک موجود ہے اور انتہائی جاذب نظر بھی ہے۔

صدری: سیدنا سالار مسعود غازی کے تبرکات میں یہ وہ مقدس جبہ ہے جو آپ بوقت شہادت زیب تن فرمائے ہوئے تھے، سہیل دیو کا تیر جو پشت اطہر کو پار کیا تھا اس کا نشان بھی موجود ہے، سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ پوری صدری پر کتاب اللہ مکتوب ہے جو آلۂ خوردبین سے دیکھا جا سکتا ہے اور صدری پر پڑے ہوئے خون کے قطرات بھی محسوس ہوتے ہیں، بادشاہ فیروز شاہ تغلق نے ایک صدری اسی شکل کی لمبائی اور چوڑائی میں بنوائی تھی، مقصد یہ تھا کہ جب امتداد زمانہ کے باعث اصل باقی نہ رہے گی تو یہ بطور نسبت یادگار رہے گی مگر واہ رے خدا والوں کے تصرفات اصل ابھی باقی ہے اور فیروز شاہ تغلق کی بنوائی ہوئی صدری کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ (ماخوذ از تاریخ صالحین بہرائچ)

امیر حسن شہید پیر بتنی شریف

حضرت سیدنا امیر حسن عرب شاہ شہید پیر بتنی شریف آپ نے ۴۲۴ھ کی جنگ جو احقاق حق ابطال باطل کے لئے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راجہ سہیل دیو سے کر رہے تھے اسی جنگ میں بہرائچ کے مغربی واتری گوشے بمقام پیر بتنی شریف (علاقہ نواب گنج نانپارہ) میں حضرت سیدنا میر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راجہ چردہا سے جنگ کرتے

ہوئے جام شہادت نوش فرمایا، آپ اس مقام کی کمانڈری فرمارہے تھے اور سید سالار مسعود غازی کے سپاہ کے سردار و تاجدار شمار کئے جاتے تھے، آپ کا اہم ترین مقابلہ چردہا کے راجہ سے ہوا تھا جو روپئی ڈیہہ کے قریب میں واقع ہے، جہاں پر اس زمانہ کے قلعہ کا ٹیلہ اور نشان بطور یادگار باقی ہے۔ محمد عباس خاں شیروانی دریائے بھکلہ کا تعارف کرتے ہوئے قلعہ چردہا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دریائے بھکلہ موجودہ پرگنہ چردہا تحصیل نانپارہ میں ایک تالاب سے نکلتا ہے جس کو نج بجا کہتے ہیں۔ قدیم گاؤں چردہا بہرائچ سے ۲۶ رمیل پر ہے۔ بقول ڈاکٹر فوہرر کے چردہا میں راجہ سہیل دیو نے ایک قلعہ بنایا تھا اور یہ وہی راجہ ہے جس نے سید سالار مسعود غازی کو جنگ کی دعوت دی تھی اور مزید لکھتے ہیں کہ سید سالار مسعود غازی اور راجہ سہیل دیو کی پہلی جنگ پرگنہ چردہا میں دریائے بھکلہ سے جنوب میں ہوئی تھی۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی ص،، تاریخ صالحین بہرائچ ۱۳۳)

پیر بتنی شریف میں راجہ سہیل دیو کا گورنر رہتا تھا اور قدیم اس کا نام سندری نگر ہے۔ آثار قدیمہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، یہاں اس کا وسیع و عریض اور مضبوط و مستحکم قلعہ تھا جس کو ناقابل تسخیر مانا جاتا تھا گورنر راجہ کے حکم کے مطابق حکومت کرتا اور ٹڈی دل لشکر لئے اس میں موجود رہتا تھا اور راجہ کا اطاعت گزار و فرمانبردار، سنگ دل اور سخت گیر اتنا کہ اس کے حکم کے خلاف ورزی کرنے کی کسی میں، ہمت و جسارت نہ تھی، اس کا حکم آخری فرمان سمجھا جاتا تھا، رعایا ڈری سہمی اور ہر وقت ان پر موت منڈلاتی رہتی گھٹ گھٹ کر جینے اور جانوروں کے جیسے زندگی گزارنے پر مجبور تھے جان و مال محفوظ نہ تھا اور نہ ان کی بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو۔ اس کا قلعہ حضرت سیدنا میر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانے کے دکھن جانب واقع تھا جو آج کل زمین بوس اور اس کا نشان تک باقی نہیں صرف سنگریزوں کی صورت میں ٹیلہ نما موجود ہے جس پر ہوائیاں خاک اڑا رہی ہیں۔ حضرت سید امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سپہ سالار اعظم سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشارے پر سندری نگر موجودہ نام پیر بتنی شریف کے لئے پانچ ہزار مخلص اور جانباز مجاہدین اسلام کے ساتھ روانہ ہوئے راستے بھر سنت نبوی اطاعت خداوندی اور اشاعت اسلام کی عظمت کا ترانہ پڑھتے اور عدل و انصاف، مساوات و بھائی چارہ رحم و کرم اور داد و دہش سے نوازتے رہے، سندری نگر پیر

بتنی شریف کے راجہ کے قلعہ کے قریب پہونچے یہاں راجہ سہل دیو کا گورنر فوجی ساز وسامان اور جنگی ہتھیار سے لیس خونخوار لشکر لئے پہلے ہی سے موجود تھا۔ بت پرستش کی دعوت میں منہمک تھا حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلاء کلمۃ الحق اور مذہب اسلام کی تعلیم سے اسے مہذب انسان بنانے کا ارادہ کیا لیکن تہذیب یافتہ ہونا اس کی تقدیر میں نہ تھا۔ انسان ہو کر انسانیت سے محبت کرنا نہیں سیکھا تھا موج مستی اور عیاشی وفحاشی ہی میں زندگی بسر کرتا اور بت پرستش مقصد حیات تھا۔ قاصد بھیجا یہاں سے نکل جاؤ یہ میرے دیوی دیوتاؤں کی سرزمین ہے یہاں دوسرے دھرم کے لوگ نہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہمیں کسی کے دھرم سے سروکار نہیں تم اپنا کام کرو ہم یہاں اپنے خدا کی عبادت کریں گے، ہمیں چھیڑ چھاڑ پسند نہیں کافی گفت وشنید کے بعد راجہ چردہانے آپ کو راستے کا کانٹا سمجھ کر ہٹانے کا پختہ ارادہ بنالیا راجہ کے گورنر نے مسلمانوں کی مختصر تعداد اور کم ساز وسامان دیکھ کر متکبرانہ انداز میں کہا یہ مٹھی بھر لوگ ہماری فوج کے ناشتہ بھر کے بھی نہیں ہیں ہمارا کیا بگاڑ سکیں گے اسے معلوم نہ تھا کہ ایک چیونٹی ہاتھی کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے یہ پیٹ کے لئے نہیں اپنے دین کے لئے جنگ کر رہے ہیں ان کا اعتماد ہتھیاروں پر نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت پر ہے ان کی غذا کھانا نہیں عبادت خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے یہ مرنے سے نہیں ڈرتے اللہ کی راہ میں مرنے کو اصل زندگی تصور کرتے ہیں۔ غرور کا پتلا بنا ہوا میدان جنگ کا جائزہ لینے خود گیا اور کہا میری بہادر فوج کے سپہ سالارو! تمہارے پاس سب کچھ ہے تیر وتلوار اور دیگر اسلحے کافی مقدار میں ہیں تم وطن میں ہو ضرورت پڑنے پر مدد مل جائے گی یہ گنتی کے لوگ تمہارا بال بیکا نہ کر پائیں گے ان کے پاس رکھا ہی کیا ہے نہ اچھی سواریاں نہ مضبوط اسلحے نہ اچھی تلواریں نہ تیر وکمان نہ کسی چیز میں وہ تم سے زیادہ ہیں کیڑے مکوڑوں کی طرح انھیں کچل کر رکھ دو، گھبرانا نہیں راجہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے معرکہ جیت لیا تو راجہ تم سب کو مالا مال اور خلعت سے سرفراز کر دے گا۔ اتنے میں گورنر کی طرف سے نقارۂ جنگ بجا دیا گیا مخالف فوج نے مورچہ سنبھال لیا۔ حضرت امیر حسن عرب شاہ نے بھی صف بندی کی میمنہ میسرہ قائم کیا حوصلے بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اخروی وعدوں کو یاد دلایا زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہوئے

مسلمانوں نے سینہ سپر ہوکر میان سے تلواریں نکال لیں اور سر پر کفن باندھ کر ڈٹ گئے میدان خون سے رنگین ہوگیا پانی کی جگہ شراب پینے والوں کے غرور کو بادۂ توحید کے متوالوں نے خاک میں ملا دیا جن کو ناشتہ بھر نہیں سمجھتے تھے انہیں سے لقمۂ اجل بننے لگے بڑی تعداد میں مخالف فوج موت کے گھاٹ اتر گئی مسلمان بھی شہید اور زخمی ہوئے لیکن مخالف فوج کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم تھی ان کی شجاعت اور ہمت میں بال برابر لغزش نہ آئی۔ حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قسمت میں شہادت تھی آخری دم تک اسلامی تیور و مجاہدانہ للکار کے ساتھ بیباک سپاہی کی طرح راہ مولیٰ میں خون کا آخری قطرہ بہا کر ۲۷ رجب المرجب ۴۲۴ھ بمطابق ۲۳ رجون ۱۰۳۳ء بروز ہفتہ کو جام شہادت نوش فرمالیا۔ انا للہِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون۔ (ماخوذ از تذکرہ میر عرب پیر بتنی شریف)

حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار اطہر سندری نگر پیر بتنی شریف میں مرجع خلائق اور تجلیات ربانی کا مرکز ہے، خلق خدا اس شہید راہ وفا سے فیض لازوال پاتی ہے۔ حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا آستانہ مبارک پیر بتنی شریف میں مرجع خلائق ہے جہاں پر ہر روز عقیدت مندوں کا جم غفیر اور محبان اولیاء کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ حضرت مفتی علی حسن فاروقی صاحب قبلہ اور فائق علی علوی اپنے والد گرامی لائق علی علوی کے حوالے سے اور طاہر احمد علوی بیراگی گاؤں اور قرب وجوار کے معمر حضرات نے بیان کیا ہے کہ پہلے حضرت امیر حسن عرب شاہ کا مزار مقدس کچی اور بے سائبان تھی نشان کے لئے چند اینٹیں لگی ہوئی تھیں اس کے اردگرد اور راستے میں جنگل نما پیڑ اور کانٹے دار درخت کثرت سے لگے ہوئے تھے حاضری دینے میں بڑی مشقتیں ہوتی تھیں وہاں لوگ بڑی مشکل سے بچ بچا کر پہونچ پاتے تھے اور اسی کے پاس ایک کھنی کا درخت تھا جس کے پاس غیر مسلم پوجا پاٹ کرنے آتے تھے اور یہاں سے خوشبو پھوٹتی تھی غیر مسلم یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کا استھان ہے اور مسلمان حضرات یہ کہتے تھے کہ ہمارے بزرگ کا آستانہ ہے مگر صحیح کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کس مقام کے درویش یا شہید یا ولی ہیں۔ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد عالی جناب ضیاء اللہ صاحب نانپاروی کے یہاں ہوئی اور یہاں سے بیراگی گاؤں اور بیراگی گاؤں سے حاضری کے لئے یہاں حاضر ہوئے تو دکھن کی جانب جہاں نیم کا

پیڑ لگا ہے وہیں سے ننگے پیر انگوٹھے کے بل اور ایڑی کے بل چلنے لگے اور چلتے چلتے آستانہ پر حاضر ہوئے لوگوں نے انگوٹھے کے بل چلنے کی وجہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ شہداء کے خون جابجا نظر آرہیں اس لئے انگوٹھے اور ایڑی کے بل چلتا رہا بعدہ حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ براؤں شریف نے راستے کو جنگلی پیڑوں اور کانٹے دار درختوں سے صاف وستھرا کرا کر حاضری دینے میں سہولت پیدا کی ان کے درد وکرب اور تکلیف کا احساس کیا اور اس کی تعمیر کا عزم محکم اور ارادہ مستحکم فرمایا۔ (ماخوذ از سیرت شعیب الاولیاء)

عالی جناب اصغر احمد نانپاروی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امیر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنگ بنیاد کی اجازت کے لئے چالیس دن پیر بتنی شریف پہ رہ کے اجازت مانگی جب اجازت مل گئی تو شروعات کی۔ شہزادۂ شعیب الاولیاء ڈاکٹر غلام عبد القادر ثالث صاحب قبلہ براؤں شریف بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تعمیر کے اخراجات کی فراہمی کے لئے اولین نگاہ انتخاب میری بڑی والدہ خدیجہ بی علوی جو اسنگواں بستی کی رہنے والی تھیں پر مرکوز فرمایا اور فرمایا تمہارے پاس جو زیورات ہیں اسے کیا کروگی دنیا کی زیب وزینت سے بڑھ کر آخرت کی آرائش ہے جس کے لئے دوام وثبات ہے اگر چاہو تو اسے مجھے دے دو میں اسے بیچ کر ایک شہید کا آستانہ تعمیر کروادوں جن کی نظر کرم سے دنیا وآخرت میں بھلا ہوتا ہے یہ شہید راہ محبت کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت ہو جائے گا۔ ایک اللہ والے کی زوجیت میں رہنے کا کمال اور ان کی تربیت کا اثر تھا کہ انہوں نے بخوشی سارے زیورات آپ علیہ الرحمہ کے حوالے کر دیا اور بلا تردد عرض کیا یہ کیا چیز ہے آپ علیہ الرحمہ کے حکم اور مشورے کے آگے سب کچھ ہیچ ہے جس میں آپ علیہ الرحمہ کی خوشی ہو اس میں میری بھی خوشی ہے بارگاہ مولیٰ اور شہید مرد کی بارگاہ میں یہ نذرانۂ عقیدت قبول ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت مندی ونیک بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے بیوی کی دریا دلی وفیاضی دیکھ کر دعاؤں سے نوازا اور شہید برحق کی بارگاہ سے ملنے والے انعام واکرام کی بشارت سنائی اور اس کو فروخت کر کے انتظامات کرنا شروع کر دیا۔ مزار اطہر کی سنگ بنیاد کے لئے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقیدت مندان اولیاء اور عوام اہلسنت کے ساتھ آگے بڑھے اور لوگوں نے آپ

کواپنے دست پاک سے مزار اطہر کی رونق دوبالا کرنے کی عریضہ پیش کی اور اس طرح سنگ بنیاد کی ابتداء ہوئی اور اس بار بھی انگوٹھے اور ایڑی کے بل چلتے ہوئے آستانہ پر حاضر ہوئے حضرت امیر حسن عرب شاہ کے روضہ کی تعمیر ایک ولی کامل مصدر فیوض وبرکات منبع انوار وتجلیات حضرت شعیب الاولیاء کی یادگار اور یہ مقبول بارگاہ ہے آپ کا بنوایا ہوا گنبد نما حجرہ جہاں مزار پاک ہے وہ آج بھی موجود ہے البتہ اس کے چاروں طرف برآمدے کو شہید کر کے وسیع وعریض تعمیرات شروع ہے۔

عرس مبارک :۔ مفکر اسلام حضرت حافظ وقاری مفتی علی حسن صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ جب آستانہ مبارک تعمیری مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل تک پہونچ گیا روز بروز زائرین کی تعداد میں اضافہ اور آنے والے اہل اللہ سے ارادت مندوں کی کثرت ہونے لگی تو چند مخلص حضرات نے حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی کی بارگاہ میں عرض کیا آپ ہمیں ان کی شہادت کی تاریخ بتادیں تا کہ اس تاریخ میں عرس کی تقریبات منعقد کریں اور ہم لوگ آنے والی نسلوں اور بیدار مغز مسلمانوں کو یہاں سے اسلامی پیغام دے سکیں آپ نے گردن جھکائی آنکھیں بند کیں مراقبہ میں مصروف ہو گئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ آنکھیں کھول دیں سر بلند کیا اور فرمایا ان کی شہادت عظمی ۲۷ رجب المرجب کو ہے اس تاریخ میں حضرت امیر حسن عرب شاہ کے عرس کی تقریبات ادا کی جائیں، تبھی سے اس تاریخ میں عرس کی تقریبات ادا کی جانے لگیں۔ قرب وجوار اور دور دراز سے عاشقان امیر حسن عرب شاہ وخوشہ چین اولیاء شریک ہو کر نذرانہ محبت پیش کر کے خالی جھولی گوہر مراد سے بھرتے ہیں اور ارباب عقیدت لنگر عام کا اہتمام کرتے ہیں۔ عالی جناب بشیر احمد تیلی کیول پورود یگر حضرات کا بیان ہے کہ مزار وآستانہ کی تعمیر کے لئے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پکی اینٹوں کا بھٹہ لگوایا۔ بشیر تیلی کا بیان ہے کہ میں کام کرنے والوں میں سے تھا آگ بھڑکا دی گئی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ موسم خراب ہوا گھنگھور گھٹا چھائی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں لگ رہا تھا کہ اب موسلا دھار بارش ضرور ہوگی کاریگر اور کارکرتا سبھی گھبرا اٹھے کہ اب کیا ہوگا بارش سے آگ بجھ جائے گی پکی اینٹ خراب ہو جائے گی بھٹہ بیٹھ جائے گا ساری محنت اور روپئے اکارت وبرباد ہو جائیں گے تعمیری کام رک جائے گا سب عجیب وغریب کشمکش اور الجھن میں مبتلا تھے کسی کے ذہن میں بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ

آرہی تھی حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے کچھ ہی دوری پر ایک جھوپڑی میں موجود دنیاوی فکر سے آزاد یاد الٰہی میں مست مگن تھے حضرت جب اپنے معمول سے فارغ ہوئے تو ہر طرف رنج وغم اور تردد میں ڈوبے لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو فرمایا کیا بات ہے پریشان کیوں ہو دقت کیا ہے؟ لوگوں نے درد بھری آہ کھینچی اور گویا ہوئے سرکار آپ کی دہائی کالی گھٹا چھائی ہے سرد ہوائیں چل رہی ہیں موسلا دھار بارش کب شروع ہو جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے بھٹھ کا کیا ہوگا ان کی حالت راز اور مرجھائے ہوئے چہرے ان کے کرب و درد کی عکاسی کر رہے تھے حضرت نے سبھی کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! جاؤ تم اپنا کام کرو موسم اپنا کام کرے میرا رب تبارک وتعالیٰ بھٹھ کی حفاظت فرمائے گا پھر اپنا عصا لئے باہر نکلے بھٹھ کے چاروں طرف حصار کیا اور فرمایا آج پیر بتنی شریف میں پانی نہیں برسے گا اس کے چاروں طرف برسے گا کچھ ہی وقفہ گزرا تھا کہ پیر بتنی شریف کے چاروں طرف تیز بارش ہونے لگی کھیت کھلیان پانی سے بھر گئے سڑکیں اور نالے بہنے لگے مگر پیر بتنی شریف بھٹھ تک ایک بوند پانی نہیں برسا اور نہ ہی بہتا پانی اس کے قریب آیا تو سب نے سکون کی سانس لی جان میں جان آئی چہرے کلیوں کی طرح کھل اٹھے دل شکرانے کے لئے جھک گئے بھٹھ صحیح سلامت رہا محنت بار آور ہوئی اور اسی بھٹھ کی اینٹوں سے یہاں کی تعمیرات ہوئیں۔ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً پیر بتنی شریف پر تعمیرات کام کے لئے چھ ماہ پیر بتنی شریف میں رہے اور نظروں کے سامنے تعمیرات کا سلسلہ جاری رہا کھانے کا انتظام لائق علی علوی طاہر احمد علوی وضیغم علی علوی کے ذمہ رہا یہ لوگ پیر بتنی شریف کے لئے کھانے کا انتظام وانصرام کرتے تھے اور قرب وجوار کے دیگر احباب نے بھی کیا حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بھٹھ کی اینٹوں سے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا جس کا نام مدرسہ عربیہ امیر العلوم رکھا اور اس میں پڑھانے کے لئے ایک عالم دین کو مقرر فرمایا جنہوں نے مدتوں تک اس میں پڑھایا اور طلبہ وطالبات کو زیور علم سے آراستہ کر کے کامیاب بنایا ساٹھ سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود وہ مدرسہ آج بھی موجود ہے جہاں بچیاں اور بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں آپ کی بنائی ہوئی مدرسہ کی عمارت اور اس کی باونڈری آپ کے خلوص وللّٰہیت اور خدمت دین کے جذبے کی عکاسی اور نشاندہی کر رہی ہے۔ (ماخوذ از تذکرہ میر عرب)

حضرت علامہ ڈاکٹر غلام عبدالقادر ثالث صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ میرے والد ماجد قبلہ نے مدرسہ کے متصل ایک خوبصورت اور دلکش مسجد کی بھی تعمیر کرنے کا رادہ کیا تو فرمایا مزدور سنی صحیح العقیدہ اور نمازی ہونا چاہئے بے نمازیوں سے اس میں کام نہ لیا جائے اس مسجد کی تعمیر میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے بہت ہی کم مسجدوں میں اس قدر احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اس مسجد کے اندر حالت نماز میں جو کیف وسرور اور روحانی دولت ملتی ہے وہ کم ہی مسجدوں میں ملتی ہے لیکن اب اس مسجد کو شہید کر کے توسیع کے لیے عام لوگوں کے چندے سے نئی مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔ شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبدالقادر ثالث صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ پیر بتنی شریف کی سرزمین پر آستانہ کے قریب ایک عیدگاہ ہے جس کو حیدری نامی ایک فاحشہ عورت نے اپنی ناجائز کمائی سے تعمیر کرائی تھی اس میں لوگوں کو نماز عیدین ادا کرنے میں کراہت تھی کچھ پڑھتے کچھ نہیں پڑھتے تھے حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے معاملہ پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کو بلایا جائے اس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقرب بندے نے بلایا ہے تو وہ اس انداز میں آئی کہ اس کے سر پر ایک سجا ہوا تھال تھا جس میں زیورات اور روپئے وغیرہ موجود تھے پہونچتے ہی عرض کیا سرکار یہ آپ کا نذرانہ ہے قبول فرمائیں آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا اسے میں کیا کروں گا لے جاؤ میں قناعت پسند ہوں اس نے عرض کیا ابھی تک میری زندگی گناہوں میں گزری ہے مجھے توبہ کرا دیجئے اب میں ایک نیک سیرت پاکباز عورت کی طرح زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ آپ علیہ الرحمہ نے اسے توبہ کرایا اور کچھ نصیحتیں فرمائیں اور فرمایا تم نے یہاں جو عیدگاہ بنوایا ہے اسے فروخت کر دو کیونکہ وقف صحیح نہیں ہے اس نے کہا بیچنے کی کیا ضرورت ہے میں آپ کو ہبہ کر رہی ہوں آپ نے فرمایا اس طرح نہیں بلکہ تم جو چاہو اس کی رقم لے لو پھر آپ (علیہ الرحمہ) نے فرمایا کون حلال کمائی سے اس کو خرید کر وقف کرے گا۔ آپ کے مرید صادق جناب لائق علی علوی ٹھیکیدار ساکن بیراگی گاؤں نے عرض کیا حضور اگر اجازت ہو تو میں خرید کر اسے وقف کر دوں۔ حضرت نے اثبات میں سر ہلایا تو انہوں نے حلال کمائی سے چاندی کے پانچ سکوں کے عوض اسے خرید کر وقف کر دیا اس طرح ایک الجھا ہوا مسئلہ سلجھ گیا اور بعد توبہ حیدری نامی عورت کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا اور ایک مومنہ کی طرح زندگی کے سفر کو مکمل کیا اور آخرت کی راہ لی۔ (ماخوذ از سیرت شعیب

الاولیاء وتذکرہ میر عرب پیر بتنی شریف)

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت بی بی زہرہ کی رسم شادی

حضرت بی بی زہرہ علیہا الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کی تاریخ وصال پر جیٹھ کے مہینے میں آپ کے والدین اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ ردولی شریف سے بہرائچ شریف فاتحہ پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ چونکہ والدین کے دل میں حضرت بی بی زہرہ علیہا الرحمہ کی محبت بہت زیادہ تھی اس وجہ سے جب وہ بہرائچ شریف بی بی زہرہ علیہا الرحمہ کے مزار پر جیٹھ کے مہینے میں فاتحہ پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے اور غلبۂ شوق میں کہا کرتے تھے کہ ہم اپنی بیٹی بی بی زہرہ علیہا الرحمہ کی شادی کرنے بہرائچ شریف جا رہے ہیں۔ چنانچہ جب بہرائچ شریف پہنچ کر بڑے تزک واحتشام اور دھوم دھام سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور حضرت بی بی زہرہ علیہا الرحمہ کے نام کی بارات سجا کر شادی کی محفل منعقد کرتے تھے۔ بی بی زہرہ علیہ الرحمہ کے والدین اپنی زندگی بھر اس رسم کو اسی محبت واہتمام سے ادا کرتے رہے ۴۳۰ھ سے یہ رسم اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک اسی شان وشوکت سے جاری رہے گی۔ حضرت شیخ عبدالرحمن عباسی چشتی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مرأۃ مسعودی میں تحریر فرماتے ہیں: کہ میرے خیال میں شادی کی یہ رسم سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے اس مبارک خواب کا نتیجہ ہے جو خواب آپ نے شہادت سے پہلے دیکھا تھا کہ آپ کے والدین آپ کو شادی کے لئے بلا رہے ہیں۔ بارات لانے والوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ بے دریغ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے بارات لاتے ہیں اس کے بدلے ہم اپنے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے اپنی منھ مانگی مراد میں پاتے ہیں بلکہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہمیں ہماری طلب سے کہیں سوا دیتے ہیں۔ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شادی کے جیٹھ کے اس میلے میں مسلمان تو کم وبیش آٹھ دس فیصد ہوتے ہیں باقی دوسرے مذاہب کے ماننے والے اور دوسری قومیں ہوتی ہیں۔ آنے والے بقدر ظرف اپنا اپنا حصہ لیکر واپس جاتے ہیں ہر سال عرس اور میلے کے دنوں میں بے شمار مریض بہرائچ شریف حاضر ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے قلعہ خورد کے باہر ایک حوض بنا ہوا ہے۔ جب مزار شریف کے مجاور صاحبان سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کو غسل دیتے ہیں تو غسل شریف کا پانی نالیوں کے ذریعہ

اسی حوض میں پہونچتا ہے جہاں مریض انتظار میں کھڑے رہتے ہیں۔ جیسے ہی غسل شریف کا پانی حوض میں پہنچتا ہے خاص کر کوڑھی اور برص کے مریض یا سرکار غازی کا نعرہ لگاتے ہوئے حوض میں کود پڑتے ہیں۔ کتنے ہی مریض اپنے بظاہر لا علاج مرض سے شفا پاتے ہیں جس کی جیسی عقیدت ہوتی ہے اسی حیثیت سے وہ فیض حاصل کرتا ہے۔

عرس اور میلے: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت پاک ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ ھ بروز اتوار بوقت عصر ہوئی۔ خدام آستانہ چاند کے مہینے کے اعتبار سے ہر سال ۱۴ رجب المرجب کو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا عرس شریف مناتے ہیں۔

عرس شریف کی تقریبات:۔ ۱۹۰۱ء تک تو یہ طریقہ تھا کہ آستانہ پاک کے خدام، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا پیراہن مبارک جو بحمد اللہ تعالیٰ ابھی تک محفوظ ہے اور وہ قرآن شریف جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اس میں تلاوت کی ہے وہ بھی محفوظ ہیں یہ دونوں تبرکات سینی میں سجا کر اپنے سر پر رکھ کر انتہائی ادب سے عصر ومغرب کے درمیان آستانہ پاک پر لے جاتے تھے اس وقت آستانہ پاک کے اندر خدام کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوتا تھا۔ اس مبارک وقت میں خدام آستانہ جملہ حاضرین اور معتقدین کے لئے دعائے خیر وعافیت کرتے تھے۔ اب بھی خدام کے یہاں سے اسی وقت مقررہ پر گاگر مزار شریف تک جاتی ہے اور ایک سینی میں بجائے پیراہن شریف کے ایک چادر اور کاغذ کے پھولوں سے بھی بنی ہوئی ایک ڈالی ہوتی ہے۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۴ رجب المرجب کی درمیانی شب میں پیراہن شریف درگاہ شریف کے دفتر سے اٹھا کر مزار شریف تک لیجایا جاتا ہے۔ (میلے) میلے دو ہوتے ہیں۔ ایک میلہ بسنت کا دوسرا میلہ جیٹھ کا۔

میلہ بسنت: بسنت کا یہ میلہ ہندی مہینہ ماگھ کی تیسری تاریخ کو ہوتا ہے۔ قرب وجوار کے علاوہ دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ اکثر لوگ بسنتی لباس پہنتے ہیں۔ اس میلے میں زیادہ تر لوگ عقیدتاً پھل ترکاریاں اور پھولوں کی ڈالیاں آستانہ پاک پر پیش کرتے ہیں۔ البتہ ان میں گیہوں کی ہری بالیں ضروری ہوتی ہیں۔ اور اس میلہ میں بسنت میں آئندہ جیٹھ کے میلے کی تاریخ کا اعلان ہوتا ہے۔

میلہ جیٹھ: جیٹھ کا یہ میلہ مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے منایا جاتا۔ لکھنو میں اس میلے کو

چھڑیوں کا میلہ کہا جاتا ہے۔ یوپی کے پچھمی علاقہ میں اس کو نیزوں کا میلہ کہا جاتا ہے اور کڑا و مانک پور شریف کے علاقہ میں اس کو صحبت کا میلہ کہا جاتا ہے۔ ہر جگہ اس میلہ میں بہت کثیر مجمع ہوتا ہے۔ ہزاروں جھنڈے اور نشان ہوتے ہیں اور عقید تمندان جھنڈوں اور نشانوں کو لیکر منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے مقررہ وقت پر بہرائچ شریف پہنچتے ہیں۔

جھنڈے، نشان چھڑیاں: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد وہ لوگ جن پر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے احسانات تھے اور جن غرباء ومساکین اور حاجت مندوں کو بغیر کسی امتیاز کے آپ نے نوازا تھا وہ لوگ گروہ در گروہ ان ظالم راجاؤں سے لڑنے کے لئے اپنے ہاتھوں میں جھنڈے لیکر میدان جنگ میں پہنچے لیکن لڑتے کس سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھی بھی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ راجگان اپنی فوجیں لیکر واپس جا چکے تھے لہٰذا سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے یہ فدائی اپنے ساتھ جو جھنڈے لیکر آئے تھے آپ کے مزار شریف پر اوڑھا کر اور سلام کر کے رخصت ہو گئے اور پھر ہر سال انہوں نے اپنا معمول بنالیا کہ جھنڈے لیکر آتے زیارت کرتے اور چلے جاتے۔ دن بدن زائرین کی تعداد بڑھتی گئی اور آج لاکھوں کی تعداد میں گروہ در گروہ لوگ آپ کے آستانہ پاک پر جھنڈے اور نشان لیکر پہنچتے ہیں اور کامیاب وبامراد ہو کر لوٹتے ہیں وہ ہمارے اور آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔

نشان، جھنڈے، علم، چھڑیاں: ہزاروں کی تعداد میں لوگ لے کر آتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ نشان وجھنڈے وغیرہ منت ماننے کے لئے لاتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نشان وغیرہ لیکر آئے منت مانی اور نشان جھکا کر مزار پر انوار پر سلامی دی اور کچھ نذرانہ پیش کیا اور چلے گئے یہ لوگ یہ وعدہ کر کے جاتے ہیں کہ اگر ان کی مراد پوری ہو گئی تو اگلے سال یہ نشان خوب دھوم دھام سے لائیں گے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ جن کی مرادیں پوری ہو جاتیں ہیں وہ شوق ومستی میں خوشیاں مناتے آتے ہیں اور اپنا نشان پیش کر کے اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں اور نشان یہیں آستانہ پاک پر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ان نشانوں کی تعداد سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اتنے لوگوں کی مرادیں پوری ہوئیں۔ جھنڈے لیکر آنے والے عموماً پیدل یا پھر ٹرین وبس وغیرہ کے ذریعہ آتے ہیں جب زائرین کا یہ گروہ جھنڈا لیکر

چلتا ہے تو ان میں سے ایک آدمی پکارتا ہے۔ بولو سید سالار کی مدد/ بولو بابا برہنہ کی مدد/ بولو بالے بادشاہ کی مدد پورا گروہ مل کر پکارتا ہے، جھنڈے رنگ برنگ کے ہوتے ہیں ہر گروہ کے جھنڈے کا رنگ الگ ہوتا ہے لیکن ان رنگ برنگے جھنڈوں میں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھ زائرین کی بے ریا سچی عقیدت ومحبت کی یک رنگی نمایاں نظر آتی ہے۔

صحبت کے میلے:۔ کڑا شریف میں ایک باغ ہے جس کو صحبتیا باغ کہا جاتا ہے۔ الہ آباد، تیور، باندہ، وغیرہ مختلف ضلعوں کے متعدد مقامات کے لوگ جیٹھ کے مہینہ میں ایک مقررہ تاریخ پر اس باغ میں جمع ہوتے ہیں اور یہیں سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے بہرائچ شریف کی جانب پیدل روانہ ہوتے ہیں، اس باغ میں ایک کنواں ہے جو سال بھر سوکھا رہتا ہے لیکن میلے کے آنے سے ایک دن پہلے قدرتاً خود بخود اس میں پانی آجاتا ہے، جب تک میلہ اس باغ میں رکا رہتا ہے اس کنوئیں میں پانی رہتا ہے، میلے کے لوگ اس کنوئیں کا پانی استعمال کرتے ہیں، جب میلہ رخصت ہو جاتا ہے تو اس کنوئیں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔ کڑا شریف سے یہ میلہ چل کر سب سے پہلے مانک پور شریف میں ٹھہرتا ہے۔ پھر مانک پور شریف سے نشان ہراول لیکر بہرائچ شریف کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اس میلے کے ساتھ ایک شخص ہوتا ہے۔ جنہیں لکڑ شاہ کہا جاتا ہے۔ لکڑ شاہ کا کام یہ ہوتا ہے کہ یہ صحبت کا میلہ جس جگہ ٹھہرتا ہے۔ میلہ رخصت ہو جانے کے بعد یہ پورے میدان میں گھوم کر لوگوں کی چھوٹی ہوئی چیزوں کو تلاش کرتے ہیں اگر کچھ چیزیں مل جاتی ہیں تو اگلی منزل پر جہاں میلہ ٹھہرا ہوا ہوتا ہے ایک شخص بانس میں ان چیزوں کو باندھ کر ٹانگ دیتا ہے۔ جس کی جو چیز ہوتی ہے وہ آکر اپنی چیز کو لے جاتا ہے۔ یہ میلہ پیدل چلتا ہوا اور اپنی مقررہ منزلوں پر ٹھہرتا ہوا اپنے وقت پر بہرائچ شریف پہنچ جاتا ہے۔ ان میلوں کو صحبت کا میلہ کہا جاتا ہے۔

نشان ہراول فوج غازی سرکار

مانک پور شریف سے جو نشان بہرائچ شریف سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جاتا ہے اس نشان کا نام نشان ہراول فوج غازی سرکار ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کڑا و مانک پور شریف کو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی اس فوج نے فتح کیا جو لشکر

میں ہراول تھی، اس نشان ہراول کے ساتھ سیکڑوں نشان ہوتے ہیں لیکن سب کے آگے نشان ہراول چلتا ہے۔

ایک گستاخ ملا کو سزا:۔ ایک مرتبہ شہر جونپور سے ایک بہت بڑا قافلہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے نام علم جھنڈے، نشان وغیرہ لئے گذر رہا تھا اولیائے کرام کی عظمت کا منکر ایک گستاخ مُلّا اسی راستہ میں ایک مکتب میں بچوں کو پڑھاتا تھا۔ جب اسے پتہ چلا تو تلوار لے کر نکل پڑا کہ میں ان لوگوں کو اول تو زبان سے روکوں گا اور نہ مانیں گے تو تلوار کے ذریعہ انہیں روکوں گا اپنے اس ارادۂ بد سے جب وہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے دیوانوں کے ہجوم کی جانب بڑھا۔ ابھی وہ ہجوم کے قریب بھی نہ پہنچ سکا تھا کہ غیب سے ایک زوردار طمانچہ اس کے منھ پر پڑا کہ وہ زمین پر گر پڑا روح پرواز کر گئی شاگردوں نے جب اسے گھر پہنچایا تو دیکھا کہ اس کا منہ بھی کالا ہو چکا ہے، شکل بھی بدل گئی ہے۔ یہ واقعہ کتنے لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن گیا اور وہ عظمت اولیاء کے قائل ہو گئے۔ (ماخوذ از مرأتِ مسعودی)

سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد آپ کا مزار مبارک بہرائچ میں کیسے قائم رہا

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں اور اس کے عین مابعد مسلمانوں نے اپنی بستیاں جگہ جگہ شمالی ہندوستان میں قائم کر لی تھیں۔ سید سالار مسعود غازی کے دفاعی حملہ سے ان بستیوں کو تقویت بھی پہنچی اور ان میں بیشی بھی ہوئی۔ جنرل احد نیال تگین کے بنارس والے حملہ سے ان کے قیام کو مدد ملی، محمود غزنوی کے بعد اس کے بیٹے مسعود نے بھی ہانسی حصار پر حملہ کیا اور اس کے بعد یہ غزنوی حکومت اندرونی لڑائیوں اور بیرونی جھگڑوں کی وجہ سے روز بروز کمزور ہوتی گئی مگر محمود کے جانشینوں کے دماغ سے محمود کی تقلید میں غزوات کی بو وباس نہیں گئی۔ محمود کے بعد غزنوی بادشاہوں نے ہندوستان میں مختلف جگہوں پر حملہ کیا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مودود ابن مسعود، مسعود کریم ابن ابراہیم اور بہرام شاہ ابن مسعود بھی غزوات کرتے رہے اگر چہ ان کی تفصیلیں، مقامات اور نتائج کا آج کل بالکل پتہ نہیں ہے۔ بہرام شاہ کا آخری حملہ ۵۱۴ھ میں ہوا۔ مسعود کریم جونپور تک آیا اور اسی کے نام کی غلط فہمی کی وجہ سے بعض نے خیال ظاہر کر دیا کہ سید سالار مسعود غازی جونپور تک آئے۔ طبقات ناصری

منتخب التواریخ اور دیگر کتب میں ان حملوں کا مجمل اور بہت مختصر تذکرہ ملتا ہے۔ ایلیٹ ڈاوسن کے ترجموں میں جلد دوم صفحہ ۱۱۲/اور ۲۵۰/ پر ہم کو ان حملوں کا ذکر ملتا ہے۔ (ہندو راجگان سے مسلمانوں کا شمالی ہندوستان میں موجود ہونا ثابت ہے) ہندو راجگان کے ان کتبوں سے بھی ثابت ہے کہ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں ہندو راجگان ان مسلمانوں کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے جو سلطان محمود کے بعد شمالی ہندستان میں رہ پڑے تھے یا آتے رہے۔ گنگ دیو، کرن دیو، گوند چندر، وجے چندر، لکشما دیو کے کتبہ سے عیاں ہے۔ ان کتبوں کے علاوہ اپی گرلیفیا اینڈ کا جلد نہم صفحات ۳۲۰-۳۲۱/ نے قنوج کے راجہ گووند چندر کی بی بی کمار دیوی کتبہ کا ذکر کیا ہے جو بنارس کے مقل سارناتھ میں برآمد ہوا۔ اس نے لکھا ہے کہ راجہ نے بنارس کو مسلمان سپاہی کے حملہ سے بچایا کتبوں کی رو سے اس راجہ کا زمانہ ۱۱۱۴ء سے لیکر ۱۱۵۴ء تک تھا۔ غزنوی خاندان کے بادشاہوں میں بہرام شاہ ابن مسعود کریم اس زمانہ میں تھا۔ طبقات ناصری سے ثابت ہے کہ بہرام شاہ نے ۵۱۴ھ یعنی ۱۱۲۶ء کے قریب حملہ کیا اس لئے کمار دیوی کے کتبہ کی یقینا یہی حملہ مراد ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ بنارس تک پہونچنے کے لئے اودھ میں ہوکر راستہ تھا تو کیا ایسی حالت میں اودھ کے جملہ اضلاع اور اقطاع میں یہ خبر نہ گونجی ہوگی کہ مسلمان اس طرف پھر آرہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان حملوں میں مقامی مسلمان جو یہاں آباد تھے حملہ کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہوں گے اور انھیں کے بل بوتے پر باوجود مرکزی سلطنت کی کمزوری کے غزنوی خاندان کے تاجداران غزوات پر چل پڑتے تھے۔ ایسی حالت میں سپہ سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد بھی بہرائچ میں یا اس کے قرب میں کچھ مسلمانوں کا باقی رہ جانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ مرأت مسعودی کی یہ روایت ہے کہ سپہ سالار موصوف کی شہادت کے بعد ان کے والد بزرگوار کے متوسلین میں سے کچھ لوگ ستر کھ میں موجود تھے اور وہ بہرائچ چلے آئے اور مزار کی درستی اور نگرانی میں مشغول رہے۔ ایسی حالت میں سپہ سالار مسعود غازی کا مزار بھی قائم رہ جانے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

سید سالار مسعود غازی کے مزار پاک کو سب سے پہلے کس نے اور کب تعمیر کیا

مزار سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعمیر سب سے پہلے ایک ہندو گوال عورت نے اپنی مراد پوری ہونے پر گائے کے دودھ اور مٹی سے کی تھی جس کا نام جاسو تھا جو نگرور کی رہنے والی تھی جس کے شوہر کا نام نند مہر اہیر تھا۔ راقم السطور کے نزدیک یہ تعمیر ۴۲۵ھ سے ۴۳۰ھ کے درمیان میں ہوئی۔ صاحب مرأت مسعودی رقم طراز ہیں ہے کہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد ان حضرات نے جو ستر کھ میں رہ گئے تھے یہاں آکر مزار کی خدمت شروع کی اتفاق سے ملحقات بہرائچ کی گوال ذات کی ایک عورت جو اولاد سے محروم تھی یہاں آنکلی اور خدام کے مشورہ سے یہاں اس نے منت مانی جب اس کی منت پوری ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا تو قرب و جوار میں مزار کی برکت کا چرچا ہوا۔ اس عورت کے خاوند نے قبر کو بلند کیا۔ اس کے بعد ردولی ضلع بارہ بنکی اودھ کے ایک سید رکن الدین اور سید جمال الدین نے سب سے پہلے اس مزار پر گنبد اس یادگار میں تعمیر کرایا کہ سید جمال الدین کی بیٹی بی بی زہرہ نے جو نابینا تھیں یہاں پر قیام کیا اور مزار کی برکت سے بینائی حاصل کی۔ تاریخی اعتبار سے سب سے پہلی روایت عمارت مزار کی بابت ابن بطوطہ میں اور پھر دونوں تاریخ فیروز شاہی میں مرقوم ہے۔ مذکورہ کتاب اور مرأت مسعودی کے علاوہ ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر آرکیو لوجیکل سروے رپورٹ میں جلد دوم صفحہ ۲۹۲ر پر ملتی ہے۔ ڈاکٹر فوہرر نے لکھا ہے کہ سپہ سالار مسعو غازی کے مزار کی عمارت سب سے پہلے ان کی شہادت کے دوسو برس بعد سلطان شمس الدین التمش کے بیٹے ملک ناصر الدین محمود نے تعمیر کرائی، ملک ناصر الدین ۶۴۱ھ میں بہرائچ کا جاگیردار اور حاکم تھا اور اسی جگہ سے تخت نشینی کے لئے دہلی کو روانہ ہوا۔ (طبقات ناصری۔ ترجمہ صفحہ ۶۶۵) ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جب محمد شاہ تغلق عین الملک کی بغاوت کے بعد بانگرمئو سے بہرائچ آکر سید سالار مسعود غازی کے مزار پر حاضر ہوا تو مزار کا دروازہ صرف ایک تھا اور اس قدر تنگ تھا کہ ہجوم خلائق کی وجہ سے ابن بطوطہ اور بادشاہ اندر نہ جاسکے بلکہ باہر سے فاتحہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار کی عمارت محمد شاہ تغلق بادشاہ دہلی کے یہاں آنے سے پہلے بن چکی تھی۔

محمد شاہ تغلق کی بہرائچ حاضری اور تعمیرات عمارت

تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی اور متعدد دیگر تواریخ سے معلوم ہوا کہ محمد شاہ تغلق ۱۳۴۰ء اور ۱۳۴۲ء کے درمیان بہرائچ آیا تھا اور مزار پاک پر حاضری دی یعنی سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت سے قریب تین سو سال بعد اس وقت مزار پاک کا صرف ایک ہی دروازہ تھا اور زیادہ کشادہ بھی نہیں تھا۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی)

فیروز شاہ تغلق کی حاضری اور تعمیرات عمارت

اندرونی حریم میں مزار کے سامنے اور اس سے ملحق جو دالان ہے نعل دروازہ کا مشرقی دالان کا سائبان کہ یہ لکڑی کی عمارتیں فیروز شاہ تغلق بادشاہ دہلی کی بنوائی ہوئی ہیں۔ رجب سالار ہٹیلہ غازی کی مزار فیروز شاہ تغلق کے تعمیر کرانے کی روایت صحیح ہے۔ اگرچہ اس کا تاریخی ثبوت ہمارے پاس بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ خود فیروز شاہ تغلق کی تصنیف کی ہوئی چھوٹی سی کتاب فتوحات فیروز شاہی میں درج ہے کہ اس بادشاہ نے بہت سی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ جن میں محل، مساجد، خانقاہیں، مقبرے چاہات، پل، نہریں اور شفا خانہ اور سرائے شامل ہیں۔ اگرچہ صاحب فتوحات شاہی نے بجز چند محلات کے باقی عمارتوں کے نام کی فہرست نہیں دی۔ علاوہ اس کے محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تعلق کے زمانہ میں لکڑی کی عمارتیں بہت اچھی بنائی جاتی تھیں۔ چنانچہ دہلی میں محمد شاہ تغلق کے دیوان عام کی عمارت جو ہزار ستون کے نام سے مشہور تھی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ فیروز شاہ نے فتوحات فیروزی میں یہ بھی درج کیا کہ کار خیر کے لئے اس نے اوقات اور جاگیریں مقرر کی۔ ترجمہ فتوحات فیروز شاہی تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف سے اور دیگر تاریخی کتب سے ثابت ہے کہ فیروز شاہ تغلق ۱۳۷۴ء میں بہرائچ میں آکر مزار سید سالار مسعود غازی پر حاضر ہوا اور یہاں قیام کر کے چار ابرو کا صفایا کرایا اور خدام اور غرباء کو بہت سا صدقہ اور خیرات دی۔ مصنفہ نے بل ڈف مسنر ڈ بلیو آر ریکمر اپنی کتاب کرانولی جی آف انڈیا میں لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ تغلق کے یہاں آنے کا سال ۷۷۶ھ

مطابق ۱۳۷۴ء تھا۔ درگاہ سید سالار مسعود غازی سے ملحق ایک اور مسقّف چاہ پختہ ہے جو فیروز شاہ تغلق کا بنایا ہوا بتایا جاتا ہے اور منصور علی خادم اپنی کتاب مختصر سوانح سید سالار مسعود میں تحریر فرماتے ہیں کہ فیروز شاہ تغلق نے چہار دیواری قلعہ وزنجیری دروازہ اور قلعہ چاروں طرف دروازے ونیز چہار دیواری کلاں روضہ سید سالار سیف الدین غازی قریب ریلوے لائن ورجب سالار ریلوے اسٹیشن سے ڈیڑھ میل پورب تعمیر کرایا ہے۔

درگاہ سید سالار مسعود غازی کے متعلق کتبہ جات

محمد عباس خاں شیروانی اپنی کتاب سوانح سید سالار مسعود غازی میں رقم طراز ہیں کہ ڈاکٹر فوہرر نے اپنی کتاب کے جلد دوم صفحہ ۲۹۲ر پر لکھا ہے کہ انھوں نے درگاہ بہرائچ میں تین کتبہ جات دیکھے یعنی مسی تختی پر کھدا ہوا جو دیوار میں نصب تھی اور دوسرا اور تیسرا درگاہ کے مال خانہ میں اول الذکر فارسی میں تھا اور اس کا منشاء یہ تھا کہ موضع سنھگا پر اسی اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کی طرف سے درگاہ کے اخراجات کے لیے معافی میں ملا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۵ء تھا۔ دوسرے کے بابت ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ وہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء زمانہ شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ کا بندہ علی خاں گورنر بہرائچ کا تھا اور اس کا منشاء یہ تھا کہ میلہ کی آمدنی مزار کے اخراجات کے لیے معاف کی گئی ۔تیسرا کتبہ ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۷۶۳ء کا مہدی علی خاں گورنر کا تھا اور اس کا منشا یہ تھا کہ درگاہ کی آمدنی معاف کی گئی۔

درگاہ کمیٹی نے کچھ عمارتیں بنوائیں

مزار شریف کے سامنے اندرونی حریم کے اندر سنگ مرمر کا دالان، فرش اور اس سے باہر اور بیرونی حریم کے اندر کوٹھی، ہسپتال، باغات اور زائرین کے قیام کے لئے کمرے اور مسقّف بازار کمیٹی انتظامیہ نے گزشتہ سو سال کے اندر تعمیر کر کے رونق کو دوبالا کیا ہے۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی ومختصر سوانح سید سالار مسعود غازی)

سید سالار مسعود غازی کے مزار پاک پر سالانہ میلہ اور تاریخی روایات

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر صدہا سال سے چلا آرہا ہے یہ میلہ جیٹھ کے ماہ میں پہلی اتوار کو ہوتا ہے۔صاحب مرأت مسعودی نے سورج کنڈ اور بت بالا رکھ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ یہاں سورج گرہن اور چاند گرہن کے روز بڑا مجمع ہوتا تھا۔معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اب جو میلہ یہاں ہوتا ہے یہ وہی ہے جو سید سالار مسعود غازی کے آنے سے پہلے بھی ہوتا تھا اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اتوار کے روز اس کا خاص دن ہوتا ہے اور اتوار کا تعلق آفتاب کی پرستش سے ہے، اتوار مخفف ہے اوت وار کا جس کے معنی ہیں سورج کا دن اور یہی وجہ ہے کہ اس میلہ میں زائرین جو مزار پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور بڑے چھوٹے جھنڈے نذر کرتے ہیں تین چوتھائی کی تعداد ہندوؤں کی ہوتی ہے۔یہاں بہت سی رسومات انہیں غیر مسلموں کی وجہ سے رواج پکڑ گیا مگر اب کمیٹی انتظامیہ نے بہت سی خلاف شرع امور کو بند کرادیا ہے۔اگر اب بھی کچھ باقی ہیں۔اس میلہ کے پرانے ہونے کا ثبوت مرأت مسعودی سے قبل کی تاریخوں سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اکبر نامہ میں ابوالفضل نے اس سلسلے میں بڑا دلچسپ قصہ لکھا ہے کہ ایک سال جمنا کے کنارے زائرین بہرائچ علم لے کر جانے کے لئے تیار ہورہے تھے اور بڑا مجمع تھا اکبر بادشاہ بھیس بدل کر تماشا دیکھنے کے لئے اس مجمع میں چلا گیا اتفاق سے ایک شخص اکبر بادشاہ کو پہچان لیا اور اکبر بادشاہ کو اس کے شناخت کا پتہ لگ گیا تو اس نے فوراً اپنی آنکھوں کی پتلیاں پھیر کر ایسی صورت بنائی کہ لوگ کہہ اٹھے کہ یہ بادشاہ نہیں ہے ۔آگے چل کر ابوالفضل کہتا ہے کہ بہرائچ میں بڑا مجمع ہوتا ہے لوگ راتوں کو جاگتے ہیں اور اچھے برے سب جمع ہوتے ہیں۔تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ اس میلہ کو سکندر لودھی سختی کے ساتھ بند کردیا تھا اورنگزیب عالمگیر نے بھی اس قسم کے میلوں کو بند کرنے کی کوشش مگر کامیاب نہ ہوسکے میلہ کے علاوہ ۱۲/ ۱۳/ ۱۴/ رجب المرجب کو سید سالار مسعود غازی کا سالانہ عرس بھی ہوتا ہے جس میں مجمع اضلاع قرب وجوار کے مسلمانوں کا ہوتا ہے محافل سماع وعظ اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔(ماخوذ از مرأت مسعودی وسوانح سید سالار مسعود غازی)

درگاہ معلیٰ کی آمدنی کے ذرائع اور اخراجات

تاریخ فیروز شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں تغلق بادشاہوں کی طرف سے جس طور پر ہندوستان کے دیگر مقامات پر مزارات کے اور خدام کے اخراجات کے واسطے معافیاں اور جاگیریں عطا کی گئی تھیں اسی طرح یہاں بھی عطا کی گئیں اور وقتاً فوقتاً ان کا اعادہ ہوتا رہتا تھا یہ معافیاں خدام کے ہاتھوں میں تھیں اور وہ سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی وغزانامہ مسعود)

نواب شجاع الدولہ وزیر اودھ کا فرمان

نقل دستاویز شاہ شجاع الدولہ بہادر اودھ جو درگاہ شریف میں موجود ہے۔

(ترجمہ پروانہ)

پرگنہ حویلی بہرائچ اور سرکار مذکورہ اور صوبہ اختر نگر اودھ کے موجودہ آئندہ کارپردازان کو معلوم ہو کہ غلام علی ولد پیر محمد داروغہ موروثی درگاہ حضرت نے عرض کیا کہ مواضعات فتوح پور والید علی ونرکلہ ولہرورہ، ومسعود پور وبچلہ وخرم نگر اور یومیہ خرچ میں واسطے خوشبو کے اور مبلغ تین ہزار روپیہ رقبہ داری اور تہہ بازاری والا قلعہ سکت کے سرف کے لئے (جو درگاہ کے ماتحت میں ہے۔ اور حضرت کے طعام فاتحہ اور غریبوں کی مدد وکفن دفن ودیگر اخراجات کے لئے اور موضع بھکسرہ داروغہ جلدہ پور وہو موضع سنگھار پر اسی جو درگاہ کے متصل ہے اور (جداجاتی) چک نامہ میں شامل ہے۔ درگاہی سند کے مطابق اور پرانجات حضور کے موافق بطور مدد وخرچ کے سابق ہے۔ الذکر کے نام زمانہ قدیم مقرر ہے اور کل ابواب کا چرائی منڈوانہ وغیرہ سے معاف کی گئی ہے۔ اس لئے لکھا گیا ہے کہ غلام علی خادم مذکور کو مستقل داروغہ سمجھ کر گاؤں کی حاصلات اور آمدنی مذکور کو بدستور سابق معاف جانیں اور مشارالیہ کے قبضہ میں چھوڑ دیں اور جو کچھ نذر درگاہ کے کل آوے وہ داروغہ مذکور کے ہاتھ سے پرانے معقول کے موافق تقسیم ہوتے رہیں اور درگاہ کے کل خادم اس کے صلاح ومشورہ سے باہر نہ جائیں تاکہ اطمینان کے ساتھ سپرد کئے ہوئے کام میں مصروف اور مزید کام کاجو یاں ہیں۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ لکھا گیا۔

درگاہ کی کمیٹی انتظامیہ کا دستور

درگاہ کا انتظام مسلمانوں کی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جس کا تعلق حکومت سے صرف اس قدر ہے کہ اس کی جانب سے دو ممبران کمیٹی نامزد کئے جاتے ہیں جن میں سے سنی المذہب سینئر ڈپٹی کلکٹر ہوتا ہے اور رواج یہ چلا آتا ہے کہ اسی ڈپٹی کلکٹر کو کمیٹی کا پریسیڈنٹ منجانب ممبران منتخب کرلیا جاتا ہے تاکہ بحیثیت گورنمنٹی ملازم ہونے کے اس سے مدد ملتی رہے ۶ ممبروں کا انتخاب ضلع کے مسلمان ذمے داران، ممبران میونسپل وڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ سے ہوتا ہے جو تاحیات ممبر رہ سکتے ہیں۔ بقیہ دو ممبر خدام میں سے ہوتے ہیں جن کو کمیٹی کے ممبر نامزد کرتے ہیں۔ اس کمیٹی کی ہدایت کے لئے ایک قانون ضلع کے جج کی عدالت سے بنادیا گیا ہے اور اس کے ماتحت خود کمیٹی نے اپنے واسطے قواعد ضمنی (بائی لاز) بنائے ہیں۔ (ماخوذ از سوانح سید سالار مسعود غازی وغزانامہ مسعود)